اُردو ماہیے کی تحریک

(تحقیقی وتنقیدی مضامین)

حیدرقریشی

انٹرنیٹ ایڈیشن

یہ کتاب فرہاد پبلی کیشنز راولپنڈی کی جانب سے ۱۹۹۹ء میں شائع کی گئی۔
پانچ کتابوں کے مجموعہ ''اردو ماہیا تحقیق وتنقید'' میں بھی یہ کتاب شامل ہے۔

بُور آ گیا آموں میں
رونقیں جاگ اُٹھیں
دیہات کی شاموں میں

انتساب

اردو ماہیے کے بانی

ہمت رائے شرما جی کے نام

سرمست فضائیں ہیں
پیتم پریم بھری
پھاگن کی ہوائیں ہیں
(ہمت رائے شرما)

اَن دیکھے جہانوں تک
دل نے پہنچنا تھا
چاہت کے خزانوں تک

ترتیب

حرف اول

۱۹۹۶ء کے آخر تک میری کتاب ''اردو میں ماہیا نگاری'' مکمل ہوئی اور ۱۹۹۷ء کی تیسری سہ ماہی تک چھپ گئی۔ اور اب ۱۹۹۸ء میں ماہیے کے تعلق سے لکھے گئے اپنے اب تک کے مضامین کا مجموعہ شائع کر رہا ہوں۔

''اردو میں ماہیا نگاری'' یک موضوعی کتاب تھی اسے لکھتے وقت میں ۱۹۹۶ء کے پائیدان پر کھڑا ہو کر گزشتہ چھ برسوں کی بحث کا منظر دیکھ رہا تھا جبکہ ''اردو ماہیے کی تحریک'' کے مضامین فاصلے سے منظر کو دکھانے کی بجائے لمحہ لمحہ کی کہانی سناتے ہیں۔ ماہیے کی بحث کے ریکارڈ کی درستی کے لئے چند اہم خطوط بھی اس مجموعہ میں شامل ہیں۔ ان مضامین اور خطوط سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ماہیے کو سمجھنے کے عمل میں بتدریج بہتری آتی گئی ہے۔ جہاں اس کے وزن کا بنیادی اصول اپنی جگہ اٹل ثابت ہوا ہے وہیں اس کے بعض ایسے گوشے بھی بحث سے روشن ہوتے چلے گئے ہیں جو اس سے پہلے نظروں سے اوجھل تھے۔ ابھی تک معترضین کا کوئی ایک بھی ایسا اہم اعتراض نہیں ہے جس کا مدلل جواب نہ دے دیا گیا ہو۔ لیکن معترضین کا یہ کمال رہا ہے کہ ہماری طرف سے دی گئی دلیل کے جواب میں کوئی مدلل بات کرنے کی بجائے گھما پھرا کر پھر اسی اعتراض کو دہرا دیتے ہیں۔ ایسے رویہ کے نتیجہ میں ہمارے جواب الجواب میں ہمارے موقف کی تکرار بھی ہوئی، تاہم ہمارے موقف کی وضاحت میں جہاں کہیں پہلی بات دہرائی گئی ہے وہیں کوئی نہ کوئی نیا علمی نکتہ بھی سامنے آ گیا ہے۔

☆ میں نے اپنی گزشتہ کتاب کے ''اختتامیہ'' میں اس توقع کا اظہار کیا تھا کہ ''ماہیے

کے خدوخال کو نکھارنے اور سنوارنے کے لئے تخلیقی اور تحقیقی دونوں لحاظ سے مزید پیش رفت ہو گی''۔ تخلیقی پیش رفت کا اندازہ اسی سے لگایا جا سکتا ہے کہ تب ماہیا نگاروں کی تعداد ۶۵ تھی اور دو سال کے اندر اندر یہ تعداد دو سو سے تجاوز کر چکی ہے۔ ماہیا ہر خاص و عام کو اپنا گرویدہ بنا رہا ہے۔

☆ تحقیقی لحاظ سے بھی نئے انکشافات ہوئے ہیں۔ میں نے تب تک کی معلومات کی بناء پر قمر جلال آبادی کو اردو کا پہلا ماہیا نگار قرار دیا تھا۔ اب یہ حقیقت سامنے آئی ہے کہ ۱۹۳۶ء میں ہمت رائے شرما نے سب سے پہلے ماہیے کہے تھے۔ سو وہ اردو ماہیے کے بانی ہیں۔

☆ تب میں نے مکالماتی ماہیے کا اولین نمونہ قمر جلال آبادی کے ماہیوں کو بیان کرنے کے ساتھ اپنے مکالماتی ماہیوں کو دوسرے نمبر پر اور قاضی اعجاز محور کے مکالماتی ماہیوں کو تیسرے نمبر پر قرار دیا تھا لیکن اب پاکستانی فلم ''حسرت'' اور انڈین فلم ''پتی، پتنی اور وہ'' کے مکالماتی ماہیے بھی سامنے آ گئے ہیں اور ہو سکتا ہے کل کلاں مزید ایسے مکالماتی ماہیے بھی دریافت ہو جائیں۔ یہ امر خوش کن ہے کہ تخلیقی اور تحقیقی دونوں لحاظ سے اردو ماہیے میں پیش رفت ہو رہی ہے اور ماہیے کی تنقید لکھنے والوں کی ایک موثر تعداد بھی سامنے آ گئی ہے جو ماہیے کے وزن کو بخوبی سمجھتے ہوئے اب تخلیق کئے گئے ماہیوں کے تنقیدی جائزہ اور ان کے محاسن پر توجہ کر رہی ہے۔

''اردو میں ماہیا نگاری'' کے ابتدائیہ میں۔۔ میں نے اختلاف رائے رکھنے والے تین طرح کے احباب کا ذکر کیا تھا۔

۱۔ وہ احباب جو خلوص اور نیک نیتی سے سمجھتے تھے کہ شاید ماہیے کا وزن دونوں طرح سے ہے۔ اس لئے ماہیے کے دونوں وزن ٹھیک ہیں۔

۲۔ وہ احباب جو پہلے تین ہم وزن مصرعوں کے ماہیے لکھ رہے تھے۔ بعض کی ایسے ماہیوں کی کتابیں تک چھپ گئی تھیں۔ انہوں نے حقیقت حال ظاہر ہو جانے کے بعد اپنے غلط وزن کے ماہیوں کو منوانے کے لئے امداد باہمی کے طور پر مہم چلائی تاہم ذاتی پریشانی کے باعث ان احباب نے طے شدہ نتائج حاصل کرنے والا تحقیقی انداز اختیار کرنے کے باوجود زیادہ تر ادبی زبان میں اپنا موقف پیش کیا۔

٣۔وہ کرم فرما جو مجھ سے کسی اور سبب سے ذاتی طور پر ناراض تھے انہوں نے محض مجھے نیچا دکھانے کی غرض سے خلط مبحث کیا۔حقائق کو دیدہ دانستہ مسخ کیا۔ادبی فضا گردآلود کی۔یہ کرم فرما ماہیے کی آڑ میں اپنی زخمی انا کے لئے مرہم چاہتے ہیں۔بصورت دیگر گرد اڑاتے رہیں گے''۔

اس میدان میں بھی پیش رفت ہوئی ہے۔اول الذکر اختلاف رائے رکھنے والے دو طرح کے احباب میں سے بعض نے ہمارے اصولی موقف کی معقولیت کو تسلیم کیا ہے لیکن مزید دو طرح کے مخالفین بھی سامنے آ گئے ہیں۔

☆ بعض ادبی یتیم قسم کے نقاد جو طویل عرصہ سے لکھنے کے باوجود اپنی کوئی شناخت نہیں بنا سکے تھے انہوں نے ماہیے کی تحریک کی اپوزیشن بن کر نام کمانے کو غنیمت سمجھا ہے لیکن علمی سطح پر انہیں اندازہ ہو گیا ہے کہ ماہیا مال غنیمت نہیں ہے۔

☆ ایسے لوگ جو کسی کی اچھی کارکردگی سے خواہ مخواہ حسد کرنے لگتے ہیں۔ان میں اپنے بھی شامل ہیں اور پرائے بھی۔بلکہ اپنے ہی زیادہ ہیں۔اس سلسلہ میں بعض مہربانوں نے براہ راست اور بعض نے بالواسطہ طور پر اس غم و غصے کا اظہار بھی کر دیا ہے کہ یہ شخص ماہیے کے ذریعے شہرت پانا چاہتا ہے۔ماہیے کا بانی بننا چاہتا ہے۔۔وغیرہ۔

پنجابی ماہیے کے وزن کے بارے میں رواروی میں کہہ دیا جاتا ہے کہ پنجابی میں دونوں اوزان کے ماہیے ملتے ہیں۔یہ بات درست نہیں ہے۔اگر پنجابی ماہیے کے الفاظ کو اردو عروض کے گھیرے میں لینے کی کوشش کی جائے تو صرف مذکورہ دو نہیں یہ ساری صورتیں پیش آتی ہیں۔

١۔ماہیے کا دوسرا مصرعہ، پہلے اور تیسرے مصرعوں کے وزن کے مقابلے میں ایک سبب کم بھی ہوتا ہے۔

٢۔ماہیے کا دوسرا مصرعہ، پہلے اور تیسرے مصرعوں کے وزن کے برابر بھی ہوتا ہے۔

٣۔ماہیے کا دوسرا مصرعہ، پہلے اور تیسرے مصرعوں کے وزن کے مقابلہ میں ایک سبب زائد بھی ہوتا ہے۔

٤۔ماہیے کے دوسرے مصرعہ کی طرح ماہیے کے پہلے اور تیسرے مصرعوں کا وزن بھی

کبھی کم اور کبھی زیادہ ہوتا رہتا ہے۔

ایسی پیچیدہ صورتحال میں ہم نے اردو عروض کی ''تکنیکی کرتب بازی'' کرنے والوں کے برعکس ماہیے کے وزن کی دریافت کا ایسا سیدھا سادہ اصول بتایا ہے کہ سارے الجھاؤ از خود ختم ہو جاتے ہیں اور وہ اصول یہ ہے کہ پنجابی ماہیے کے وزن کو اس کے الفاظ کی بجائے اس کی دھن سے دریافت کیا جائے۔

اردو ماہیے کی حالیہ تحریک سے پہلے بھی جتنے اردو ماہیے (فلموں کے لئے) پنجابی ماہیے کی دھن کی بنیاد پر لکھے گئے ان کا وزن بھی ہمارے موقف کے مطابق دوسرے مصرعہ میں ایک سبب کی کمی کے ساتھ ہے اور اب بھی فلموں کے لئے جتنے اردو ماہیے۔۔پنجابی ماہیے کی دھن کی بنیاد پر لکھے جا رہے ہیں ان کا وزن بھی ہمارے موقف کی تصدیق کرتے ہوئے ماہیے کے فطری بہاؤ اور روانی کو اجاگر کرتا ہے۔۔آخر ایسا کیوں ہے؟ کوئی فیصلہ کن علمی بات کرنے والوں کو اس سوال پر سنجیدگی سے غور کرنے کے بعد کسی حتمی نتیجہ تک پہنچنا چاہئے۔

اگر ہمارا موقف مضبوط ہے تو سنجیدہ اختلاف رائے رکھنے والوں سے لے کر حاسدین تک۔۔ہر ایک کے لب و لہجے کے مطابق، اسی انداز میں اپنے موقف کی وضاحت کرتے رہیں گے۔اس مجموعے میں بھی ایسی مدلل وضاحتیں موجود ہیں۔میں اپنے موقف کو پورے اعتماد کے ساتھ ادبی دنیا کے سامنے پیش کرتا ہوں اور ادبی تاریخ کے سپرد کرتا ہوں۔

حیدر قریشی

ماہیا اوراس کا دوسرا مصرعہ

پنجابی لوک گیتوں کی اصناف میں ''ماہیا'' ایک اہم صنف ہے۔ یہ نام لفظ ''ماہی'' سے مشتق ہے۔بھینس کو پنجابی میں ''مہیں'' کہتے ہیں۔بھینسیں چرانے والے کواس نسبت سے ''ماہی'' کہا جاتا تھا۔پنجاب کی محبت کی داستانوں میں رانجھا اور مہینوال (عزت بیگ) دو ایسے کردار ہیں جنہوں نے اپنے اپنے محبوب تک رسائی حاصل کرنے کے لئے بھینسیں چَرانے کا کام کیا۔ان کرداروں کی رومانوی قوت نے لفظ ماہی کو صرف ہیر اور سوہنی ہی کا محبوب نہیں بنایا بلکہ ہر محبت کرنے والی مٹیار کا محبوب ماہی قرار پایا۔محبّ اور محبوب کے تعلق اور معاملات کے اظہار کے لئے پنجابی لوک گیتوں میں ''ماہیا'' کی صنف پروان چڑھی۔

اس صنف میں محبوب کے حسن و جمال، پیار، محبت، ملن، جدائی، گلے، شکوے، چھیڑ چھاڑ کے موضوعات عام ملتے ہیں۔ پھر موضوعات میں وسعت پیدا ہوئی تو ان میں زندگی کے مسائل اور دکھوں کا اظہار بھی ہونے لگا۔حمدیہ، نعتیہ، ماہیے کہے گئے اور بزرگان دین کی توصیف کی گئی۔دعائیہ ماہیے بھی لکھے گئے۔روزمرہ زندگی کے معاملات اور رشتہ داریوں کے تذکرے بھی ہونے لگے۔

''ماہیا'' کے چند اور نام بھی ہیں جن میں ''بگڑو'' اور ''ٹپا'' قابل ذکر ہیں تاہم بحیثیت شعری صنف ''ماہیا'' مقبول ہوا۔ہئیت کے لحاظ سے ماہیا کی تین چار قسمیں ہیں جو معمولی سے ردوبدل کے ساتھ چھ سے سات مصرعوں پر مشتمل ہیں۔دوسری ہئیت کے ماہیے، سننے والوں نے عام لوک گیتوں میں شمار کئے۔تین مصرعوں کی ہئیت والے پنجابی ماہیوں کی چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

سونے دا کِل ماہیا
لوکا دیاں رون اکھیاں
ساڈا روندا اے دل ماہیا

دو کاج قمیضاں دے
اساں کل ٹر جانا
فرمیل نصیباں دے

اکھ رو رو سک گئی اے
لوکاں دی مویاں مکدی
ساڈی جیوندیاں مک گئی اے

کوٹھے اتوں اڈ کانواں
سد پٹواری نوں
جند ماہئے دے ناں لانواں

آری اتے آری اے
اک دَم یوسف دا
سارا مصر وپاری اے

کوٹھے اتے رسیاں نیں
کچیئے زبان دِیئے
گلاں گھر جا دسیاں نیں

باری وچ کھیس پیا
اک دم سجناں دا
اووی ٹر پردیس گیا

دھارے دی کنڈی آ
منڈیا لہور دیا
تری اکھ بڑی گنڈی آ

ترے عاشق رل گئے نیں
زخم وچھوڑے دے
چناں مڑ کے کھل گئے نیں

دندا بُھر گیا آری دا
نما نما سک سرمہ
مڈھ بنھ گیا یاری دا

اردو میں غیر ملفوظی حروف تقطیع میں شمار نہیں ہوتے اور ان حروف کی عروض میں وضاحت موجود ہے۔ پنجابی میں اس سلسلے میں کوئی قاعدہ کلیہ موجود نہیں۔اردو کے بہت سارے ملفوظی حروف بھی پنجابی میں گرا دیئے جاتے ہیں۔اس حوالے سے پنجابی ماہیے کے وزن کا تعین

کرنا شاید مشکل ہو لیکن حقیقتاً ایسا نہیں ہے کیونکہ ''ماہیا'' بنیادی طور پر گائی جانے والی صنف ہے اور مختلف دھنوں میں گائے جانے کے باوجود ہر دھن میں اس کا اصل وزن واضح ہو جاتا ہے۔ مختلف گلوکاروں نے فلمی اور غیر فلمی ماہیوں میں الگ الگ دھنوں پر جو گیت گائے ہیں ان کی چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

ساڈی عجب کہانی اے
بھل کے پرانے دکھڑے
نویں دنیا وسانی اے

رُکھ ساوے ساوے نہراں دے
ہن دلا تری مرضی
جتھے آکھ دئیں گاٹھہراں دے

گھڑا بھرلیا پانی دا
پنڈ ول منہ کر کے
راہ تکنی آں ہانی دا
(فلم ''میرا ماہی'')

کیوں مڑ مڑ تک دے او
بھانویں لکھ پردے کرو
ساتھوں لک نئیں سکدے او

لکناں ای پیندا اے
دل جدوں لگ جاوے
کدوں وس وچ رہندا اے

اسیں آپے ای بھل گئے آں
ترے پچھے سجناں وے
سڑکاں تے رُل گئے آں
(فلم ''یکے والی'')

اسمانی تارے نیں
بازی دل والی چناں
اسی جِت کے وی ہارے وے

اے چھوٹیاں راتاں نیں
عمراں مک جانیاں
نئیں اومکنیاں باتاں نیں

پھل پک گئے کِکراں دے
رب سانوں میل دتا
اسیں کدی وی نہ وچھڑاں گے
(فلم ''چن تارا'')

تک چن پیا جاندا ای
ویکھ ویکھ میرے چن نوں
پیا مکھڑا چھپاندا ای

نی تو میرے نال سجنی ایں
کی میں مثال دیاں
مینوں کنی چنگی لگنی ایں
(فلم ''دو پتر اناراں دے'')

ساڈا نازک دل ماہیا
کلیاں نوں ملے بھنورے
ساہنوں تو گئیوں مل ماہیا

گلاں پچھ نہ تو رات دیاں
اجے تک مستیاں نیں
مینوں او سے ملاقات دیاں
(فلم ''پیشہ ور بدمعاش'')

ساڈے دل نے گواہ ماہیا
تیری میری اک جندڑی
بھانویں بت نے جدا ماہیا
(فلم ''ذیلدار'')

چٹا ککڑ بنیرے تے
کاسنی دپٹے والیئے
منڈا صدقے تیرے تے
(غیر فلمی ''مسرت نذیر'')

یہ آٹھ گیت الگ الگ دھنوں میں گائے گئے ہیں تاہم ہر دھن سے ''ماہیے'' کا اصل وزن پوری طرح ظاہر ہو رہا ہے۔ کسی بھی گانے کی دھن میں ماہیے کا پہلا مصرعہ اٹھاتے وقت جو لَے ہوتی ہے تیسرے مصرعے کو بھی اسی طرح اٹھایا جا سکتا ہے لیکن دوسرے مصرعے کو پہلے مصرعہ کے انداز میں اٹھانا چاہیں تو لے ٹوٹ جاتی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ماہیے کے پہلے اور

آخری، دونوں مصرعے یکساں وزن کے ہیں لیکن دوسرا مصرعہ اس وزن میں نہیں ہے۔ میں نے پنجابی ماہیے کے بارے میں پنجابی ادبا کی کتب سے بھی استفادہ کیا ہے اور اپنے طور پر غور وخوض کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ پنجابی ماہیے کا وزن پہلے مصرعے میں ''مفعول مفاعیلن'' کے مطابق ہے جبکہ دوسرے مصرعے کا وزن ''فعل مفاعیلن'' کے مطابق ہے۔ پنجاب زبان کی لچک کے باعث کہیں کہیں دوسرا مصرعہ ''فعلن مفاعیلن'' کے وزن پر بھی آ جاتا ہے۔ اردو میں یہ دونوں وزن غالباً کسی بحر میں نہیں آتے۔ اس کے باوجود پنجابی ماہیے میں مفعول/ مفاعیلن/فعل مفاعیلن/مفعول مفاعیلن کے وزن میں جو روانی اور ترنم ہے وہ سب پر ظاہر ہے۔ مذکورہ بالا گیتوں کی آٹھ مختلف دھنوں میں سے کسی دھن پر بھی اس وزن کو آزما کر دیکھ لیں روانی قائم رہے گی۔

اردو میں ماہیے لکھنے والے شعرائے کرام نے پنجابی ماہیے کے دوسرے مصرعے کے حقیقی وزن پر غور کئے بغیر تین یکساں مصرعوں مفعول مفاعیلن/مفعول مفاعیلن/مفعول مفاعیلن میں ماہیے لکھے ہیں جو درست نہیں ہے۔ ابتداء میں جن شعراء نے اسے اپنایا بعد میں آنے والوں نے انہی کی تقلید کی اور یوں گذشتہ چند برسوں میں اردو ماہیا بھیڑ چال کا شکار رہا۔ تین یکساں مصرعوں میں ماہیے لکھنے والوں کو ماہیا نگاری میں سہولت تو ہوگئی لیکن اس سے پنجابی ماہیے کی روح اور جسم دونوں کے تقاضے پورے نہیں ہوتے۔ اصل پنجابی وزن کے مطابق ماہیے لکھ کر ہمیں تھوڑی بہت محنت ضرور کرنا پڑے گی لیکن اس سے جہاں ماہیے کی ثقافتی جڑوں سے ہم منسلک ہوں گے وہیں اردو میں بھی ایک انوکھا اضافہ ہوگا۔ ماہیے کے دوسرے مصرعے کا وزن فعل مفاعیلن کی صورت میں یقیناً ایک انوکھا اور دلچسپ اضافہ ہوگا۔

اردو میں تین یکساں مصرعوں کے غلط ماہیے کے رواج سے پہلے اردو میں ہی پنجابی وزن کے مطابق ماہیے کہنے کی دو عمدہ مثالیں موجود ہیں۔ پانچویں دہائی کے اخیر اور چھٹی دہائی کے آغاز میں بھارت کی دو فلمیں ریلیز ہوئی تھیں۔ ''پھاگن'' اور ''نیا دور''۔ ان فلموں میں پنجابی وزن کے مطابق اردو ماہیے گیت کی صورت میں پیش کئے گئے تھے۔ فلم پھاگن کے ماہیے قمر جلال آبادی

نے لکھے تھے اور نیا دور کے ساحر لدھیانوی نے۔ یہاں دونوں شعراء کے مذکورہ ماہیے درج کئے دیتا ہوں تا کہ میرے بیان کردہ ماہیے کے وزن کی مزید تصدیق ہو سکے۔

قمر جلال آبادی:۔

تم روٹھ کے مت جانا
مجھ سے کیا شکوہ
دیوانہ ہے دیوانہ

کیوں ہو گیا بے گانہ
ترا مرا کیا رشتہ
یہ تو نے نہیں جانا

میں لاکھ ہوں بیگانہ
پھر یہ تڑپ کیسی
اتنا تو بتا جانا

فرصت ہو تو آ جانا
اپنے ہی ہاتھوں سے
مری دنیا مٹا جانا

ساحر لدھیانوی:۔

دل لے کے دغا دیں گے
یار ہیں مطلب کے
یہ دیں گے تو کیا دیں گے

دنیا کو دکھا دیں گے
یاروں کے پسینے پر
ہم خون بہا دیں گے

آج سے دو سال پہلے سرگودھا کے نوجوان شاعر ممتاز عارف نے ''اوراق'' شمارہ اگست 1990ء میں اپنے ایک خط کے ذریعے اردو ماہیا نگاروں کو پنجابی کے اصل وزن کی طرف توجہ دلائی تھی۔ ''اوراق'' کے اس سے اگلے شمارے میں (بابت ماہ دسمبر 1990ء) میں نے اپنے خط میں لکھا تھا۔

''ممتاز عارف نے اپنے خط میں ماہیے کے وزن کا مسئلہ اٹھایا ہے جو خاصا وزن رکھتا ہے۔ میرا خیال ہے ہمارے ماہیا نگاروں کو باہم طے کر لینا چاہئے کہ انہیں اردو ماہیے کو اصل پنجابی ماہیے کی طرف رکھنا ہے یا اس کا حشر بھی ہائیکو جیسا کرانا ہے۔''

یہاں یہ دلچسپ وضاحت بھی کر دوں کہ تین یکساں مصرعوں کے ماہیے لکھنے والے

بیشتر شعراء وہی ہیں جو تین یکساں مصرعوں میں ہائیکو بھی لکھتے رہے ہیں۔اب جہاں ہائیکو کے اصل وزن کا مسئلہ حل ہو رہا ہے، ماہیے کے وزن کا مسئلہ بھی طے ہو جانا چاہئے۔اوراق میں اپنا مذکورہ بالا خط بھیجنے کے بعد میں نے اصلاح احوال کے لئے خود بھی اردو میں چند ماہیے کہے تا کہ اردو میں اصل وزن کی مثالیں سامنے آ سکیں۔ یہ ماہیے ''ادب لطیف''، ''تجدید نو''، ''صریر'' اور ''ابلاغ'' میں شائع ہوئے۔اپنے چند ماہیے اسی وزن کے حوالے سے درج کر رہا ہوں۔

مسجد ہے نہ مندر ہے
دل یہ ہمارا تو
اک دکھ کا سمندر ہے

سوہنی ہے نہ ہیر ہے وہ
اس کی مثال کہاں
آپ اپنی نظیر ہے وہ

جوگی کے نہیں پھیرے
دل جہاں آ جائے
وہیں ڈال دیئے ڈیرے

مل مہکی فضاؤں سے
یار نکل باہر
اندر کے خلاؤں سے

دریا کی روانی ہے
اب مرے بیٹے میں
مری گذری جوانی ہے

تجدید نو کی مدیرہ شبہ طراز خود بھی ماہیے لکھتی ہیں۔انہوں نے وزن کے معاملے میں گڑ بڑ کی نشاندہی پر حیرت کا اظہار کیا اور میرے ماہیے خوشی سے شائع کئے۔میرے موقف سے اصولی اتفاق بھی کیا لیکن ایک اور رسالے ابلاغ کی مدیرہ نے جو بد قسمتی سے پہلے تین یکساں مصرعوں کے ہائیکو لکھتی رہی تھیں اور اب تین مصرعوں کے ماہیے لکھ رہی ہیں، میرے ماہیے تو چھاپ دیئے لیکن اس کے ساتھ ہی میرے خلاف محاذ کھول دیا۔ میرے لئے یہ تجربہ بیک وقت دلچسپ بھی تھا اور افسوسناک بھی۔تاہم اس مخالفت کا یہ فائدہ ضرور ہوا کہ دوسرے شعرائے کرام اس مسئلے کی طرف متوجہ ہو گئے اور ماہیے کے وزن پر سنجیدگی سے غور کرنے لگے۔چند ماہ کی مختصر سی مدت میں اس مسئلے

پر مضامین بھی چھپنے لگے اور بعض شعرائے کرام نے پنجابی وزن کے مطابق ماہیے لکھنے شروع کر دیئے۔ مجھے یقین ہے کہ جس طرح ہائیکو نگاروں کو اصل وزن ملحوظ رکھنا پڑا یا ہائیکو نگاری چھوڑنا پڑی اس طرح ماہیا نگار شعراء بھی جلد ہی پنجابی ماہیے کے اصل وزن کی طرف رجوع کر لیں گے اور خود ساختہ وزن ترک کر دیا جائے گا۔

جن شعراء کرام نے پنجابی ماہیے کے وزن کے مطابق اردو ماہیے کہے ہیں ان کے چند نمونے درج کر رہا ہوں۔

حسن عباس رضا:۔

دل اپنے کشادہ تھے
اس لئے رونا پڑا
ہم ہنستے زیادہ تھے

ہم سہمے پرندے ہیں
سبز رتوں میں بھی
پرواز سے ڈرتے ہیں

سعید شباب:۔

ہنستا ہے نہ روتا ہے
دل کا محبت میں
یہ حال بھی ہوتا ہے

اک بوند کی ہستی ہے
دل کی حقیقت کیا
بس خون کی مستی ہے

نذر عباس:۔

دو لفظ کہانی کے
کاٹے نہیں کٹتے
یہ لمحے جوانی کے

یہ سلسلہ جاری ہے
پیار کی بازی تو
جیتی کبھی ہاری ہے

اجمل جنڈیالوی:۔

مرشد سے نہ پیروں سے
رفعت ملتی ہے
پاکیزہ ضمیروں سے

مولا کی عطائیں ہوں
سامنے آنکھوں کے
طیبہ کی فضائیں ہوں

ارشد نعیم:-

شب ڈھلنے والی ہے
سورج نکلے گا
ترے مکھ پر لالی ہے

ندیا کے کنارے ہیں
ہار کے جیتے تم
ہم جیت کے ہارے ہیں

نوید رضا:-

دھرتی پہ اُگے بوٹے
جاگ پڑی آنکھیں
پرخواب نہیں ٹوٹے

کمرے میں پڑے صوفے
درد جدائی کے
مرے ساجن کے تحفے

مجھے امید ہے کہ یہ ماہیے بارش کے پہلے قطروں کی طرح ثابت ہوں گے اور وہ تمام ماہیا نگار جو اَب تک بے خبری کے باعث تین یکساں مصرعوں کے ماہیے لکھتے رہے ہیں اب ماہیے کے اصل وزن (مفعول مفاعیلن/فعل مفاعیلن/مفعول مفاعیلن/۔۔یا۔۔ مفعول مفاعیلن/فعلن مفاعیلن/مفعول مفاعیلن) میں ماہیے کہنے لگیں گے اور پھر اس کے اصل وزن میں اپنے بھرپور تخلیقی ممکنات کو کھل کر سامنے آنے کا موقع دیں گے۔

(مطبوعہ ماہنامہ ''صریر'' کراچی شمارہ۔دسمبر 1992ء)

☆☆☆☆☆☆☆☆

ماہیے کے وزن کا مسئلہ

ناصر عباس نیر کو میں اردو تنقید میں ہوا کا تازہ جھونکا سمجھتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ مستقبل میں اردو تنقید میں جو بیش قیمت اضافے ہوں گے ان میں ناصر عباس نیر کا اہم حصہ ہوگا۔ اپنے مضمون ''ماہیا اور اردو میں ماہیا نگاری'' (مطبوعہ ''اوراق'' مئی جون 1993ء) میں ماہیے کی ابتداء، مزاج اور خدوخال کے بارے میں انہوں نے جو باتیں کی ہیں بڑی حد تک درست ہیں۔ ماہیا ''کتابِ دل'' ہے جس کی جتنی تفسیریں لکھی جائیں اپنی جگہ ہر تفسیر اہم ہوگی سو اس لحاظ سے ناصر عباس نیر نے جو کچھ لکھا ہے اس کی بھی اپنی ایک اہمیت ہے۔ مضمون کے دوسرے حصہ میں ماہیے کے وزن کے مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے ناصر عباس نیر درست نتیجے پر نہیں پہنچ سکے۔ پنجابی ماہیے کے وزن کو سمجھنے میں جو دھوکہ ہو رہا ہے اس کی وجہ سمجھ میں آتی ہے۔ اردو زبان میں ملفوظی اور غیر ملفوظی حروف کی پوری وضاحت موجود ہے۔ غیر ملفوظی حروف کو تقطیع میں شمار نہیں کیا جاتا۔ علم عروض میں اس کی باقاعدہ نشاندہی کردی گئی ہے۔ اردو کے برعکس پنجابی زبان میں ایسے اصول اور ضابطے موجود نہیں ہیں۔ پنجابی شاعری میں متعدد ایسے حروف کو گرا دیا جاتا ہے جو اردو میں ملفوظی شمار کئے جاتے ہیں اور حسب ضرورت متعدد ایسے حروف کو کھینچ کر لمبا کر لیا جاتا ہے جو اردو میں غیر ملفوظی ہیں۔ پنجابی زبان میں پائی جانے والی اس لچک کے باعث ماہیے کو کتابی سطح پر سمجھنے میں دھوکہ ہو رہا ہے۔ ناصر عباس نیر لکھتے ہیں:

''اگرچہ حیدر قریشی کے موقف سے ہم آہنگ پنجابی ماہیوں کی کثیر تعداد موجود ہے تاہم ایسے ماہیے بھی افراط سے مل جاتے ہیں جن کی تینوں لائنیں مساوی الوزن ہیں''......

تینوں لائنیں مساوی الوزن اس لئے دکھائی دیتی ہیں کہ ہم انہیں اردو عروض کے پیمانے سے

دیکھتے ہیں جس طرح ''ڈرامہ'' بنیادی طور پر ایسا کھیل جسے دیکھا جا سکے اور محض کتابی ڈرامہ خود ڈرامہ نگاری کے ساتھ ایک مذاق ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ڈرامہ اسٹیج نہ کیا گیا ہو یا فلمایا نہ گیا ہو تاہم اصل ڈرامہ وہی ہے جو اسٹیج کیا جا سکتا ہو یا فلمایا جا سکتا ہو۔ کچھ اسی انداز میں سمجھ لیں کہ ماہیا بنیادی طور پر گائی جانے والی لوک شاعری ہے اور اس کی اپنی مخصوص دھنیں ہیں۔ اس کی اصل دھن تو وہ ہے جس میں پنجاب کی دیہاتی عورتیں آج بھی شادی بیاہ کے موقع پر مزے مزے سے ماہیے گاتی ہیں۔ اسی دھن میں مسرت نذیر نے غیر فلمی ماہیے گائے تھے۔ (چٹا ککڑ بنیرے تے) جب فلم والوں کو ماہیے کی غنائیت اور مٹھاس کا اندازہ ہوا تو انہوں نے بھی متعدد فلموں میں ماہیے پیش کئے۔ ان ماہیوں میں بھی ماہیے کی اصل دھن کو ملحوظ رکھتے ہوئے نئی دھنیں تیار کی گئیں۔ فلمی دھنیں ہوں یا پنجاب کی دیہاتی عورتوں کی ماہیے والی خاص دھن ہو۔ ماہیے کی کسی بھی معروف دھن میں اس کا اصل وزن با آسانی دیکھا جا سکتا ہے۔ جب گائے گئے تینوں مصرعوں کا الگ الگ وزن نکالا جائے گا تو معلوم ہوگا کہ دوسرا مصرعہ جسے ہم پہلے اور تیسرے مصرعوں کے مساوی الوزن سمجھ بیٹھے ہیں در حقیقت مساوی الوزن نہیں ہے بلکہ تھوڑا سا کم ہے۔ اردو عروض کے برعکس پنجابی زبان کی لچک کے باعث ہم گائیکی میں اس کا وزن بخوبی سمجھ سکیں گے۔ ناصر عباس نیر کا پیش کردہ ایک پنجابی ماہیا ہے۔

کوٹھے اتوں اڈ کانواں
سد پٹواری نوں
جند ماہیے دے ناں لانواں

اگر تینوں مصرعے مساوی الوزن ہیں تو ماہیے کی ساری دھنوں میں آزما کر دیکھ لیں آپ پہلا مصرعہ ٹھیک لَے میں اٹھا لیں گے۔ تیسرے مصرعے کو بھی پہلے مصرعے کی لَے میں اٹھانا چاہیں تو کوئی دقت نہ ہوگی کیونکہ پہلا اور تیسرا دونوں مصرعے یکساں وزن کے ہیں لیکن اگر آپ دوسرے مصرعے کو بھی پہلے مصرعے کی لَے پر اٹھانا چاہیں تو پہلے لفظ پر ہی شدید جھٹکا لگے گا۔ وجہ یہی ہے کہ دوسرا مصرعہ وزن میں ''ایک سبب'' کم ہونے کے باعث پہلے مصرعے کی لَے پر پڑھا ہی

نہیں جا سکتا لیکن ناصر عباس نیر وزن کی اس نزاکت پر شاید پوری طرح غور نہیں کر سکے چنانچہ میری اس وضاحت اور دلیل کے باوجود لکھتے ہیں۔

''حیدر قریشی جسے لے کا ٹوٹنا کہتے ہیں وہ اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ ماہیے کی پہلی اور تیسری لائن ہم وزن ہونے کے ساتھ ہم قافیہ بھی ہوتی ہے جبکہ دوسری لائن ہم قافیہ نہیں ہے۔''

کاش ایسا ہوتا اور میں خوشی کے ساتھ اپنی غلطی یا بے خبری کا اقرار کر لیتا۔ اگر میں صرف غزل کا شاعر ہوتا اور جدید نظم سے بالکل بے بہرہ ہوتا تب بھی میں اس بات کو مان لیتا۔ میں نے دو چار اچھی نظمیں لکھی ہوں یا نہ لکھی ہوں لیکن میں جدید نظم کا ایک اچھا قاری ضرور ہوں۔ اس لئے قافیے کی عدم موجودگی سے مجھے کوئی دھوکہ نہیں ہو سکتا۔ دوسرے مصرعے کو لے پر اٹھانا چاہیں تو پہلے لفظ پر ہی جھٹکا لگتا ہے اور کسی مصرعے کے شروع میں تو قافیے کا کوئی مسئلہ نہیں ہو سکتا۔......تنویر بخاری اور ڈاکٹر ہوشیار پوری کے درمیان چونکہ ماہیے کے پہلے مصرعے کو ہی معیار سمجھ کر اس کی بحر کے تعین کی بحث چل نکلی تھی۔ اس لئے دونوں میں سے کسی نے بھی دوسرے مصرعے کے وزن کے فرق کی نزاکت پر دھیان نہیں دیا۔

میرے نزدیک ماہیے کا وزن کسی پنجابی یا غیر پنجابی دانشور نے طے نہیں کرنا صرف اسے دریافت کرنا ہے کیونکہ پنجابی ماہیے کا اصل وزن اس کے اندر موجود ہے۔ جو بھی ماہیے کی مخصوص دھنوں کے ذریعے اسے جاننا چاہے، جان سکتا ہے۔ تنویر بخاری اور ڈاکٹر جمال دونوں کی بیان کردہ بحریں اردو عروض کے لحاظ سے الگ الگ ہیں لیکن پنجابی زبان کی لچک کے باعث ڈاکٹر جمال والی بحر میں بھی ماہیا سما جاتا ہے۔

تنویر بخاری: مفعول مفاعیلن (مف+عول+مفا+عی+لن)=تین سبب اور دو وتد
ڈاکٹر جمال: فعلن فعلن فعلن (فع+لن+فع+لن+فع+لن)=چھ سبب

تنویر بخاری کے تین سبب اور دو وتد مجموعی طور پر چھ سبب کے برابر ہی بنتے ہیں......ڈاکٹر جمال کی بحر کو ماہیے کی دھن میں گائیں تو گا سکتے ہیں اور اس کے دوسرے مصرعے میں آسانی سے ایک سبب کم رکھا جا سکتا ہے۔

فعلن فعلن فعلن	کوٹھےاتوں اڈ کاواں
فعلن فعلن فع	سد پٹواری نوں
فعلن فعلن فعلن	جند ماہیے دے ناں لاواں

ماہیے کی ایک دونہیں بیس بحریں بیان کر دی جائیں ہر وہ بحر درست ہے جس میں ماہیا اپنی مخصوص دھن میں گایا جاسکتا ہے۔ڈاکٹر جمال اور تنویر بخاری کی بحروں کے حساب سے ماہیے کے دوسرے مصرعے کا وزن یوں بنے گا۔

تنویر بخاری: فعل مفاعیلن (فعل+مفا+عی+لن) دووتد+دوسبب

ڈاکٹر جمال: فعل فعلن فع (فع+لن+فع+لن+فع) پانچ سبب

یہ عجیب بات ے کہ میں نے محض ماہیے کی دھن کی بنیاد پر جو ماہیے کہے ہیں ان میں سے بعض میں دوسرے مصرعے میں دووتد اور دوسبب آئے ہیں مثلاً

مستی ہے ہواؤں میں
رات کی رانی کی
خوشبو ہے فضاؤں میں

اور بعض میں پانچ سبب آئے ہیں۔اس کا مطلب ہے دونوں ماہرین کی دریافت کردہ بحروں سے دوسرے مصرعے کا جو اصل وزن بنتا ہے وہ از خود میرے ماہیوں میں آتا رہا ہے اور ماہیے میں اس تصرف کی گنجائش موجود ہے۔میرے ماہیوں کے دوسرے مصرعے میں پانچ سبب آنے کی ایک مثال بھی دیکھ لیں۔

دن وصل کے تھوڑے ہیں
جی بھر کر مل لو
پھر لمبے وچھوڑے ہیں

اردو شاعری کی تین بڑی روایات گیت،غزل اور نظم مجھے ماہیے میں یک جا ہوتی دکھائی دے رہی ہیں۔ماہیا بنیادی طور پر ایک چھوٹی سی نظم ہے لیکن اس میں تین مصرعوں کے باوجود پہلے

اور آخری مصارع میں قافیہ ردیف کا التزام اسے غزل کے شعر کے قریب کر دیتا ہے۔پھر کوزے میں دریا بند کرنے کا غزل کے شعر کا وصف بھی ماہیے میں موجود ہے۔مزاجاً ماہیا گیت جیسا ہے۔ (اس حقیقت کا اظہار ناصر عباس نیر نے بھی کیا ہے) لہٰذا اگر اردو میں اس صنف کو پھلنے پھولنے کا موقع ملا تو اس کے وسیع تر امکانات کھل کر سامنے آئیں گے لیکن اس کے لئے بے حد ضروری ہے کہ اس کی بنیادی اینٹ درست رکھی جائے۔اس کے وزن کے معاملے میں دو طرح کے موقف سامنے آئے ہیں۔ایک تو وہ ادیب جو غلط فہمی کے باعث نیک نیتی سے یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ شاید ماہیے کے تینوں مصارع ہم وزن ہیں۔ان کی غلط فہمی کو اس طرح کے مضامین اور ادبی مباحث سے دور کیا جاسکتا ہے۔دوسرے وہ شعرائے کرام ہیں جو پہلے تو بے خیالی اور لاعلمی کے باعث تین یکساں وزن کے مصارع میں غلط ماہیے لکھتے رہے لیکن جب انہیں غلطی کی طرف توجہ دلائی گئی تو بجائے غلطی کی اصلاح کرنے کے اسے حق بجانب ثابت کرانے پر تل گئے۔

(مطبوعہ: ماہنامہ ''اوراق'' لاہور، شمارہ نومبر دسمبر 1993ء)

نوٹ: یہ مضمون ''اوراق'' میں خطوط کے صفحات میں شائع کیا گیا۔

☆☆☆☆

ماہیے کے بارے میں چند باتیں

ماہیا پنجابی زبان کا لوک گیت ہے جس کی ایک مخصوص دھن ہے اس کی گائیکی میں نئے نئے تجربے کئے گئے۔ان سب میں بھی اس کی مخصوص دُھن کی بنیاد قائم رکھی گئی۔ماہیے کو گہری نظر سے نہ دیکھا جائے تو یہ تین مساوی الوزن مصرعوں کی مختصر نظم دکھائی دیتی ہے لیکن اس کی مخصوص دُھن میں چھپے ہوئے اس کے اصل وزن کو دریافت کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کا پہلا اور تیسرا مصرع مساوی الوزن ہیں لیکن درمیان والا دوسرا مصرع اس وزن سے دو حرف کم ہے۔ پنجابی ماہیوں کو پاکستانی گلوکارہ مسرت نذیر نے ان کی مخصوص دیہاتی دھن میں گایا تھا۔ چٹا ککڑ بنیرے تے۔۔۔اسی دُھن کے وزن کے مطابق قمر جلال آبادی نے فلم ''پھاگن'' میں اردو ماہیے پیش کئے تھے۔تم روٹھ کے مت جانا/ مجھ سے کیا شکوہ/ دیوانہ ہے دیوانہ (آوازیں: محمد رفیع اور آشا بھوسلے) نئے ماہیا نگار اگر وزن کی تفہیم میں کوئی الجھن محسوس کرتے ہیں تو انہیں چاہئے کہ مسرت نذیر کے مذکورہ پنجابی گیت یا فلم ''پھاگن'' کے اس گیت کی دُھن کو ذہن نشین کر لیں۔ پھر انہیں درست پنجابی وزن کے ماہیے کہنے میں کوئی دقت نہ ہوگی بلکہ خود بخود روانی آتی جائے گی۔

اردو ماہیے کو تین یکساں مصرعوں کی نظم سمجھ لینے کی غلطی کے باعث اس میں بے جا تصرف اس حد تک بڑھ گیا ہے کہ شعراء کرام نے اپنی مرضی کی بحروں میں تین یکساں مصرعوں کے ثلاثی لکھ کر ان پر ماہیے کا عنوان چپکا دیا اس سلسلے میں یہ چند مثالیں بطور نمونہ پیش ہیں۔

اگرچہ اب قفس میں بھی نہیں ہوں
میں نیلے پانیوں پر کیا اڑوں گا
کہ اپنی دسترس میں بھی نہیں ہوں (مطبوعہ ''اوراق'' لاہور)

روشنی کا کہیں لشکر بھی نہیں
شب مرے شہر سے گذری لیکن
جاگتی صبح کا منظر بھی نہیں (مطبوعہ ''نئی شناخت'' کٹک)

بے آس نہ ہو کر جی
آئے گی تری منزل
کھا کھا کے تو ٹھوکر جی (مطبوعہ ''کتاب نما'' نئی دہلی)

شجر سے ٹوٹا
سکوت جیسے
حجر سے ٹوٹا (مطبوعہ ''گلبن'' احمد آباد)

ان ساری بحروں میں کہی جانے والی نظموں کو اور جو مرضی کہہ لیجئے یہ ماہیے ہرگز نہیں ہیں۔اصل ماہیا وہی ہے جو پنجابی ماہیے کے وزن کے مطابق ہوگا۔

کوٹھے اتوں اڈ کانواں
سد پٹواری نوں
جند ماہیے دے ناں لانواں

پاکستان میں اوراق، صریر اور تجدید نو میں ماہیے کی بحث کھل کر ہو رہی ہے اور اس کے نتیجہ میں شعراء کرام اصل وزن کی طرف رجوع کر رہے ہیں۔ پاکستان میں سعید شباب، شبہ طراز، اجمل جنڈیالوی، غزالہ طلعت، ارشد نعیم، نوید رضا، نذر عباس اور حیدر قریشی کے اصل وزن والے ماہیے چھپ چکے ہیں۔ بھارت میں نذیر فتح پوری اور رشید اعجاز نے اصل وزن کے ماہیے کہے ہیں۔صدف جعفری اور وقیع منظر نے بھی اصل وزن کے مطابق چند ماہیے پیش کئے ہیں۔اصل وزن کی وضاحت میں پانچ مضمون چھپ چکے ہیں۔ بھارت کے جن شعراء کو ابھی تک ماہیے کے

اصل وزن کا علم نہیں ہو سکا تھا، امید ہے کہ وہ اب اردو میں ماہیے کہتے وقت پنجابی ماہیے کے اصل وزن کو ملحوظ رکھیں گے کیونکہ اصل وزن سے انحراف والے ماہیے صرف ثلاثی کہلائیں گے۔

(مطبوعہ۔ دو ماہی ''گلبن'' احمد آباد شمارہ مئی جون 1994ء)

☆☆☆☆

اردو میں ماہیا نگاری

ادب میں نئے تجربات اس کی بقا اور ارتقا میں ہمیشہ اہم کردار ادا کرتے رہے ہیں۔ بے جان اور پھیکے تجربات چند دنوں کے شور شرابے کے بعد اپنی موت آپ مر جاتے ہیں جبکہ صحت منداور زبان سے موافقت رکھنے والے تجربات نئے ادب کی بنیاد بن جاتے ہیں۔ اردو میں ہائیکو کا مزاج جو جاپان کے فکری پس منظر سے مرتب ہوا تھا اسے نظر انداز کر دیا گیا بلکہ اس پر غور ہی نہیں کیا گیا۔ ہائیکو کے وزن کے معاملہ میں ۵، ۷، ۵ سلیبلز کی پابندی تو درکنار یار لوگوں نے تین یکساں وزن کے مصرعوں کی نظمیں لکھ کر انہیں ہائیکو قرار دے دیا۔ جب ان غلطیوں کی نشاندہی کی گئی تو بعض شعراء نے ہائیکو کو چھوڑ کر ماہیا نگاری شروع کر دی۔ ہائیکو کے مزاج کے مسئلہ کے برعکس ماہیے میں یہ خوبی موجود ہے کہ اس کا مزاج پنجاب کی مٹی میں گندھا ہوا ہے اور اردو میں اسے آسانی سے اور خوبصورتی سے رائج کیا جا سکتا ہے لیکن تین یکساں مصرعوں کے ہائیکو لکھنے والوں نے ماہیے کے وزن پر بھی غور کئے بغیر تین یکساں مصرعوں کے ماہیے لکھنا شروع کر دیئے۔

ماہیا بنیادی طور پر لوک شاعری ہے۔ پنجاب کے دیہات میں شادی بیاہ کے مواقع پر آج بھی ماہیے بڑے شوق سے گائے جاتے ہیں۔ ماہیا کی اپنی ایک مخصوص دھن ہے۔ مسرت نذیر کے گائے ہوئے ماہیے ''چٹا ککڑ بنیرے تے'' اسی مخصوص دھن میں گائے گئے ہیں۔ متعدد پاکستانی اور بھارتی فلموں میں بھی ماہیے بطور گیت گائے گئے ہیں۔ ان فلمی گیتوں میں موسیقی کے مختلف تجربات کرنے کے باوجود ماہیے کی بنیادی دھن کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ اس دھن کے مطابق ماہیے کے پہلے اور تیسرے مصرعوں کا وزن برابر ہوتا ہے لیکن دوسرے مصرعے کا وزن اس سے دو حرف یعنی ''ایک سبب'' کم ہوتا ہے۔

کوٹھے اتوں اڈ کانواں

سد پٹواری نوں

جند ماہیے دے ناں لانواں

اردو زبان میں زحافات کی نشاندہی کر دی گئی ہے چنانچہ شاعری میں ایسے حروف کو حسب ضرورت گرایا جا سکتا ہے۔ پنجابی زبان میں چونکہ ایسا کوئی کلیہ موجود نہیں پھر اس زبان میں لچک بھی بہت ہے اس لئے اس میں متعدد ایسے حروف کو بھی گرا دیا جاتا ہے جو اردو میں زحافات میں شامل نہیں۔ زبان کی اس لچک کے باعث پنجابی کے بعض ماہیوں سے یہ دھوکہ ہوا کہ شاید تین یکساں وزن کے مصرعے پنجابی ماہیے میں رائج ہیں۔ اس مغالطے کو ماہیے کی مخصوص دھن پر آزما کر آسانی سے سمجھا جا سکتا ہے۔ اپنی بات کو مثال دے کر واضح کرتا ہوں۔

چٹا ککڑ بنیرے تے

کاسنی دپٹے والیئے

منڈا صدقے تیرے تے

اس ماہیے کی گائیکی میں پہلے مصرعے کو معیار مقرر کر لیجئے۔ اسی لے میں اگر آپ تیسرے مصرعے ''منڈا صدقے تیرے تے'' کو اٹھانا چاہیں تو با آسانی اٹھا لیں گے کیونکہ پہلا مصرعہ اور تیسرا مصرعہ دونوں ہم وزن ہیں لیکن اسی لے پر اگر آپ دوسرے مصرعے (کاسنی دپٹے والیئے) کو اٹھانا چاہیں تو فوراً جھٹکا محسوس ہوگا اسی مقام پر ماہیے کے دوسرے مصرعہ کے فرق کی نزاکت کا پتہ چل جاتا ہے۔

اردو میں ماہیا نگاری کے شوق میں تین یکساں مصرعوں کی جو نظمیں لکھی گئیں ان میں بھی شعرائے کرام نے دریا دلی سے کام لیتے ہوئے من چاہی بحروں میں ماہیے ایجاد کر ڈالے۔ پنجابی ماہیے کے وزن کا خون کرنے والی چند مثالیں پیش ہیں۔

روشنی کا کہیں لشکر بھی نہیں

شب مرے شہر سے گذری لیکن

جاگتی صبح کا منظر بھی نہیں

(ماہیے از شارق جمال ناگپوری۔ مطبوعہ ماہنامہ ''نئی شناخت'' کٹک بھارت جلد نمبر ۱، شمارہ ۲)

اگر چہ اب قفس میں بھی نہیں ہوں

میں نیلے پانیوں پر کیا اڑوں گا

کہ اپنی دسترس میں بھی نہیں ہوں

(ماہیے از حسن عباس رضا۔ مطبوعہ ماہنامہ ''اوراق'' لاہور جون جولائی 1992ء)

آوارہ خیالوں سے

کیا حال ہوا میرا

خود اپنی ہی سوچوں سے

(ماہیے از دیپک قمر مجموعہ کلام دیپک قمر)

شجر سے ٹوٹا

سکوت جیسے

حجر سے ٹوٹا

(ماہیے از فیروز مرزا مطبوعہ دوماہی ''گلبن'' احمد آباد، جولائی، اگست 1993ء)

پنجابی ماہیے کے دوسرے مصرعے میں دو حروف کم ہونے کا جو نازک سا فرق ہے اسے عام اردو دان اگر نہیں سمجھ پائے تھے تو اردو میں بھی ایسے ماہیوں کی مثالیں پہلے سے موجود تھیں جن میں پنجابی ماہیے والے وزن کو برتا گیا تھا۔ قمر جلال آبادی نے فلم پھاگن کے لئے اور ساحر لدھیانوی نے فلم ''نیا دور'' کے لئے جو ماہیے لکھے تھے وہ نہ صرف پنجابی وزن کے مطابق تھے بلکہ ان کی دھنوں میں بھی پنجابی ماہیے کی بنیادی دھن کو ملحوظ رکھا گیا تھا۔ اردو کے ماہیا نگار اگر ان کے ماہیوں کے وزن پر ہی غور کر لیتے تو ماہیے کے نام پر تین یکساں مصرعوں کے ثلاثی کے ڈھیر نہ لگا دیتے۔ مذکورہ دونوں شعراء کے اردو ماہیے دیکھ لیں جو پنجابی ماہیے کے وزن کے عین مطابق ہیں۔

دل لے کے دغا دیں گے
یار ہیں مطلب کے
یہ دیں گے تو کیا دیں گے
(ساحر لدھیانوی)

تم روٹھ کے مت جانا
مجھ سے کیا شکوہ
دیوانہ ہے دیوانہ
(قمر جلال آبادی)

اردو ماہیے میں وزن کی درستی کے مسئلہ کی طرف توجہ دلانے کے بعد متعدد ادباء نے ہمارے موقف کی تائید کی ہے۔سعید شباب، افتخار احمد، خاور اعجاز، ملاپ چند، زاہد عباس، وحید انور، ناصر عباس نیر، غزالہ طلعت، پروفیسر عرش صدیقی اور ڈاکٹر فہیم اعظمی نے اس مسئلے کے مختلف پہلوؤں پر اپنی رائے کا اظہار کیا۔ بیشتر مضامین اور تاثرات ماہنامہ ''صریر''، ماہنامہ ''تجدید نو'' ماہنامہ ''اوراق'' اور ''ہند سماچار'' (جالندھر) میں شائع ہوئے۔ بحث کھل کر ہوئی تو ماہیا نگاروں نے اصل وزن پر غور کیا چنانچہ اب ماہیا نگاروں کی اکثریت اصل وزن کو ملحوظ رکھنے لگی ہے۔متعدد ماہیا نگاروں نے اصل وزن سے اپنی بے خبری کا اقرار کر کے درست وزن میں ماہیے کہے ایسے شعراء میں خاص طور پر بھارت سے رسالہ ''اسباق'' کے مدیر نذیر فتح پوری اور پاکستان سے رسالہ ''تجدید نو'' کی مدیرہ شبہ طراز قابل ذکر ہیں۔آخر میں درست وزن کو ملحوظ رکھنے والے ماہیا نگاروں کی چند مثالیں جن سے ماہیے کے وزن کو سمجھنے میں مزید آسانی ہوگی۔

گیتوں کی روانی ہے
بحر یہی یارو
ماہیے کی نشانی ہے
(سعید شباب)

امواج کے دھاروں تک
اپنی کہانی ہے
طوفان سے کناروں تک
(نذیر فتح پوری)

لفظوں پہ نہ جا بابا
عقل کی باتیں کیا
سن دل کی صدا بابا
(رشید اعجاز)

بھادوں کا مہینہ ہے
حبس کی نگری میں
دم سادھ کے جینا ہے
(امین خیال)

ہر بات بنا لے گا
اس کا زمانہ ہے
جو رنگ جما لے گا
(خاور اعجاز)

آنکھوں میں اداسی ہے
میری طرح شاید
دھرتی بھی پیاسی ہے
(ارشد نعیم)

میں تم کو سزا دیتی
پھول اگر ہوتے
کاپی میں چھپا لیتی
(شبہ طراز)

مرشد سے نہ پیروں سے
رفعت ملتی ہے
پاکیزہ ضمیروں سے
(محمد اجمل جنڈیالوی)

کمرے میں پڑے صوفے
درد جدائی کے
مرے ساجن کے تحفے
(نوید رضا)

سچائی گماں جیسی
رب نے بنائی نہیں
نعمت کوئی ماں جیسی
(غزالہ طلعت)

ہم سہمے پرندے ہیں
سبز رُتوں میں بھی
پرواز سے ڈرتے ہیں
(حسن عباس)

پھولوں سے بھری جھولی
چاند ستاروں کی
پنگھٹ پہ کھڑی ٹولی
(نذر عباس)

کھیتوں میں کھلی سرسوں
داغ جدائی کے
مٹ سکتے نہیں برسوں
(رستم نامی)

چنبیلی کی کلیاں تھیں
اپنی جوانی تھی
اور شہر کی گلیاں تھیں
(حیدر قریشی)

ان تمام ماہیا نگاروں کے یہ ماہیے اور ایسے ہی دیگر ماہیے پنجابی کے وزن کے مطابق ہیں۔ان سب کو ماہیے کی مخصوص دھن پر روانی سے گایا/گنگنایا جا سکتا ہے۔ایسے تمام اردو ماہیے جو

پنجابی کی دھن پر آسانی سے گنگنائے جا سکتے ہیں وہی درست ماہیے ہیں۔ اردو میں تین یکساں مصرعوں کے ثلاثی کو اور جو نام دے دیا جائے لیکن وہ ماہیے نہیں ہیں۔ خوشی کی بات ہے کہ ہماری تھوڑی سی محنت کے نتیجہ میں تین چار سال کے عرصہ میں ہی نہ صرف ماہیے کے وزن کے سلسلہ میں غلط فہمی دور ہوئی ہے بلکہ ماہیا نگاروں نے اصلاح احوال کے لئے درست وزن کو اپنا کر اردو ماہیے کے مزید امکانات کا در وا کر دیا ہے۔ وزن کی درستی کا مسئلہ طے ہونے کے بعد اب امید ہے کہ اردو ماہیا اپنے اصل مزاج کو برقرار رکھتے ہوئے موضوعاتی تنوع کے ساتھ ارتقائی منزلیں طے کرتا ہوا اردو شاعری کی ایک مقبول صنف بن جائے گا لیکن اس کے لئے ہمارے ماہیا نگاروں کو خاصی ریاضت کرنا ہوگی۔

(مطبوعہ ڈیلی جنگ، لندن ادبی صفحہ 2 جون 1994ء)

محبت کے پھول

(پیش لفظ)

ماہیا پنجابی زبان کا لوک گیت ہے۔ شادی بیاہ اور خوشی کی تقریبات میں پنجاب کے دیہات میں ماہیے بڑے شوق سے گائے جاتے ہیں۔ ماہیے کا پہلا اور تیسرا مصرعہ ہم وزن ہوتا ہے جبکہ درمیانی مصرعہ اس وزن سے ایک ''سبب'' یعنی دو حرف کم ہوتا ہے۔ پنجابی زبان اتنی لچکدار ہے کہ اس کے الفاظ کو ضرورت کے مطابق کھینچ کر لمبا بھی کر لیا جاتا ہے اور الانگ بھی لیا جاتا ہے۔ زبان کے اس لچکیلے پن کی وجہ سے بعض لوگوں نے یہ خیال کیا کہ پنجابی ماہیے کے تینوں مصرعے ہم وزن ہیں اور بعض نے یہاں تک کہہ دیا کہ اس کا دوسرا مصرعہ پہلے اور تیسرے مصرعے سے بڑھ بھی جاتا ہے۔ ایسی غلط فہمیاں ان لوگوں میں پیدا ہوئیں جنہوں نے ماہیے کو صرف تحریری صورت میں دیکھا لیکن جیسا کہ میں نے شروع میں عرض کیا ہے کہ ماہیا پنجابی زبان کا لوک گیت ہے۔ اس لوک گیت کی اپنی ایک مخصوص دھن ہے بہت سارے فلمی گیتوں میں ماہیے پیش کرتے وقت نئے نئے تجربات بھی کئے گئے لیکن تمام تجربات میں ماہیے کی بنیادی دھن کو ملحوظ رکھا گیا چنانچہ ماہیے کی تمام فلمی اور غیر فلمی دھنوں میں اس کی بنیادی دھن کی روح موجود ہے اسی روح سے ماہیے کے وزن کا فیصلہ ہوتا ہے کہ اس کا دوسرا مصرعہ پہلے اور تیسرے مصرعے سے ایک سبب کم ہوتا ہے۔

اردو میں ماہیے کا وزن ابھی تک ان دو صورتوں میں سامنے آیا ہے اور یہ دونوں وزن پنجابی ماہیے کے مطابق درست ہیں۔

ا۔	فعلن فعلن فعلن	کچھ رشتے ٹوٹ گئے
	فعلن فعلن فع	برتن مٹی کے
	فعلن فعلن فعلن	ہاتھوں سے چھوٹ گئے
۲۔	مفعول مفاعیلن	مل مہکی فضاؤں سے
	فعل مفاعیلن	یار نکل باہر
	مفعول مفاعیلن	اندر کے خلاؤں سے

اردو میں ماہیا نگاری کی موجودہ لہر کا آغاز اَسی کی دہائی میں ہوا۔تب شعرائے کرام نے پنجابی ماہیے کے وزن کی نزاکت پر غور کئے بغیر تین یکساں وزن کے مصرعوں کے انبار لگانے شروع کر دیئے۔کسی بھلے مانس کو اتنا خیال بھی نہ آیا کہ کبھی اپنے ''ماہیوں'' کو ماہیے کی دھن میں گنگنا کر بھی دیکھ لے۔ 1990ء میں جب ماہیے کے اصل وزن کی طرف توجہ دلائی گئی تو تین یکساں مصرعوں کے ثلاثی ماہیے کے نام سے پیش کرنے والے شعراء کرام نے بجائے اصلاح کے برہمی کا مظاہرہ شروع کر دیا۔تب میں نے ایک طرف ادبی رسائل میں وضاحتی خطوط اور مضامین چھپوائے تو دوسری طرف پنجابی ماہیے کے وزن کے مطابق اردو میں بھی ماہیے پیش کرنا شروع کر دیئے۔

میں ابتدائی تین چار برسوں میں صرف ۴۲ ماہیے کہہ سکا۔ وجہ یہ تھی کہ میں ماہیے کہنے کیلئے بھی اپنے تخلیقی لمحوں کی آمد کا منتظر رہتا تھا۔ یہ اولین بیالیس ماہیے میرے دوسرے شعری مجموعہ ''عمر گریزاں'' میں میری غزلوں اور نظموں کے ساتھ چھپ چکے ہیں۔ بعد میں ماہیے کی بحث مزید آگے بڑھی تو اس سے مجھے تحریک ملی اور جب شعراء کی بھاری اکثریت غلط وزن کو چھوڑ کر (میرے بیان کردہ) اصل پنجابی ماہیے والے وزن کو اپنانے لگی تو اس سے بھی مجھے داخلی طور پر خاصی تقویت ملی۔ چنانچہ وقفے وقفے سے آنے والی متعدد تخلیقی لہروں نے میری ماہیوں کی دو سینچریاں پوری کر دیں تو میں نے انہیں کتابی صورت میں پیش کرنے کا ارادہ کر لیا۔

پنجابی ماہیے کا پہلا موضوع تو اپنے ماہی سے باتیں کرنا اور اپنے ماہی کی باتیں کرنا ہی

ہے۔ان میں محبوب کے حسن و جمال کی باتیں، پیار کے اقرار اور پیار میں تکرار کی باتیں، عہد و پیمان، ہجر، وصال، گلے، شکوے اور معاملہ بندی کی حد تک پہنچی ہوئی چھیڑ چھاڑ کی باتیں شامل ہیں۔شادی بیاہ کے موقع پر مختلف انسانی جذبات کا اظہار بھی ماہیوں میں ہوتا ہے۔ ماہیے کے موضوعات میں وسعت پیدا ہوئی تو حمد، نعت، منقبت اور دعائیں بھی ماہیے کے روپ میں کہی گئیں۔زندگی کے مسائل دکھ سکھ، غم اور خوشیاں اور رشتہ داریاں بھی ماہیے کا موضوع بنتی گئیں۔ ماہیے میں جو بات بھی کہی جاتی ہے فلسفیانہ انداز کے بجائے دل میں اتر جانے والے انداز سے کہی جاتی ہے۔میرے اردو ماہیے، پنجابی ماہیے کی اسی روایت سے جڑے ہوئے ہیں۔سرائیکی النسل ہونے کے باوجود میری مادری زبان پنجابی ہے اس لئے پنجابی ماہیے کی روایت میرے اندر رچی بسی ہوئی ہے۔اس روایت سے منسلک رہ کر اردو میں ماہیے کہنے کے بعد مجھے ہمیشہ تخلیقی آسودگی کا احساس ہوا ہے۔باقی خوب سے خوب تر کی لگن تو آخر دم تک رہتی ہے۔

یوں تو ہر ماہیا اپنی جگہ مکمل نظم ہوتا ہے تاہم میرے بعض ماہیے ایک ہی موضوع کے تحت ایک ہی لڑی میں ہوتے گئے۔اپنے مولا کے حضور، سوہنی دھرتی، مکالمے کی صورت میں، ایک باغ میں ملنے والی ایک لڑکی، ۵ جولائی ۱۹۷۷ء، شادی بیاہ، پھر وہی داستاں اور اکتساب کے عنوان سے جو ماہیے اس کتاب میں شامل ہیں سب اپنی اپنی موضوعاتی لڑی میں پروئے ہوئے ہیں اور یہ ماہیے اسی تسلسل میں ہوئے تھے جبکہ باقی سارے ماہیے لخت لخت ہوئے تھے۔

''محبت کے پھول'' مرتب کرتے وقت میں نے ان ماہیوں کے موڈ اور موضوع کے مطابق الگ الگ سیٹ بنائے تو یہ بھی بڑی حد تک اپنے اپنے عنوان سے مربوط نظر آنے لگے۔تاہم یہ ماہیے بنیادی طور پر الگ الگ ہیں۔آپ جیسے چاہیں انہیں پڑھ سکتے ہیں۔

کیا ''محبت کے پھول'' کے ماہیے پنجابی ماہیے کے وزن، مزاج اور روح کے مطابق ہونے کے ساتھ ماہیا نگاری میں کسی نئی خوشبو کا احساس دلاتے ہیں؟ اس کا فیصلہ محبت کرنے والے قارئین نے کرنا ہے۔

(مطبوعہ ماہیوں کا مجموعہ ''محبت کے پھول'' ۱۹۹۶ء)

خط بنام ایڈیٹر ماہنامہ تجدید نو، لاہور

(یہ خط تجدید نو میں شائع نہیں ہوسکا)

محترمہ عذرا اصغر صاحبہ، سلام مسنون

''تجدید نو'' کا ''المیہ کراچی نمبر'' موصول ہوا۔ اس موضوع کے حوالے سے میرا خط شائع کرنے کا شکریہ۔ میں نے جولائی کے ''تجدید نو'' میں ایک صاحب کی بدنیتی اور غلط بیانیوں کی نشاندہی کر کے حقیقت واضح کی تھی۔ اس کے جواب میں موصوف اس بار خاصے مغلوب الغضب نظر آرہے ہیں۔ میں نے پانچ اہم نکات اٹھا کر ان کی تضاد بیانی یا جھوٹ کو ثابت کیا تھا۔ ان میں سے کسی ایک کا بھی انہوں نے جواب دینے کی زحمت گوارا نہیں کی۔ اس کی بجائے انہوں نے نمبر لگا کر 9 ایسے نتائج میرے خط سے اخذ کئے ہیں جس میں سے ایک بھی میرے خط میں نہیں ہے۔ میرا خط جولائی کے ''تجدید نو'' میں چھپا ہوا موجود ہے۔ آخر موصوف کس کی آنکھوں میں دھول جھونکنا چاہتے ہیں؟ موصوف نے حمایت علی شاعر، ڈاکٹر فہیم اعظمی اور احمد صغیر صدیقی کو بھی بلا وجہ گندا کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کے نو کے نو نکات اور ان کا غیر مہذب لہجہ ان کے اندر کے مسئلے کو نمایاں کر رہا ہے۔ میں پہلے بھی ان کے جھوٹ نشان زد کر چکا ہوں۔ اب مذکورہ بالا نو نکات کے علاوہ (جو جھوٹ کا پلندہ ہیں) ان کا ایک اور جھوٹ بھی نشان زد کئے دیتا ہوں۔ موصوف لکھتے ہیں۔

''حیدر قریشی صاحب نے لکھا ہے کہ جب ماہیا تحریری صورت میں ہی موجود نہیں تھا تو اس کے وزن کا کیسے پتہ چل سکتا ہے'' (ص ۱۲۴) یہ بندر کی بلا طویلے کے سر کیوں؟ میرے خط مطبوعہ جولائی 1996ء کے دوسرے نکتے کو دیکھ لیں۔ یہ خود ان کے اپنے الفاظ تھے جو میں نے کا ماز

میں درج کر کے پھر اس پر اپنا موقف واضح کیا ہے لیکن موصوف کا کمال دیکھ لیں کہ بڑی دلیری سے ''اپنا فرمان'' میرے کھاتے میں ڈال کر حکم صادر کرنے لگے ہیں۔

میں نے ان کی اس غلط بیانی کی نشاندہی کی تھی کہ وہ بے جا طور پر نثار ترابی کی کتاب کو ماہیوں کا اولین مجموعہ قرار دے رہے ہیں۔ اس پر انہوں نے کسی ندامت کی ضرورت محسوس نہیں کی۔

میں نے لکھا تھا کہ موصوف اپریل 1993ء میں دونوں اوزان کے ماہیے رائج ہونا مان چکے تھے۔ اب صرف تین ہم وزن مصرعوں کے ماہیوں کو ماہیا قرار دے رہے ہیں۔ موصوف نے اپنے اس تضاد کا کوئی جواب نہیں دیا۔

اپنے اپریل 1996ء والے خط میں میں نے لکھا تھا ''مزے کی بات یہ ہے کہ ساحر لدھیانوی کی مثال پہلے پہل اس طبقے کی طرف سے دی گئی تھی جو تین یکساں مصرعوں کے ثلاثی ماہیے کے نام سے پیش کر رہے تھے تب ہم نے انہیں یہ بتایا تھا کہ یہ مثال ہمارے حق میں جاتی ہے۔''

انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ اس کے بعد یا تو موصوف تحقیق کر کے ہماری دلیل کو رد کرتے یا شرافت سے مان لیتے لیکن دیکھیں اس کا جواب ان کے طنزیہ نکات میں کیسے عالمانہ انداز میں دیا گیا ہے۔

''اب یہ تحقیق ضروری ہے کہ ساحر لدھیانوی کو پنجابی زبان وادب کا بڑا نقاد تسلیم کروایا جائے تاکہ پنجابی زبان اور ادب کے حوالے سے ان کی رائے کو مستند مانا جا سکے۔'' 9 طنزیہ نکات میں جو انہوں نے خود ہی گھڑ کر مجھ سے منسوب کر دیئے، انہوں نے صرف اپنے دل کی بھڑاس نکالی ہے۔ اس کے باوجود ان کی ''عالی ظرفی'' ملاحظہ ہو، کہتے ہیں ''حیدر قریشی صاحب نے قارئین تجدید کو یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ میں نے ناراضگی کے باعث اپنا موقف تبدیل کیا ہے۔ جہاں تک ناراضگی کا تعلق ہے تو میں ان سے کیوں ناراض ہوں گا۔ ادبی سطح پر اختلاف تو دوستوں میں بھی ہوسکتا ہے۔''

ان کے خط کی زبان کتنی علمی اور ادبی ہے یہ تو اب تجدید کے ریکارڈ پر موجود ہے۔

موصوف نے مجھے ایک قیمتی مشورہ بھی دیا ہے ''ان کو اپنی تخلیق کی طرف توجہ دینا ضروری ہے جو ساری پبلک ریلیشنگ کے باوجود زندہ درگور ہونے پر تلی ہوئی ہے۔افسوس کہ ان کو اپنی غیر معیاری تخلیقات کی اشاعت کے لئے سینکڑوں جرمن مارک صرف کرنا پڑ رہے ہیں۔''

میں ان کا شکر گذار ہوں کہ وہ میری تخلیقات کو زندہ درگور ہونے سے بچانا چاہتے ہیں اور میرے جرمن مارکوں کے زیاں کا بھی انہیں افسوس ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ انہیں صرف اس زیاں کا افسوس ہے کہ میں پاکستانی رسائل ان کے ذریعے منگوایا کرتا تھا لیکن ایک معاملے میں ان کی بد نیتی اور مالی معاملے میں غبن کے بعد میں نے ان سے قطع تعلق کر لیا تھا۔سو میں تو جرمن مارکوں کے زیاں سے بچ گیا ہوں۔ویسے موصوف خود گواہی دیں گے کہ میں تو پاکستانی رسائل براہ راست منگوانے کی بجائے پاکستانی حساب سے سالانہ چندہ ادا کر کے ان کی معرفت منگاتا تھا۔کسی ادبی رسالے کا صرف سالانہ چندہ ادا کرنا اگر گناہ ہے تو میں اس کا مجرم ہوں۔تخلیق ساری زندگی مجھے مفت ملتا رہا ہے۔کیا اب اس کا پاکستانی حساب سے سالانہ چندہ ادا کرنا جرم ہے؟ جبکہ ابھی بھی بعض رسائل مجھے فری آ رہے ہیں حالانکہ ان پر بھاری ڈاک خرچ بھی ہوتا ہے۔خود ''تجدید نو'' مجھے فری آ رہا ہے۔البتہ اب میں اس کا سالانہ چندہ ضرور ادا کروں گا۔

پبلک ریلیشنگ کے حوالے سے موصوف کے کردار کی ایک ہلکی سی جھلک بھی دکھاتا چلوں۔میں نے انہیں 1994ء میں ایک رسالے کے لئے ایک غزل بھیجی ساتھ ہی لکھا کہ اس میں میں نے محاورہ توڑنے کا تجربہ کیا ہے ممکن ہے بعض لوگ اس پر اعتراض کریں۔تب موصوف نے مجھے بڑی محبت سے لکھا کہ آپ فکر نہ کریں کسی قسم کا بھی اعتراض ہوا تو آپ مجھ سمیت شیخوپورہ کے تمام دوستوں کو جواب دینے کیلئے مستعد پائیں گے۔1994ء تک جو صاحب میری حمایت میں یوں کمربستہ تھے وہ اب مخالفت پر کمربستہ ہیں تو اس کی وجوہات کا اندازہ اہل نظر ویسے ہی کر لیں گے۔میرے نزدیک ماہیے کے حوالے سے ان کی ساری مخالفت ذاتی رنجش کی زائیدہ ہے۔مجھے خوشی ہے کہ ایسے خطوط کے نتیجہ میں عارف فرہاد جیسے عمدہ شاعر بھی درست وزن کو اپنا چکے ہیں۔اس سلسلے میں عارف فرہاد کے ایک خط کا اقتباس دے دینا ضروری سمجھتا ہوں تا کہ ''یار لوگوں'' کو

اندازہ ہو جائے کہ ان کی بے جا مخالفت ماہیے کے لئے دیسی کھاد کا کام دے رہی ہے۔عارف فرہاد لکھتے ہیں۔

''میں نے اوراق، تجدید نو اور دیگر ادبی پرچوں میں چھپنے والے وہ خطوط بھی پڑھے ہیں جو ماہیے کے حوالے سے تحریر کردہ ہیں اور آپ کے حالیہ خط پر بھی غور کیا ہے۔واقعی آپ کا موقف درست ہے کہ اصل وزن ہے۔

فعلن فعلن فعلن
فعلن فعلن فع
فعلن فعلن فعلن

میں سمجھتا ہوں کہ مساوی الاوزان ماہیے کچھ لوگ اس لئے لکھ رہے ہیں کہ انہیں لکھتے وقت کوئی مشکل پیش نہیں آتی۔میری اس سلسلے میں مختلف معاصرین سے بات چیت ہوئی ہے...... آپ کے موقف پر غور کیا جائے تو دل راضی ہو جاتا ہے۔ایک بات جو بھلی معلوم ہوتی ہے وہ دھن والی ہے۔''

(مکتوب عارف فرہاد بنام حیدر قریشی مورخہ یکم اگست 1996ء)

اور آخر میں موصوف کے ممدوح تنویر بخاری صاحب کی کتاب ''ماہیا فن تے بنتر'' کا ایک اقتباس۔ماہیے کی بحث کے حوالے سے موصوف مکتوب نگار کے لئے درج کر رہا ہوں۔شاید انہیں ذاتی رنجش سے باہر آ کر غور و فکر کا موقع مل جائے۔

''مینوں احساس اے کہ کسے سانجھی گل دا سٹا کڈھنا کسے کلے جنے دا کم نہیں ہوندا، سارے جنے نہیں تاں کوئی پریہہ پنچایت رل کے ایہدا فیصلہ کر سکدی اے۔کسے اک دی متھی ہوئی گل پردھان نہیں ہوندی'' (ماہیا فن تے بنتر صفحہ 43)

عذرا صاحبہ! مہربانی کر کے میرا یہ خط فائل میں بھی سنبھال کر رکھیں کیونکہ تجدید میں اس کی اشاعت کے دوران اگر کتابت کی کوئی غلطی رہ جائے تو ''یار لوگوں'' کو کتابت کی غلطی میرے کھاتے میں ڈالنے کا موقع نہ ملے۔

عرفی تو می اندیش زغوغائے رقیباں۔

والسلام نیک تمناؤں کے ساتھ

حیدرقریشی، جرمنی

18 جنوری1997ء

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اردو ماہیا......کل اور آج

حالیہ چند برسوں میں ماہیے کے وزن اور مزاج کی بحث نے نہ صرف پنجابی ماہیے کے خدوخال کو واضح کیا ہے بلکہ اردو ماہیے کو درست سمت میں لا کے اس کے دامن کو بھی وسیع کیا ہے۔ بمشکل پانچ سال کے عرصہ میں اس موضوع نے شعراء کرام کو اپنی طرف متوجہ کیا اور ماہیا نگاروں کی ایک بڑی تعداد کو درست وزن اور مزاج کی ماہیا نگاری کی طرف مائل کر دیا۔ ماہیے کے وزن کے سلسلے میں ابتداء میں یہ موقف اختیار کیا گیا کہ ماہیا تین ہم وزن مصرعوں پر ہی مشتمل ہوتا ہے(۱) جب اردو دنیا کو بتایا گیا کہ ماہیے کا دوسرا مصرعہ، اس کے پہلے اور تیسرے مصرعہ سے ''ایک سبب'' کم ہوتا ہے(۲) تب ماہیے کی بحث کھل کر ہونے لگی چنانچہ بعض ادیبوں نے یہ موقف بیان کیا کہ ماہیے کے دونوں وزن درست ہیں۔ (۳) یعنی تینوں مصرعے ہم وزن بھی ہو سکتے ہیں اور دوسرے مصرعے میں ''ایک سبب'' کم بھی ہوسکتا ہے۔ بعض دوستوں نے پنجابی ماہیے کو اردو عروض پر جانچنے کے بعد یہ خیال ظاہر کیا کہ ماہیے کا دوسرا مصرعہ پہلے اور تیسرے مصرعہ سے ''ایک سبب'' کم بھی ہوسکتا ہے، ہم وزن بھی ہوسکتا ہے اور ''ایک سبب'' زائد بھی ہوسکتا ہے۔(۴) ماہیے کے وزن کی بحث میں شریک بیشتر ادباء نیک نیتی سے درست نتیجہ پر پہنچنے کی کوشش کر رہے تھے تاہم بعض احباب محض اس لئے مغالطے کا شکار ہوئے کہ پنجابی زبان میں اردو جیسے قواعد وضوابط کی عدم موجودگی کے باوجود پنجابی ماہیے کو اردو کے لسانی پیمانے سے جانچنے کی کوشش کرتے رہے۔ پنجابی زبان میں لسانی قواعد وضوابط کی عدم موجودگی کے باعث متعدد حروف کو شعری ضرورت کے مطابق گرا بھی لیا جاتا ہے اور زیادہ کھینچ کر لمبا بھی کر لیا جاتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ بعض دوستوں کو تینوں ہم وزن مصرعوں والے ماہیے بھی دکھائی دیئے۔ دوسرے مصرعہ میں ''ایک سبب'' کم والے بھی محسوس

ہوئے اور دوسرے مصرعہ میں ایک سبب زائد والے بھی نظر آئے۔ میں نے اور بعض دیگر احباب نے اس سلسلے میں وضاحت کی تھی کہ پنجابی ماہیے کی ایک مخصوص دھن ہے اور اسی دھن سے اس کے اصل وزن کو دریافت کیا جا سکتا ہے۔(۵) مسرت نذیر کے گائے ہوئے غیر فلمی ماہیوں اور فلم ’’پھاگن‘‘ میں گائے ہوئے محمد رفیع اور آشا بھوسلے کے ماہیوں کا متعدد بار حوالہ دیا جا چکا ہے یہاں دونوں کا ایک ایک ماہیا پھر درج کر رہا ہوں۔

چٹا ککڑ بنیرے تے	تم روٹھ کے مت جانا
کاسنی دپٹے والیئے	مجھ سے کیا شکوہ
منڈا صدقے تیرے تے	دیوانہ ہے دیوانہ
(مسرت نذیر)	(رفیع+آشا)

ان دونوں دھنوں کی بنیاد پر ماہیے کے یہ دو وزن دریافت ہوتے ہیں۔

۱۔	مفعول مفاعیلن	۲۔	فعلن فعلن فعلن
	فعل مفاعیلن		فعلن فعلن فع
	مفعول مفاعیلن		فعلن فعلن فعلن

بنظر غائر دیکھا جائے تو پہلا وزن دراصل دوسرے وزن کی تھوڑی سی بدلی ہوئی صورت ہے۔یعنی۔

مفعولمفاعیلن
فعلم فاعی لن
مفعولمفاعیلن

سو ہم یہاں فعلن والے وزن کے حوالے سے ہی بات آگے بڑھائیں گے۔ ماہیے کے وزن کے سلسلے میں اب تک جو تین مختلف وزن بیان کئے گئے ہیں وہ تقطیع کر کے کچھ یوں ظاہر ہوتے ہیں۔

دوسرے مصرعہ میں ایک سبب کم والا وزن:۔

فعلن فعلن فعلن
فعلن فعلن فع
فعلن فعلن فعلن

تینوں مصرعے ہم وزن ہونے والا وزن:۔

فعلن فعلن فعلن
فعلن فعلن فعلن
فعلن فعلن فعلن

دوسرے مصرعے میں ایک سبب زائد والا وزن:۔

فعلن فعلن فعلن
فعلن فعلن فعلن فع
فعلن فعلن فعلن

اگر پنجابی ماہیوں کو اردو کے ضابطوں کے مطابق پرکھیں تو یقیناً دوسرے مصرعہ میں یہ تینوں صورتیں دکھائی دیتی ہیں بلکہ پہلے اور تیسرے مصرعوں کا وزن بھی خلط ملط ہوتا دکھائی دے گا۔ایسا صرف اس لئے ہے کہ پنجابی زبان اردو جیسے لسانی ضابطے نہیں رکھتی اور حروف کو حسب ضرورت چھوٹا یا لمبا کر لیا جاتا ہے لیکن ماہیا بنیادی طور پر لوک گیت ہے۔اس کی مخصوص دھن ہے اور اس کی دھن میں اس کا اصل وزن محفوظ ہے چنانچہ دھن سے ماہیے کے وزن کو دریافت کرنا آسان ہو جاتا ہے۔اوپر درج کئے گئے مسرت نذیر اور رفیع و آشا کے ماہیوں کی دھنوں پر ماہیے کے بیان کئے گئے تینوں اوزان کو گنگنانے کی کوشش کریں تو حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔صرف دوسرے مصرعہ میں ایک سبب کم والا وزن آسانی اور روانی سے گنگنایا جا سکتا ہے......اس وزن کو گنگنائیے۔

فعلن فعلن فعلن
فعلن فعلن فع

فعلن فعلن فعلن

دھن یہ ہونی چاہئے۔

تم روٹھ کے مت جانا
مجھ سے کیا شکوہ
دیوانہ ہے دیوانہ

یا

چٹا ککڑ بنیرے تے
کاسنی دوپٹے والیے
منڈا صدقے تیرے تے

اس دھن پر دوسرے مصرعہ میں صرف اڑھائی بار فعلن گنگنایا جا سکتا ہے۔ تین بار یا ساڑھے تین بار فعلن ماہیے کی دھن میں آ ہی نہیں رہا۔ ماہیے کے وزن میں دوسرے مصرعہ کی نزاکت کو سمجھنے اور پرکھنے کی یہ بنیادی کلید ہے، اس سے ہی سارا فیصلہ ہو جاتا ہے۔ یہاں ایک ضروری وضاحت بھی کر دوں۔ اردو میں ماہیا کہتے وقت بعض ایسے ماہیوں سے مغالطہ ہو سکتا ہے جن میں زحافات کی رعایت سے فائدہ اٹھایا گیا ہو......مثلاً سعید شباب کا ایک ماہیا ہے۔

کب اس نے پکارا تھا
دل کی تھی خوش فہمی
اور وہم ہمارا تھا

اس میں دوسرا مصرعہ اردو قواعد کی رعایت کے مطابق درست وزن میں ہے۔ ''دل ک تھ خش فہمی'' ایسا جائز ہے لیکن فی الوقت خلط مبحث سے بچنے کے لئے میں نے سعید شباب کو مشورہ دیا تھا کہ وہ دوسرے مصرعہ میں سے لفظ ''تھی'' کو حذف کر کے اسے ''دل کی خوش فہمی'' کر لیں تا کہ ماہیے کے خدوخال کو واضح کرنے میں کسی بھی طرف سے ہونے والی امکانی کج بحثی سے بچا جا سکے۔ سو اصولاً ایسے ماہیے دونوں صورتوں میں درست ہیں اور ان سے ماہیے کے دوسرے مصرعہ کا ہم وزن ہونا ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔

جن ادیبوں نے سنجیدگی سے ماہیے کی بحث میں مضامین یا خطوط کے ذریعے اپنا موقف پیش کیا ہے وہ تمام ادباء قابل احترام اور تحسین کے لائق ہیں کہ انہوں نے نیک نیتی سے اس مسئلے کو سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کی ہے تاہم بعض کرم فرماؤں نے ''خطوط بازی'' کی سطح پر رہ

کر اس بحث کو خراب کرنے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ حال ہی میں یہ کہا گیا ہے کہ ماہیے کی تو کئی اقسام ہیں۔ کہنے والے نے کوئی نئی بات نہیں کہی لیکن بات اس ڈھنگ سے کہی گئی ہے کہ اردو ماہیے کی قابل قدر پیشرفت کو گرد آلود کیا جا سکے حالانکہ میں دسمبر 1992ء کے ''صریر'' میں اس حوالے سے بھی یہ بات لکھ چکا ہوں۔

''ماہیا کی وہ صنف زیادہ مقبول اور معروف ہوئی جو تین مصرعوں پر مشتمل ہے۔ دوسری ہئیت کے ماہیے سننے والوں نے عام لوک گیتوں میں شمار کئے۔''

اردو میں تا حال پنجابی کا وہی ماہیا رائج اور زیر بحث ہے جو تین مصرعوں پر مشتمل ہے۔ کسی دوسری قسم کے ماہیوں کا ذکر کرنے والوں کا فرض بنتا ہے کہ وہ اصل بحث سے فرار کے لئے غلط بحث کرنے کی بجائے یا تو اپنے بیان کردہ ماہیوں کو اردو میں رائج کریں یا بحث کو اسی ماہیے تک محدود رکھیں جو اردو میں رائج ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اردو میں ماہیے کے وزن کی بحث اس طرح نکھر کر سامنے آ چکی ہے کہ اب پنجابی ادب کے سکالرز بھی اس سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

جہاں تک ماہیے کے مزاج کا مسئلہ ہے اس سلسلہ میں کوئی حتمی بات کرنا اس لئے مشکل ہے کہ یہ زیادہ تر اپنے اپنے ذوق پر منحصر ہے۔ خود پنجابی میں ایسے ماہیے موجود ہیں جنہیں مزاج کی کسی خاص حد میں لانا مشکل ہے۔ مثلاً

باگے وچ دریاں نیں
اللہ میاں پاس کرے
اساں فیساں بھریاں نیں

حمد، نعت، منقبت والے ماہیے اور زندگی کے تلخ مسائل والے پنجابی ماہیے بھی ۔۔۔۔اس مزاج سے خاصے مختلف ہیں جو پنجابی ماہیے کی عمومی پہچان ہے۔ ماہیے کے مزاج کے حوالے کو ماہیے کے موضوعات میں وسعت پیدا ہونے میں روک نہیں بننا چاہئے کیونکہ غزل بھی جو کل تک صرف عورتوں کی باتیں کرنے یا عورتوں سے باتیں کرنے تک محدود تھی، آج اپنی بنیاد پر قائم رہتے ہوئے زندگی کے کتنے ہی موضوعات کا احاطہ کر چکی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ پنجاب

سے تعلق رکھنے والے ماہیا نگاروں کے ہاں عام طور پر ماہیے کا مزاج از خود آ سکتا ہے۔ بہ نسبت ان ماہیا نگاروں کے جو پنجاب سے تعلق نہیں رکھتے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ پنجاب سے تعلق رکھنے والے بعض ماہیا نگاروں نے بھی بڑے ہی بے رس ماہیے کہے ہیں اور پنجاب سے تعلق نہ رکھنے والوں نے ایسے ایسے ماہیے بھی کہے ہیں جو وزن اور مزاج دونوں لحاظ سے عمدہ اور خوبصورت ہیں۔ پہلے پنجاب سے تعلق رکھنے والے ایسے ماہیا نگاروں کے ماہیے دیکھیں جو درست وزن کو اپنانے اور پنجابی ہونے کے باوجود پھیکے اور اوپرے سے ماہیے کہہ رہے ہیں۔

مجبور نہیں ہیں ہم
لوٹ کے آئیں گے
تم آنکھ نہ کرئیو نم

آنکھوں میں سپنے ہیں
بیرن دنیا میں
یہ روگ ہی اپنے ہیں

اک تیری نشانی ہے
میری اکھین میں
دریا کی روانی ہے

سویا بھی نہیں جاگا
ہوش میں آ جاؤ
ابھی وقت نہیں بھاگا

یہ مثالیں کسی کی دل آزاری کے لئے نہیں دی گئیں اسی لئے میں نے ماہیا نگاروں کے نام نہیں دیئے۔ ان مثالوں سے محض یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ پنجابی ذہن اور دل رکھنے والے شاعر بھی ماہیے کے عمومی مزاج سے پرے ہو کر ماہیے لکھ سکتے ہیں۔ اسی طرح غیر پنجابی ہونے کے باوجود ماہیے کہنے والے بھی ایسے ماہیے کہہ سکتے ہیں جو بڑی حد تک پنجابی مزاج کے مطابق ہیں۔ چند مثالیں دیکھ لیں۔

امواج کے دھاروں تک
اپنی کہانی ہے
طوفاں سے کناروں تک

(نذیر فتح پوری۔ راجستھان)

ہے رنگ بہت گہرا
سرخی اناروں کی
تکتی ہے ترا چہرہ

(انور مینائی۔ کرناٹک)

ساون کی فضاؤں میں
خوشبو کا افسانہ
زلفوں کی گھٹاؤں میں

(مناظر عاشق ہرگانوی۔ بہار)

لفظوں پہ نہ جا بابا
عقل کی باتیں کیا
سن دل کی صدا بابا

(رشید اعجاز پونہ)

اردو ماہیے کے معیار کو بہتر سے بہتر بنانے کے لئے، ماہیے کے دامن کو وسیع کرنے کے عمل میں رکاوٹ ڈالے بغیر ماہیے کے مزاج کو برقرار رکھنے کی مثبت تلقین ساتھ ساتھ جاری رہنی چاہئے تاہم ماہیے کے موضوعات میں وسعت آنے سے نئے تجربات میں اگر بعض تجربات کچھ کچے اور ادھورے رہ جائیں تو انہیں برداشت کر لینا چاہئے کہ ایسے ادھورے اور کچے تجربات کے نتیجہ میں نئے اور بہتر تجربات کی راہیں بھی نکلیں گی یوں اس دور میں کئے جانے والے بیشتر تجربات آنے والے دور میں اردو ماہیے کی تاریخ کا ایک قیمتی حصہ قرار پائیں گے۔

گذشتہ چند برسوں میں اردو ماہیے کے درست وزن کو حیرت انگیز مقبولیت حاصل ہوئی۔ 40 سے زائد شعراء درست وزن میں ماہیے کہہ چکے ہیں۔ اردو میں درست وزن کے ماہیا نگاروں کی نا تمام فہرست میں یہ نام آتے ہیں۔ قمر جلال آبادی، ساحر لدھیانوی، ڈاکٹر صابر آفاقی، امین خیال، پروین کمار اشک، یوسف اختر، نذیر فتح پوری، ضمیر اظہر (مرحوم)، رشید اعجاز (مرحوم)، ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی، انور مینائی، سعید شباب، قاضی اعجاز محور، فرحت نواز، منزہ اختر شاد، اجمل پاشا، ندیم شعیب، شجاعت علی راہی، غزالہ طلعت، عارف فرہاد، شاہدہ ناز، صدف جعفری، خاور اعجاز، حسن عباس رضا، رانا غلام شبیر، نذر عباس، قمر ساحری، آل عمران، رستم نامی، نیاز احمد مجاز، وقیع منظر، بقا صدیقی، افتخار شیخ، منظر نقوی، نوید رضا، تنویر نوازش، شبہ طراز، بسمہ طاہر، اجمل جنڈیالوی، ذوالفقار احسن، ایم اے تنویر، ارشد نعیم، طفیل خلش، بشارت احمد بشارت، طاہر

مجید،احمد حسین مجاہد۔

ان میں بعض ایسے صاحبان ہیں جنہوں نے گنتی کے چند ماہیے کہے ہیں۔بعض ایسے ہیں جنہوں نے غلط وزن کی ماہیا نگاری کے ساتھ درست وزن میں بھی طبع آزمائی کر لی ہے۔بعض ایسے ماہیا نگار ہیں جنہوں نے شروع میں غلط وزن میں ماہیے کہے، پھراس وزن کو ترک کر کے اب صرف درست وزن میں ماہیا نگاری کر رہے ہیں۔بعض ایسے دوست ہیں جنہیں وزن پر پوری گرفت حاصل نہیں چنانچہ ان کے ہاں ٹھیک وزن والے چند ماہیوں کے ساتھ بعض بے وزن اور بے ربط سے ماہیے بھی ملتے ہیں تاہم ان میں ایک بڑی تعداد ان ماہیا نگاروں کی ہے جو درست وزن کو اپنا کر اور ماہیے کے مزاج کو سمجھ کر ماہیا نگاری کے فروغ میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ان میں بعض ایسے اہم ماہیا نگار بھی ہیں جو بنیادی طور پر پنجابی کے شاعر اور ادیب ہیں اور انہوں نے اردو میں ماہیے کہہ کر پنجابی کے تخلیق کاروں کا موقف تاریخ کے ریکارڈ میں محفوظ کر دیا ہے۔

پانچ برس کے مختصر عرصہ میں میرے ماہیوں کا مجموعہ ''محبت کے پھول'' منظر عام پر آ چکا ہے۔بھارت سے ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی نے ''رم جھم رم جھم'' کے نام سے 11 ماہیا نگاروں کا ایک اہم انتخاب مرتب کر کے چھاپ دیا ہے۔پروفیسر قمر ساحری کے ماہیوں کا دیوان ''بادِ سبز'' اور نذیر فتح پوری کے ماہیوں کا مجموعہ ''ریگِ رواں'' چھپنے کی خبریں بھی آ چکی ہیں۔امین خیال، پروین کمار اشک، یوسف اختر، طفیل خلش ،سعید شباب اور دیگر ماہیا نگاروں کے مجموعے بھی اگلے دو تین برسوں تک چھپ جانے کی توقع ہے۔آخر میں چند ماہیا نگاروں کے خوبصورت اور زرخیز ماہیے دیکھ لیں۔یہ چند ماہیے اردو میں ماہیا نگاری کی موجودہ صورتحال کے ساتھ آنے والے امکانات کی خبر بھی دے رہے ہیں۔

کہساروں میں ہیں کھائیاں
جاں کی اماں پاؤں
کچھ عرض کروں سائیاں
(امین خیال)

یہ حسن، یہ رعنائی
رب کی امانت ہے
اے دلبر ہرجائی
(ڈاکٹر صابر آفاقی)

تم آئے خیالوں میں
کتنے قریب تھے ہم
بیتے ہوئے سالوں میں
(طفیل خلش)

بچپن کی کہانی پر
بنیادیں رکھیں
بہتے ہوئے پانی پر
(یوسف اختر)

کھیتوں میں کھلی سرسوں
ماہی نہیں آیا
آنا تھا اسے پرسوں
(ضمیر اظہر)

گُل کا ہے نہ گِل کا ہے
تم کو سنائیں کیا
یہ ماجرا دل کا ہے
(نذیر فتح پوری)

بچپن کے کھیلوں کو
سائیں ہرا رکھے
انگور کی بیلوں کو
(پروین کمار اشک)

رنگین کہانی دو
اپنے لہو سے تم
گلشن کو جوانی دو
(مناظر عاشق ہرگانوی)

یہ دکھ کے جھمیلے ہیں
ہم دونوں اب تک
مل کر بھی اکیلے ہیں
(انور مینائی)

آئے نہ نگاہوں میں
آنکھیں بچھائی تھیں
اس شوخ کی راہوں میں
(سعید شباب)

سڑکوں پہ چلے تانگا
مانگا خدا سے جب
اک ساتھ ترا مانگا
(قاضی اعجاز احمد)

کتری ہوئی امسی ہے
آج اکیلی ہوں
اور رات بھی لمبی ہے
(منزہ اختر شاد)

اک نقش مٹانے میں
جیون بیت گیا
یادوں کو بھلانے میں
(ذوالفقار احسن)

لج پیار کی پالی ہے
یاد تری سجنا

ہر سمت اداسی ہے
مل کے بچھڑ جانا
گو بات ذرا سی ہے
(احمد حسین مجاہد)

تتلی کو اڑاؤں میں
پیار کے رنگ کئی
کس کس کو چھپاؤں میں
(فرحت نواز)

بستی کی بہاروں کے
نغمے سے، گائے
کے دودھ کی دھاروں کے
(اجمل پاشا)

آنکھیں سرہانے پر
کھولیں گے ان کو
لیکن ترے آنے پر
(خاور اعجاز)

رت بدلی ہے جاڑوں کی
برف نہیں پگھلی

ایمان بنا لی ہے
(تنویر نوازش)

چنری پہ کناری تھی
لال پراندی بھی
ہمراز ہماری تھی
(عارف فرہاد)

پر اونچے پہاڑوں کی
(غزالہ طلعت)

اک پھول چنبیلی کا
ملنا لگا اچھا
بچپن کی سہیلی کا
(شاہد ناز)

حوالہ جات

۱۔ مکتوب وصی محمد وصی مطبوعہ سہ ماہی ''ابلاغ'' پشاور، اکتوبر تا دسمبر۱۹۹۱ء

۲۔ ''اردو ماہیے'' افتخار احمد، مطبوعہ ماہنامہ ''تجدید نو'' لاہور، اسلام آباد، شمارہ اکتوبر۱۹۹۲ء
''ماہیا اور اس کا دوسرا مصرعہ'' از حید قریشی، مطبوعہ ماہنامہ ''صریر'' کراچی، شمارہ دسمبر۱۹۹۲ء

۳۔ ''ماہیا اور اردو میں ماہیا نگاری'' از ناصر عباس نیر، مطبوعہ ''اوراق'' لاہور، شمارہ مئی، جون۱۹۹۳ء
مکتوب ارشد نعیم، مطبوعہ ''تجدید نو'' لاہور، اسلام آباد، شمارہ اپریل۱۹۹۳ء
''اردو ماہیے پر اوزان کی پابندی'' از ایم اے تنویر، مطبوعہ ماہنامہ ''صریر'' کراچی، شمارہ جون، جولائی۱۹۹۳ء
مکتوب نثار ترابی، مطبوعہ ''اوراق'' لاہور، شمارہ اگست۱۹۹۵ء

۴۔ ''فاروق لودھی کے ہائیکو'' از پروفیسر عرش صدیقی ماہنامہ ''تجدید نو'' لاہور، اسلام آباد شمارہ دسمبر۱۹۹۲ء

''ماہیاوزن اورفن''ازریاض احمد،مطبوعہ ماہنامہ''صریر''کراچی
شمارہ جون،جولائی ۱۹۹۳ء

۵۔ ''اردو ماہیے''،ازافتخاراحمد،۱۹۹۲ء
''ماہیااوراس کادوسرامصرعہ''ازحیدرقریشی،۱۹۹۲ء
''ماہیے کی تفہیم میں پیشرفت''ازسعیدشباب،مطبوعہ''صریر''کراچی،
شمارہ جون،جولائی ۱۹۹۳ء
''مکتوب وحیدانور''مطبوعہ ماہنامہ''صریر''کراچی،شمارہ نومبر ۱۹۹۳ء
مکتوب ملاپ چندمطبوعہ''اوراق''لاہور،شمارہ نومبر،دسمبر ۱۹۹۳ء
''اردو میں ماہیا نگاری''ازحیدرقریشی،مطبوعہ ڈیلی جنگ لندن،شمارہ ۲جون ۱۹۹۴ء

(مطبوعہ: ماہنامہ''شاہین''کوپن ہیگن شمارہ دسمبر ۱۹۹۶ء،جنوری ۱۹۹۷ء،
''اوراق''لاہور،جنوری ۱۹۹۷ء)

☆☆☆☆☆☆

ماہیے کے حوالے سے چند معروضات

ماہیے کے وزن کی بحث اب اتنی نکھر چکی ہے کہ کسی کے خلط مبحث کے باوجود اب اس کے خدوخال کو چھپایا نہیں جا سکتا۔ ماہیے کے دوسرے مصرعہ کے وزن کے سلسلے میں جن دوستوں نے اخلاص کے ساتھ تحقیق کی اور کسی نتیجے پر پہنچنے کی کوشش کرتے رہے،ان میں سے بعض نے یہ سمجھا کہ دوسرا مصرعہ کبھی پہلے اور تیسرے مصرعوں کے وزن کے برابر بھی ہوتا ہے اور کبھی اس کا ایک''سبب''کم بھی ہو جاتا ہے۔بعض نے یہ سمجھا کہ دوسرا مصرعہ نہ صرف کبھی برابر ہوتا ہے،کبھی ایک''سبب''کم بلکہ کبھی ایک''سبب''زائد بھی ہو جاتا ہے۔بعض نے یہ باور کیا کہ صرف دوسرا مصرعہ ہی نہیں ماہیے کے باقی مصرعے بھی گھٹتے بڑھتے رہتے ہیں۔تمام تر اخلاص کے باوجود ایسی غلط فہمیاں محض اس لئے پیدا ہوئیں کہ پنجابی ماہیوں کا وزن اردو قواعد وضوابط کے مطابق پرکھنے کی کوشش کی جا رہی تھی۔ پنجابی زبان کی ساخت اور اس میں لفظوں کے برتاؤ سے متعلق یہ حقیقت میں متعدد بار لکھ چکا ہوں کہ پنجابی زبان میں اردو جیسے لسانی قواعد وضوابط کی عدم موجودگی کے باعث لچک بہت زیادہ ہے چنانچہ شعری ضرورت کے مطابق اس کے الفاظ کو کھینچ کر لمبا بھی کر لیا جاتا ہے اور الانگ کر مختصر بھی کر لیا جاتا ہے۔ چنانچہ ایسی صورت حال میں جو دوست بھی پنجابی ماہیے کے وزن کو سمجھنے کے لئے پنجابی الفاظ کو اردو عروض پر پرکھنے کی کوشش کریں گے،مغالطے کا شکار ہوں گے۔ میں نے شروع ہی سے یہ موقف اختیار کیا تھا کہ ماہیے کا اصل وزن اس کی دھن میں موجود ہے۔ یہ وہ بنیادی کلید ہے جس سے ماہیے کے وزن کا مسئلہ پوری طرح واضح ہو جاتا ہے۔اس مسئلے پر مزید وضاحت آخر میں کروں گا۔ یہاں میں ڈاکٹر بشیر سیفی کے مضمون کے بعض ایسے مندرجات کا جواب دینا ضروری سمجھتا ہوں جو ریکارڈ کی درستی کے لئے ضروری ہیں۔بشیر سیفی

لکھتے ہیں۔

''جب یہ اعتراض سامنے آیا کہ پنجابی ماہیا کے دوسرے مصرعہ میں ایک رکن کم ہوتا ہے،اس لئے اردو میں تخلیق ہونے والے تین یکساں مصرعوں کے ماہیے پنجابی ماہیا کی اصل ہیئت کے مطابق نہیں تو بعض ماہیا نگاروں نے فوراً دوسرے مصرعہ میں ایک رکن کم کر دیا۔''

حقیقت یہ ہے کہ ۱۹۹۰ء میں صرف میں نے ہی اصل وزن کی ماہیا نگاری اختیار کی اور اس کی سزا کے طور پر یارلوگوں کی طعن وتشنیع کا نشانہ بھی بنا۔ دوسرے دوست تو ۱۹۹۲ء کے آخر میں جا کر توجہ کرنے لگے تھے وہ بھی خال خال۔

ناصر عباس نیرّ کے موقف میں تبدیلی کا بھی بشیر سیفی نے خصوصی تذکرہ کیا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ماہیے کے وزن کا مسئلہ تو صرف اس کی دھن سے ہی حل ہوتا ہے۔ ہم میں سے کسی نے بھی وزن کا فیصلہ نہیں کرنا صرف اسے ماہیے کی دھن سے دریافت کرنا ہے۔ جہاں تک ناصر عباس نیرّ کا تعلق ہے میں انہیں نوجوان تنقید نگاروں میں بے حد اہم سمجھتا ہوں۔ انہوں نے بھی ماہیے کے وزن کے سلسلے میں اردو قواعد برتنے کی کوشش کی تھی سو نتیجہ وہی نکلا جو ایسی صورت میں نکلنا تھا۔ تاہم ماہیے کے ضمن میں یہ ان کا اخلاص ہی تھا کہ وزن کے مقابلے میں اس کے مزاج کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے بعد تھوڑا آگے چل کر ان کا موقف پھر متوازن ہوتا دکھائی دیتا تھا۔ انہوں نے لکھا تھا ''نئی صنف کی مخصوص ہیئت اور خارجی خدوخال کی پابندی کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے منفرد داخلی اوصاف کو بھی نظرانداز نہیں کیا جا سکتا'' (اوراق لاہور مئی جون ۱۹۹۳ء)۔

میں نے ناصر عباس نیرّ کے مذکورہ مضمون کے جواب میں ایک مضمون ''اوراق'' میں اشاعت کے لئے بھیجا تھا۔ ''ماہیے کے وزن کا مسئلہ'' میرے اس مضمون کو اوراق میں خطوط کے صفحات میں جگہ دی گئی۔ شاید اسی وجہ سے بشیر سیفی نے میری وضاحتوں کا اپنے ''قیمتی تحقیقی'' مضمون میں ذکر نہیں کیا۔ اپنے مذکورہ جواب کی آخری سطور یہاں درج کر رہا ہوں کہ ان سطور میں جس حقیقت کی طرف تین سال پہلے اشارہ کیا گیا تھا وہ اب کافی نمایاں ہو چکی ہے۔

''اس کے وزن کے معاملے میں دو طرح کے موقف سامنے آئے ہیں۔ ایک تو وہ ادباء

جو غلط فہمی کے باعث نیک نیتی سے یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ شاید ماہیے کے تینوں مصارع ہم وزن ہیں۔ ان کی غلط فہمی کو اس طرح کے مضامین اور ادبی مباحث سے دور کیا جا سکتا ہے۔ دوسرے وہ شعراء کرام ہیں جو پہلے تو بے خیالی اور لاعلمی کے باعث تین یکساں وزن کے مصارع میں غلط ماہیے لکھتے رہے لیکن جب انہیں غلطی کی طرف توجہ دلائی گئی تو بجائے غلطی کی اصلاح کرنے کے اسے حق بجانب ثابت کرانے پر تل گئے'' (اوراق نومبر، دسمبر ۱۹۹۳ء)

بشیر سیفی لکھتے ہیں ''یہ بات خالی از دلچسپی نہیں کہ حیدر قریشی نے جن پنجابی ماہیوں کو اپنے موقف کے ثبوت میں پیش کیا ہے (ابلاغ، جولائی ۱۹۹۲ء) وصی محمد وصی نے ان کی تقطیع کر کے انہیں مساوی الوزن ثابت کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو ابلاغ اکتوبر ۱۹۹۲ء) اس ''پُر از دلچسپی'' بات میں دلچسپی کی اور بھی بہت سی باتیں ہیں لیکن میں پھر اپنی بات کو دہرا رہا ہوں کہ پنجابی ماہیے کی تقطیع اردو قواعد کے مطابق کرنے میں لازماً دھوکہ ہوگا۔ وصی محمد وصی اسی دھوکے کا شکار ہوئے۔ باقی بشیر سیفی یہ دلچسپ باتیں بتانا بھول گئے ہیں کہ وصی محمد وصی نے ساحر لدھیانوی کے ماہیے اس دعوے کے ساتھ پیش کئے تھے کہ یہ مساوی الوزن ہیں لیکن وہ ماہیے ہمارے موقف کے مطابق نکلے۔ پھر وہ یہ دلچسپ بات بتانا بھی بھول گئے کہ وصی محمد وصی بہانگ دہل یہ دعویٰ فرما رہے تھے کہ ماہیے صرف تین ہم وزن مصرعوں پر مبنی ہوتے ہیں جبکہ وہی دعویٰ اب عبرت کے اس مقام تک آ گیا ہے کہ یارلوگ ہمارے ماہیوں کو تو ماہیے مانتے ہیں اور حیلے بہانوں سے اپنے ثلاثی کو بھی ماہیے منوانا چاہتے ہیں۔ (ویسے ابلاغ میں نہ صرف میرے خط کا ایک اہم حصہ حذف کر دیا گیا تھا بلکہ مزید فٹ نوٹ کے ساتھ حاشیہ آرائی کر کے دھونس بھی جمائی گئی تھی۔ ظاہر ہے بشیر سیفی کو اس پس منظر کا علم ہی نہیں ہوگا سو ان سے گلہ بھی نہیں)۔

بشیر سیفی کے مضمون میں اس نوعیت کی اور بھی باتیں ہیں جن سے حقائق کو مشکوک کرنے کا شبہ ہوتا ہے تاہم میرا خیال ہے میری اتنی وضاحتوں سے ہی ان کے ''تحقیقی'' مضمون کا مجموعی تاثر سامنے آ گیا ہے۔ سو اب میں ماہیے کے وزن کی بحث کی طرف واپس آتا ہوں۔ میں نے پہلے دن ہی سے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ ماہیے کے وزن کو اس کی دھن سے دریافت کیا

جائے۔ مجھے خوشی ہے کہ بشیر سیفی اپنے مضمون کے آخر میں اسی نتیجے پر پہنچے ہیں۔اگر چہ اس نتیجہ کو بھی انہوں نے دانستہ یا نادانستہ خلط ملط کرنے کی کوشش کی ہے۔ پہلے ان کی رائے ان کے اپنے الفاظ میں دیکھ لیں۔''اس ضمن میں میری رائے یہ ہے کہ ماہیا گائی جانے والی صنف سخن ہے جس کی ایک مخصوص دھن ہے جو ماہیا اس دھن پر گایا جاسکتا ہے۔وہ ماہیا ہے خواہ اس کے تینوں مصرعے ہم وزن ہوں،خواہ پہلا،دوسرا یا تیسرا مصرعہ چھوٹا بڑا ہو۔'' خواہ سے پہلے بشیر سیفی نے جو رائے دی ہے وہ وہی ہے جو میں شروع سے عرض کرتا چلا آرہا ہوں۔سو مجھے خوشی ہے کہ بشیر سیفی نے بھی اس حقیقت کو مان لیا ہے۔اس اصول پر وزن کا مسئلہ آسانی سے طے ہوجاتا ہے لیکن ''خواہ'' کے بعد انہوں نے جس تاثر کو ابھارنے کی کوشش کی ہے وہ خواہ مخواہ کی کوشش ہے۔پھر بھی انہی کے بیان کے مطابق یہاں مسئلے کا حل واضح کئے دیتا ہوں، ماہیے کی دو دھنیں ذہن نشین کرلیں۔

پنجابی	اردو
چٹا ککڑ بنیرے تے	تم روٹھ کے مت جانا
ریشمی دپٹے والیئے	مجھ سے کیا شکوہ
منڈا صدقے تیرے تے	دیوانہ ہے دیوانہ
(مسرت نذیر)	(رفیع+آشا)

اب دونوں طرزوں پر ماہیے کے اس وزن کو گنگنا کر چیک کرلیں۔

فعلن فعلن فعلن
فعلن فعلن فع
فعلن فعلن فعلن
(دوسرا مصرعہ ایک سبب کم)

اس وزن کو سہولت اور روانی کے ساتھ گنگنایا جا سکتا ہے۔اب یوں کریں کہ دوسرے مصرعہ میں ایک ''سبب'' کم رکھنے کی بجائے تینوں ہم وزن مصرعوں میں بھی اور دوسرے مصرعہ میں ایک ''سبب'' زائد کر کے بھی گنگنانے کی کوشش کریں۔

فعلن فعلن فعلن
فعلن فعلن فعلن
فعلن فعلن فعلن
(تینوں مصرعے ہم وزن)

فعلن فعلن فعلن
فعلن فعلن فعلن فع
فعلن فعلن فعلن
(دوسرا مصرعہ ایک سبب زائد)

دوسرے مصرعہ میں ایک سبب کم کے علاوہ آپ ماہیے کی دھن میں کسی اور وزن کو نہیں گنگنا سکیں گے۔ مجھے امید ہے کہ تین مصرعوں کے ہم وزن ثلاثی لکھنے والے شعراء کرام اب حقائق کا سامنا حوصلے کے ساتھ کریں گے۔علمی اور ادبی معاملات میں جہاں تحقیق کو بنیادی اہمیت حاصل ہو وہاں حقیقت کو زیادہ دیر تک نہیں چھپایا جا سکتا۔دوستوں کے ذریعے خلط مبحث کرانے سے بھی کچھ حاصل نہیں ہوتا ہم نے اپنا موقف واضح کر دیا ہے اور ہمیں یقین ہے کہ آنے والا وقت جب ذاتی تعلقات کے اثرات سے نکل چکا ہوگا تب اس کا فیصلہ یقیناً ہمارے حق میں ہوگا۔اگر چہ اس وقت بھی ہمارے موقف کو واضح پذیرائی مل چکی ہے لیکن آنے والے وقت میں سچائی مزید نکھر جائے گی۔

۱۔ ''ماہیا اور اردو میں ماہیا نگاری'' از ناصر عباس نیرّ،مطبوعہ ''اوراق'' لاہور، مئی جون ۱۹۹۳ء

۲۔ ''فاروق لودھی کے ہائیکو'' از پروفیسر عرش صدیقی،مطبوعہ ''تجدید نو'' لاہور، دسمبر ۱۹۹۲ء

۳۔ ماہیا وزن اور فن از ریاض احمد مطبوعہ ''صریر'' کراچی، مارچ ۱۹۹۶ء

(مطبوعہ ادبی صفحہ روزنامہ نوائے وقت ۲۱ اپریل ۱۹۹۷ء راولپنڈی)

(نوٹ: ایڈیٹر ماہنامہ ''صریر'' کراچی نے میرے اس مضمون کو ''صریر'' کے شمارہ مارچ ۱۹۹۷ء میں اس طرح سنسر کر کے شائع کیا کہ بشیر سیفی صاحب کے زیر بحث مضمون کی اصلیت نہ ظاہر ہونے پائے۔ مزید کرم یہ کیا کہ میری کتاب ''اردو میں ماہیا نگاری'' کا ایک حصہ ''حاصل بحث'' اس کے ساتھ اس طرح جوڑ کر شائع کیا گیا کہ پورا مضمون ہی بے ربط لگے۔ یہ بھی شاید ساختیاتی قرات کا کوئی کمال تھا۔)

☆☆☆☆☆☆☆☆

خط بنام ایڈیٹر ماہنامہ ''صریر'' کراچی

(یہ خط صریر میں شائع نہیں کیا گیا)

محترم ڈاکٹر فہیم اعظمی صاحب، سلام مسنون

''صریر'' کے مارچ ۱۹۹۷ء کے شمارہ میں ماہیے کے تعلق سے چھپنے والی تحریروں کی فوٹو کاپی آج ہی ایک دوست کے توسط سے ملی ہے۔ ماہیے کی بحث کے ضمن میں آپ کا نوٹ پڑھ کر خوشی ہوئی چونکہ وقت کے ساتھ عموماً خیالات بھی بدل جاتے ہیں۔ اس لئے سچی بات ہے کہ مجھے آپ کی طرف سے ماہیے کے بارے میں رویہ بہت زیادہ تبدیل ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ آپ کی کرم فرمائی کا شکر گذار ہوں۔ اب ایک وضاحت (+ شکایت) بھی ہو جائے۔

آپ نے میرے دو مضامین کو ایک بنا دیا ہے۔ نیز پہلے مضمون کو جو بشیر سیفی صاحب کے مضمون کے جواب میں تھا، بہت زیادہ سنسر کر دیا ہے۔ بالخصوص ان کے جس غیر تحقیقی رویئے کی میں نے نشاندہی کی تھی آپ نے اسے حذف کر دیا ہے۔ مناسب سمجھیں تو بشیر سیفی صاحب کے جواب والا مضمون دوبارہ پورا چھاپ دیں تا کہ اصل حقائق مسخ نہ ہوں۔ اب آپ نے بشیر سیفی صاحب کا جو موقف شائع کیا ہے اس میں نہ تو کوئی نئی بات ہے نہ کسی غلطی کی نشاندہی۔ ''صریر'' ہی کے صفحات پر آج سے ۴ سال پہلے ایک مضمون (۱) شائع ہوا تھا۔ دونوں مضامین کا موازنہ کر کے فیصلہ کر لیں کہ اصل حقیقت کیا ہے۔ مضمون ''ماہیے کی ہئیت اور وزن'' اور ''ماہیے کی ڈیڑھ مصرعے کی ہئیت'' کے مطالعہ سے اصل حقیقت کھل کر سامنے آ جاتی ہے۔ میرے نزدیک بشیر سیفی صرف اپنے دوستوں کے ثلاثی کو ''ماہیے'' منوانے کی کوشش رائیگاں میں مصروف ہیں وہ صرف روپ بدل کر ثلاثی کو ماہیا منوانا چاہتے ہیں۔

کل تک یہ دعویٰ کیا جاتا رہا ہے کہ تین ہم وزن مصرعوں کے ''ماہیے'' کے چار مضمون چھپ چکے ہیں۔آج یہ حالت ہے کہ درست وزن کو اپنانے والوں کی تعداد ۵۰ سے بھی بڑھ چکی ہے۔ درست وزن کے یہ مجموعے چھپ کر منظر عام پر آ چکے ہیں۔۱۔محبت کے پھول (حیدر قریشی)،۲۔بادسبز (قمرساحری)،۳۔ریگ رواں (نذیر فتح پوری)،۴۔پھول کہانی (ضمیراظہر)، ۵۔ یادوں کے سفینے (امین خیال)، دو انتخاب ''رم جھم رم جھم'' (مرتب ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی) اور ''اردو ماہیے'' (مرتب سعید شباب) چھپ چکے ہیں۔گوجرانوالہ کے پنجابی اخبار ''بھنگڑا'' کا اردو ماہیا نمبر شائع ہو چکا ہے۔میرے خیال میں تین ہم وزن مصرعوں کے ثلاثی ''ماہیے'' کے نام سے اب یا تو صرف وہ لوگ پیش کر رہے ہیں جو سمجھتے ہیں کہ ہم اپنے نقادوں کے زور بازو سے انہیں ''ماہیے'' منوالیں گے یا پھر وہ لوگ جو دوسرے مصرعہ میں ایک سبب کی کمی کا التزام نہیں رکھ سکتے۔وگرنہ ماہیا نگاروں کی بہت بڑی اکثریت درست وزن میں ماہیا نگاری کی طرف مائل ہے اور یہ رویہ مسلسل فروغ پارہا ہے۔

ماہیے کے وزن کے تعین کے سلسلہ میں پنجابی دانشوروں میں بھی اختلاف رہا ہے اور وہ خود اپنی تحریروں میں لکھ چکے ہیں کہ شاید کل کلاں کوئی اور صاحب اس معاملے میں بہتر کام کر سکے۔ پتہ نہیں ہم نے بہتر کام کیا ہے یا نہیں لیکن ماہیے کی اصل دھنوں کی بنیاد پر اس کے وزن کی دریافت کا جو اصول ہم نے بیان کیا ہے، وہ اتنا موثر ضرور ہے کہ برادرم بشیر سیفی بھی اس سے انکار نہیں کر سکے۔ ماہیے کی کسی معروف لوک دھن پر اس کے بیان کردہ تمام اوزان کو گنگنا کر باآسانی پرکھا جا سکتا ہے اور اصل وزن کو دریافت کیا جا سکتا ہے...... یار لوگ ابھی تک ماہیے کے وزن کے سلسلے میں کج بحثی کر رہے ہیں جبکہ ماہیے کی بحث اس کے مزاج کے اجزاء تک پہنچ چکی ہے۔پچھلے دنوں مجھے ڈاکٹر کرسٹینا نے ہائیڈل برگ سے ایک خط لکھا اس میں انہوں نے ماہیے کے بارے میں اب تک کی پیشرفت پر خوشی کے اظہار کے ساتھ ایک ایسا سوال پوچھا ہے جس نے خود مجھے حیران کر دیا کہ یہ ایک اہم نکتہ تھا جس کی طرف ابھی تک کسی کا دھیان ہی نہیں گیا۔ میں ڈاکٹر کرسٹینا کے سوال+ کی بنیاد پر جلد ہی ایک مضمون لکھنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔اس کے نتیجے میں ماہیے

کی تفہیم کا وزن اور مزاج کے بعد ایک اور اہم مرحلہ سامنے آئے گا۔ادارہ صریر کے لئے نیک تمنائیں۔

والسلام

آپ کا

حیدرقریشی

۱۷۔۵۔۹۷

۱۔''ماہیے کی ہئیت اور وزن'' از غزالہ طلعت، مطبوعہ ''صریر'' شمارہ اکتوبر ۱۹۹۳ء

+۔ڈاکٹر کرسٹینا نے بعد میں ایک اور خط میں مزید دو سوال کئے تھے اور ان تینوں سوالوں کے جواب ''ماہیے کی کہانی'' میں اپنی بساط کے مطابق لکھ چکا ہوں۔

اردو ماہیا ۱۹۹۶ء میں

اردو میں ساحر لدھیانوی اور قمر جلال آبادی کی درست وزن کی ماہیا نگاری کی روشن مثالیں موجود ہونے کے باوجود اسی کی دہائی میں غلط وزن کی ماہیا نگاری ہوتی رہی۔ نوے کی دہائی کے آغاز میں اردو ماہیے کو اصل وزن کے مطابق کرنے کی بحث دیکھتے ہی دیکھتے ایک تحریک کی صورت اختیار کر گئی۔ ۱۹۹۰ء سے ۱۹۹۵ء تک بحث مباحثہ کا ایک دور چلا۔ اب پلٹ کر دیکھیں تو ایسا لگتا ہے کہ ۱۹۹۶ء کا سال پہلے پانچ برسوں کے مقابلے میں اردو ماہیے کے لئے کئی پہلوؤں سے زیادہ متحرک، فعال اور اہم سال ثابت ہوا ہے۔ ابھی تک ماہیا نگاروں میں امین خیال، ضمیر اظہر، نذیر فتح پوری، رشید اعجاز، شجاعت علی راہی، منزہ اختر شاد، غزالہ طلعت، صدف جعفری، فرحت نواز، انور مینائی، یوسف اختر، افتخار شفیع اور سعید شباب تخلیقی لحاظ سے نسبتاً بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ ۱۹۹۶ء میں اس فہرست میں مزید کئی قابل قدر شعراء کا اضافہ ہوا۔ پروین کمار اشک، قاضی اعجاز محور، مناظر عاشق ہرگانوی، پروفیسر صابر آفاقی، احمد حسین مجاہد، شوکت مہدی، مشتاق شاد، یونس احمر، ندیم شعیب، طفیل خلش، اجمل پاشا اور آل عمران کے نام اس سلسلے میں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

اس برس درست وزن کی ماہیا نگاری کے فروغ کے ساتھ ماہیے کے مزاج کا مسئلہ نمایاں ہوا بعض دوستوں نے بجا طور پر اس طرف توجہ مبذول کرائی۔ وزن کے تعلق سے ۱۹۹۵ء کے آخر میں نثار ترابی کا ایک تفصیلی خط ''اوراق'' میں شائع ہوا تھا۔ اس خط میں انہوں نے ماہیے کے لئے دونوں اوزان کو درست قرار دیا تھا۔ ''اوراق'' کے اس سے اگلے شمارے میں جو ۱۹۹۶ء کے شروع میں آیا، میرا طویل خط شائع ہوا جس میں پنجابی ماہیے کے اصل وزن کو دلائل کے ساتھ

واضح کیا گیا اور نثار ترابی سے بحث کو جاری رکھنے کی توقع کی گئی لیکن ''اوراق'' کے اس سے اگلے شمارے میں انہوں نے معنی خیز خاموشی اختیار کر لی۔ ۱۹۹۵ء کے آخر ہی میں حمایت علی شاعر نے ماہیے کا غلط وزن اختیار کرنے والوں پر افسوس کا اظہار کیا تھا۔ گذشتہ برس ارشد نعیم نے اس پر خلط مبحث کی کوشش کی۔ وہ اپنے دو سال پہلے ریکارڈ پر موجود موقف سے منحرف ہو گئے اس کے باوجود خود درست وزن کے ماہیے لکھتے رہے۔ حمایت علی شاعر کے خط سے شروع ہونے والی بحث گذشتہ برس ''تجدید نو'' میں جاری رہی۔ خلط مبحث کرنے والے کے صریح جھوٹ واضح طور پر نشان زد کئے گئے۔ ایسے مباحث کے نتیجہ میں عارف فرہاد جیسے خوش فکر شاعر درست وزن کی ماہیا نگاری کی طرف آ گئے۔ دیگر شعراء میں مشتاق احمد، ذوالفقار احسن اور شاہدہ ناز قابل ذکر ہیں جو پورے غور و خوض کے بعد درست وزن کی ماہیا نگاری کی طرف مائل ہوئے۔

گذشتہ برس ماہنامہ ''صریر'' کے سالنامہ میں ڈاکٹر بشیر سیفی کا مضمون ''اردو ماہیا تحقیقی مطالعہ'' شائع ہوا۔ اس مضمون میں انہوں نے یہ اصولی موقف تسلیم کر لیا ہے کہ ماہیے کا اصل وزن اس کی دھن میں موجود ہے۔ یہ وہی موقف ہے جس پر ہم شروع سے زور دیتے آ رہے ہیں تاہم ڈاکٹر بشیر سیفی نے اپنے مضمون میں یک رخی تحقیق پیش کی اور تصویر کا دوسرا رخ دیدہ دانستہ چھپانے کی کوشش کی۔ ان کے اس غیر محققانہ طرز عمل کی واضح نشاندہی میں نے اپنے جوابی مضمون ''ماہیے کے حوالے سے چند معروضات'' میں کر دی ہے۔ دیگر مضامین میں ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی کا ''حرف اول''، انور مینائی کا ''ماہیے۔ ایک مطالعہ'' اور سعید شباب کا ''اردو ماہیے'' اہمیت کے حامل ہیں ان مضامین میں پنجابی ماہیے کے اصل وزن کو واضح کرنے کے ساتھ اردو میں اسی وزن کی پابندی پر اصرار کیا گیا۔ میرا ایک پرانا مضمون جو پہلے ''صریر'' میں چھپ چکا تھا ''ماہیا اور اس کا دوسرا مصرعہ'' بھارت سے دوبارہ شائع ہوا۔ میرے دو مضامین ''پنجابی لوک گیت۔ ماہیا'' اور ''ماہیے کے وزن کا مسئلہ'' روزنامہ جنگ لندن نے شائع کئے۔ ایک اور مضمون ''اردو ماہیا۔ کل اور آج'' ماہنامہ شاہین (ڈنمارک) میں شائع ہوا جس میں میں نے وزن کے ساتھ ماہیے کے مزاج کے مسئلے پر بھی وضاحت کے ساتھ اپنا موقف بیان کیا۔ ماہیوں کے مجموعہ ''محبت کے پھول''

کا پیش لفظ بھی ماہیے پر میرے مضامین کے سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ان تمام مباحث کے ساتھ ساتھ گذشتہ برس ماہیا نگاروں کی ایک بڑی تعداد تخلیقی سطح پر عمدہ کارکردگی کا مظاہرہ کرتی رہی۔

میرے ماہیوں کا مجموعہ ''محبت کے پھول'' ۱۹۹۶ء میں شائع ہوا۔ یہ پنجابی ماہیے کے وزن کے مطابق اردو میں ماہیوں کا اولین مجموعہ ہے۔اسی برس پروفیسر قمر ساحری کا ''بادِ سبز'' بھی سامنے آیا۔اسے ماہیے کا پہلا دیوان کہنا مناسب ہے کہ قمر ساحری نے الف سے ے تک حروف تہجی کے لحاظ سے ماہیا نگاری میں اپنے فن کا اظہار کیا ہے۔ایک اور کتاب پچھلے سال ''رم جھم رم جھم'' کے نام سے شائع ہوئی۔ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی نے اسے مرتب کیا۔ان کے مبسوط اور تفصیلی دیباچے کے ساتھ اس کتاب میں 11 ماہیا نگاروں کے ماہیوں کا انتخاب شامل کیا گیا۔اس انتخاب کو اردو ماہیے کا عطر کہا جا سکتا ہے۔اس انتخاب میں پاکستان کے چھ ماہیا نگار ضمیر اظہر، امین خیال، عارف فرہاد، یوسف اختر، سعید شباب اور حیدر قریشی اور انڈیا کے پانچ ماہیا نگار پروین کمار اشک، نذیر فتح پوری، انور مینائی، یونس احمر اور مناظر عاشق ہرگانوی شامل ہیں۔

سلطان حیدر علی کی سرزمین کرناٹک کے شہر بنگلور سے شائع ہونے والے اردو کے ممتاز اخبار روزنامہ ''پاسبان'' نے گذشتہ برس اپنی ۴ نومبر کی اشاعت میں ادبی ایڈیشن کو ماہیے کے لئے مخصوص کر دیا۔ اگرچہ اس پر ماہیا نمبر کے الفاظ نہیں لکھے گئے لیکن اسے کسی روزنامہ کے ادبی ایڈیشن کا پہلا ماہیا نمبر کہا جا سکتا ہے۔اس کے ادبی ایڈیشن کے مدیر نے ''کچھ ماہیے کے تعلق سے'' کے زیرِ عنوان اپنا ادارتی نوٹ لکھا۔سعید شباب، انور مینائی اور حیدر قریشی کے تین مضامین کے ساتھ۔ڈاکٹر فہیم اعظمی، مظہر امام، ڈاکٹر وزیر آغا اور وحید انور کے تاثرات کو ''ماہیا اور مشاہیر ادب کی آراء'' کے تحت شامل کیا گیا۔اس خصوصی اشاعت میں ان ماہیا نگاروں کے درست وزن کے ماہیے شائع کئے گئے ہیں۔امین خیال، ضمیر اظہر، مناظر عاشق ہرگانوی، یوسف اختر، پروین کمار اشک، صدف جعفری، انور مینائی، اجمل پاشا، بسمہ طاہر، غزالہ طلعت، خاور اعجاز، بقا صدیقی، آل عمران، ندیم شعیب، ایم اے تنویر، افتخار شفیع، حسن عباس رضا، ارشد نعیم، شبہ طراز، نذر عباس اور حیدر قریشی۔

ماہنامہ ''صریر'' کے مارچ ۱۹۹۶ء کے شمارہ میں ڈاکٹر انور سدید کا پچھلے برس کا طویل سالانہ ادبی جائزہ شائع ہوا۔اس میں انہوں نے ماہیے کو ایک الگ شعری صنف کے تحت پیش کیا اور پنجابی ماہیے کے وزن کے مطابق اردو میں ماہیے کہنے کے رجحان کی مقبولیت کا اعتراف کیا۔ گذشتہ برس بعض ادیبوں کے انٹرویوز میں بھی ماہیے کا تذکرہ آتا رہا۔ثریا شہاب نے جنگ لندن میں چھپنے والے ایک انٹرویو میں اردو ماہیا نگاری کا پنجابی ماہیے کے وزن کے مطابق کئے جانے کا سوال اٹھایا، ڈاکٹر وزیر آغا نے ''تجدید نو'' میں چھپنے والے ایک انٹرویو میں وزن کی درستی کی تحریک کی تاریخی حیثیت کا اقرار کرتے ہوئے ماہیے کے مزاج کی طرف توجہ دلائی، بی بی سی لندن کے لئے نعیمہ ضیاء الدین سے عارف وقار نے سویڈن میں ایک انٹرویو لیا جس میں ماہیے کا ذکر خیر آیا، ریڈیو ڈوئچے ویلے، جرمنی سے نشر ہونے والے میرے ایک انٹرویو میں بھی ماہیے کا ذکر ہوا اور بھارتی ٹیلی ویژن بنگلور دور درشن سے انور مینائی کا ایک انٹرویو ٹیلی کاسٹ ہوا جس میں اردو ماہیے کا تفصیلی تذکرہ ہوا۔

سال گذشتہ میں اردو ماہیے کے فروغ کے سلسلہ میں جن ادبی رسائل اور اخبارات نے اہم کردار ادا کیا، ان کی نامکمل فہرست کچھ یوں ہے۔

ماہنامہ اوراق لاہور، سہ ماہی اقدار کراچی، ماہنامہ تخلیق لاہور، سہ ماہی ارتکاز کراچی، ماہنامہ تجدید نو لاہور، اسلام آباد، ماہنامہ صریر کراچی، دو ماہی گلبن احمد آباد، انڈیا، سہ ماہی تکمیل انڈیا، ماہنامہ عوامی منشور کراچی، ماہنامہ شاہین کوپن ہیگن ڈنمارک، روزنامہ جنگ لندن، روزنامہ پاسبان بنگلور، ویکلی راوی بریڈ فورڈ، پاکستان ٹوڈے امریکہ، یہ صرف ان رسائل اور اخبارات کے نام ہیں جو مجھے جرمنی میں دستیاب ہو سکے ہیں۔ یقیناً ان کے علاوہ بھی بعض رسائل اور اخبارات نے ماہیے کے فروغ میں اپنا کردار ادا کیا ہوگا۔ایسے تمام رسائل اور اخبارات بھی لائق تحسین ہیں۔ان کے نام یہاں درج نہ ہونا محض ان تک میری نارسائی ہے۔

اس مختصر سے جائزہ سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ پنجابی لوک گیت ماہیا اردو ادب میں آ کر اپنے وزن اور مزاج، جسم اور روح کے ساتھ اردو کی ایک نئی شعری صنف کے طور پر مسلسل مستحکم

ہو رہا ہے۔۱۹۹۶ء میں اس چھوٹے سے پودے نے اپنے تناور درخت بننے کے امکان کو اجاگر کیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ اردو ماہیا اپنے پنجابی خدوخال اور مزاج کے ساتھ نئے تخلیقی اظہار سے اردو شاعری کے وقار میں اضافے کا موجب بنے گا اور ۱۹۹۷ء کا سال اپنے اختتام پر گواہی دے گا کہ اردو ماہیے نے ۱۹۹۶ء سے بھی آگے کا سفر طے کر لیا ہے۔

سعید شباب کے تازہ مضمون ''اردو ماہیے'' کے آخری الفاظ کو اپنی دعا بناتے ہوئے یہ جائزہ ختم کرتا ہوں۔

''خوشی کی بات ہے کہ ماہیے کے مزاج اور خدوخال کی بحث جیسے جیسے آگے بڑھ رہی ہے، ویسے ویسے شعراء کرام ماہیے کے اصل وزن کی طرف رجوع کر رہے ہیں۔ غلط وزن میں ماہیے کہنے والوں کی تعداد اب گھٹ کر رہ گئی ہے۔ مجھے امید ہے کہ ہمارے شعراء کرام کے ذریعہ اردو ماہیا دوسری اصناف ادب کے دوش بدوش وقار کے ساتھ اکیسویں صدی میں داخل ہو سکے گا''

(ایں دعا از من و از جملہ جہانِ ادب آمین باد!)

(مطبوعہ۔روزنامہ ''نوائے وقت''، راولپنڈی، شمارہ۔۵ فروری ۱۹۹۷ء)

☆☆☆☆

مدیران ''بھنگڑا'' کے نام

محترم ڈاکٹر کے ایچ شاہین رانا صاحب
محترم امین خیال صاحب اور
محترم غلام مصطفیٰ بسمل صاحب
سلام مسنون

پنجابی اخبار ''بھنگڑا'' کا اردو ماہیا نمبر ملا۔ دیکھ کر جی خوش ہوا۔ آپ صاحبان نے تاریخی نوعیت کا کام کیا ہے جس کے لئے میری طرف سے پُرجوش مبارکباد قبول فرمائیں۔ اردو میں ماہیا نگاری نے درست سمت میں مزید پیش قدمی کی ہے۔ اختلافی ماہیوں کے نمونے ساتھ شامل کر کے جہاں غیر جانبداری کا ثبوت دیا گیا ہے۔ وہیں آنے والے وقت میں محققین کے لئے بہت سا دلچسپ مواد بھی جمع کر دیا گیا ہے۔

غلام مصطفیٰ بسمل صاحب کے اختلافی ادارتی نوٹ کا میں خیر مقدم کرتا ہوں کیونکہ سنجیدہ اختلاف رائے سے جو بحث ہوتی ہے اس سے حقیقت زیادہ نکھر کر سامنے آ جاتی ہے۔

غلام مصطفیٰ بسمل میرے بارے میں لکھتے ہیں۔

''پنجابی زبان میں مطالعہ کی کمی کے باعث ان کا نکتہ نظر محدود ہو کر رہ گیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ پنجابی زبان میں کوئی ضابطہ یا اصول نہیں، ضرورت شعری کے مطابق اس کے حروف کو کھینچ کر لمبا بھی کر لیا جاتا ہے۔''

اگرچہ میں نے کسی زمانے میں ایم اے پنجابی کرنے کے لئے سال بھر جم کر تو اس کی کتابیں پڑھی تھیں تاہم مجھے پنجابی زبان ہی میں نہیں اردو زبان میں بھی اپنے مطالعہ کی کمی کا اعتراف ہے۔ البتہ ماہیے کے موضوع پر میں جتنا کچھ سمجھ سکا ہوں اسے قارئین ادب کے سامنے ضرور پیش کر رہا

ہوں۔میں نے یہ نہیں لکھا کہ پنجابی زبان میں کوئی ضابطہ یا اصول نہیں ہے۔میرا خیال ہے یہاں تفہیم میں یا ابلاغ میں کوئی غلط فہمی ہوگئی ہے۔اصلاً بات ہو رہی تھی اردو زبان میں زحافات کے تعین کی اور زحافات کے حوالے سے میں نے لکھا ہے کہ پنجابی زبان میں (زحافات) ایسا کوئی ضابطہ یا اصول نہیں ہے۔زحافات کا تعین نہ ہونے کے باعث شعری ضرورت کے مطابق بعض حروف کو کھینچ کر لمبا بھی کرلیا جاتا ہے اور گرا کر مختصر بھی کرلیا جاتا ہے۔پھر اس بیان کے ساتھ میں نے بطور مثال چھ ماہیے بھی پیش کئے ہیں۔اردو قواعد کے مطابق ان میں سے پہلے دو ماہیوں کے دوسرے مصرعوں کا وزن فعلن فعلن فع بنتا ہے دوسرے دو ماہیوں کے دوسرے مصرعوں کا وزن فعلن فعلن فعلن بنتا ہے اور تیسرے دو ماہیوں کے دوسرے مصرعوں کا وزن فعلن فعلن فعلن فع بنتا ہے۔اب یا تو یہ کہہ دیا جائے کہ ماہیے کا سرے سے کوئی قاعدہ کلیہ ہی نہیں ہے یا یہ مان لیا جائے کہ ماہیے کا وزن تو مخصوص ہے لیکن زحافات کا تعین نہ ہونے کے باعث پنجابی شاعری میں خاصی لچک کی گنجائش ہے اور اسی وجہ سے یہ تین مختلف وزن دکھائی دیتے ہیں جبکہ ماہیے کی دھن پر پنجابی الفاظ کو گاتے ہوئے کوئی رکاوٹ پیش نہیں آتی۔میں نے جہاں کہیں قواعد وضوابط کی عدم موجودگی کی بات کی ہے اس سے مراد زحافات کی شعری رعایتیں ہیں۔

غلام مصطفیٰ بسمل صاحب نے آخر میں ماہیے کے دونوں وزن اختیار کر لینے کو مناسب سمجھا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ پھر تینوں ہی وزن کیوں نہ اختیار کر لئے جائیں؟ دوسرے مصرعہ میں ایک سبب کم اور تینوں مصرعے ہم وزن کے ساتھ دوسرے مصرعہ میں ایک سبب زائد بھی روا رکھا جائے۔لیکن کیا اردو میں ایسا کرنا ماہیے کے ساتھ مذاق نہیں بن جائے گا؟ اصل میں لسانی اور عروضی بحث پر میں اب تک کافی وضاحت سے اپنا موقف پیش کر چکا ہوں اور منتظر ہوں کہ کوئی دوست پوائنٹ در پوائنٹ میرے پیش کردہ موقف کے جواب میں مدلل بات کریں۔اسی عرصہ میں اپنی تحقیق وتنقید کی کتاب ’’اردو میں ماہیا نگاری‘‘ مکمل کر چکا ہوں۔امید ہے یہ کتاب اسی برس منظر عام پر آ جائے گی۔ مجھے خوشی ہوگی کہ غلام مصطفیٰ بسمل صاحب میرے موقف کو پوری طرح پڑھ کر اپنی مدلل رائے دیں کہ میرے موقف کی بنیاد بہر حال پنجابی ماہیا ہے اور اس کے لئے مجھے

بہر حال پنجابی ادب کے اسکالرز کی رائے زیادہ فائدہ پہنچائے گی۔یہاں یہ بات پھر دہرا دوں کہ پنجابی ماہیا گائے جانے والی چیز ہے اور اس کی اپنی مخصوص دھن ہے۔بسمل صاحب نے اپنے جو ثلاثی ’’ماہیے‘‘ کے نام سے پیش کئے ہیں،ان میں سے ایک ’’ماہیا‘‘ پیش کرتا ہوں۔

یہ آج تمہارا ہے
کل ہوگا ہمارا بھی
موسم کا اشارا ہے

اگر بسمل صاحب اپنے اس ’’ماہیے‘‘ کو پنجابی ماہیے کی کسی معروف دھن میں گنگنانے میں کامیاب ہو جائیں تو میں ان کے موقف کو بخوشی قبول کرلوں گا۔کیا وہ اپنے اس ’’ماہیے‘‘ کو پنجابی ماہیے کی دھن میں روانی سے گنگنا سکتے ہیں؟ اس کا فیصلہ بھی انہیں پر چھوڑتا ہوں۔جو مزاجِ یار میں آئے......’’بھنگڑا‘‘ کے اس ماہیا نمبر میں محترم ڈاکٹر جمال ہوشیار پوری صاحب کا لگ بھگ دس سال پرانا مضمون دوبارہ پڑھ کر جی خوش ہوا۔مضمون کا آخری حصہ تو مجھے ان کی پیشین گوئی سا محسوس ہوا۔تنویر بخاری مفعول مفاعیلن کے وزن پر اصرار کر رہے تھے اور جمال ہوشیار پوری کا خیال تھا کہ فعلن فعلن فعلن زیادہ موزوں ہے......ہم نے ماہیے کی دھن پر جب ان اوزان کو آزمایا تو (دوسرے مصرعہ کے فرق کے ساتھ) دونوں اوزان کو درست پایا۔بھنگڑا کے ماہیا نمبر کے صفحہ ۵ کالم ۴ میں میرے مضمون میں دونوں اوزان کی ہم آہنگی کی نشاندہی کی گئی ہے۔

’’غور کیا جائے تو ڈاکٹر جمال ہوشیار پوری کا موقف زیادہ جاندار ہے کیونکہ مفعول مفاعیلن بھی عملی طور پر حقیقتاً فعلن فعلن فعلن کا روپ دھار لیتا ہے......مفعولمفاعیلن‘‘

میں یہاں اپنی خوشی میں آپ سب کو شریک کرنے کے لئے جمال ہوشیار پوری صاحب کے مضمون کا آخری حصہ درج کر رہا ہوں۔

’’تنویر بخاری ہوراں نے اٹھویں کلی نوں غلط قرار دے دتا اے پر اوہدا پہلا تے تیجا مصرعہ میرے دسے وزن تے پورا اتریا اے۔خورے کل نوں کوئی ہور بندا کوئی ہور وزن لبھ لوے جیڑا میرے متھے ہوئے وزن تے پوریاں اترن والیاں ساریاں کلیاں تے مصرعیاں تے وی فٹ

آ جاوے تے نال ای ایس کلی دے دوجے مصرعے تے وی فٹ آ جاوے تے انج ایس مضمون دا دوجا حصہ وی لکھیا جاوے جس دے لکھے جان نال پورا ماہیا عروض دے گھیرے وچ آ جاوے تے اسیں کہہ سکیئے کہ ماہیے دا جیہڑا مصرعہ ایس وزن تے پورا نئیں اتر دا اوہ غلط اے۔ پر پتہ نہیں کہ اوہ دوجا حصہ کدے لکھیا وی جاوے گا کہ نہیں تے جے لکھیا جاوے تاں لکھن والا بندہ کون ہووے گا۔ تنویر بخاری یاں میں یاں کوئی ہور؟''

میں نہیں کہہ سکتا کہ جمال ہوشیار پوری کا ''کوئی ہور'' میں ہی ہوں لیکن اتنا ضرور ہے کہ میں نے ماہیے کی عوامی دھن سے ماہیے کے وزن کی دریافت کا جو بنیادی اصول بتایا ہے اس سے نہ صرف اردو ماہیے کا قبلہ درست ہوا ہے بلکہ پنجابی میں بھی ماہیے کے وزن کی تفہیم کا اصل اصول ضرور مل گیا ہے...... یہ ایک علمی بات ہے...... میں نے اپنا موقف دلائل کے ساتھ پیش کیا ہے اسے ان سے بہتر دلائل کے ساتھ توڑا جا سکتا ہے۔ میں نے کسی سچائی کا بلند بانگ دعویٰ نہیں کیا لیکن اردو والے بعض ''کرم فرماؤں'' نے مجھے جس طرح دھتکارا اور پھٹکارا ہے اس سے مجھے لگتا ہے کہ میرے موقف میں کوئی سچائی ضرور ہوگی۔ مجھے غلام مصطفیٰ بسمل صاحب اور پنجابی کے دیگر اسکالرز سے امید ہے کہ وہ اردو میں پنجابی ماہیے کی بقا اور احیا کے لئے مجھ ایسے کم علم کا ساتھ دیں گے بلکہ میری رہنمائی بھی کریں گے اور مجھے یہ نہیں کہنا پڑے گا

کیا کیا خضر نے سکندر سے　　　　اب کسے رہنما کرے کوئی

''بھنگڑا'' کے اس ماہیا نمبر میں پنجابی ماہیے کے وزن کے مطابق ماہیے لکھنے والوں کی تعداد ۵۳ ہے جبکہ تین ہم وزن مصرعوں کے ثلاثی لکھنے والے صرف آٹھ ہیں۔ ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی کا مضمون اس لحاظ سے بے حد اہم ہے کہ ایک بہاری بابو نے پنجابی ماہیے کو اتنی گہری اور علمی نظر سے دیکھا ہے۔ پنجابی زبان سے ان کی اس محبت کو محبت کی نظر سے دیکھنا چاہئے۔ بہر حال اس تاریخی نمبر کی اشاعت پر ایک بار پھر آپ تینوں صاحبان کی خدمت میں مبارکباد اور اظہار تشکر۔ والسلام　　　نیک تمناؤں کے ساتھ　　　حیدر قریشی (جرمنی)

(مطبوعہ۔ اخبار ''بھنگڑا'' گوجرانوالہ۔ شمارہ۔ جولائی ۱۹۹۷ء)

ماہیا اور چن ماہی

(بھنگڑا شمارہ جولائی، اگست ۱۹۹۶ء کے حوالے سے)

''بھنگڑا'' کے ماہیا نمبر پر عمومی طور پر پسندیدگی اور خوشی کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ صرف ان دوستوں کو اختلاف سوجھ رہا ہے جو اپنے مخصوص تحفظات یا بعض تعصّبات کی وجہ سے اختلاف کرنا لازم سمجھتے ہیں۔

یوسف علی لائق صاحب کو میں اس لحاظ سے ہمیشہ سے لائق تحسین سمجھتا ہوں کہ وہ علم عروض میں خاصی مہارت رکھتے ہیں۔ اتنی اچھی خاصی مہارت کہ جس کے بعد بندہ فکر اور جذبے سے زیادہ عروضی مہارت کا مظاہرہ کرتا رہ جاتا ہے۔ میں عروض کی اہمیت اور افادیت سے انکار نہیں کرتا لیکن اس میدان میں اپنی کم علمی بلکہ لاعلمی کا اقرار بھی شروع میں ہی کر لینا چاہتا ہوں۔ مجھے اس علم میں تھوڑی بہت شد بد صرف ماہیے کی وجہ سے حاصل کرنا پڑی۔ غزلوں اور نظموں کے لئے (اردو ماہیا نگاری کے لئے بھی) میں موزونیٔ طبع سے ہی کام چلا لیتا ہوں۔ ماہیے کے خدوخال کی بحث کے باعث تھوڑا سا فعلن فعلن سیکھ لیا ہے تو اسے بھی غنیمت سمجھتا ہوں۔

یوسف علی لائق صاحب کے برعکس ادب کے تئیں میرا رویہ کچھ اور ہے۔ میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ فرمان پڑھا تھا ''لفظ کے خادم مت بنو بلکہ روح کے بنو کیونکہ روح زندہ رکھتی ہے اور لفظ مار ڈالتے ہیں۔'' سو میں لائق صاحب کی طرح اپنی عروضی لیاقت تو نہیں دکھا سکتا، ہاں ماہیے کی روح کے حوالے سے بات ضرور کر سکتا ہوں۔ لائق صاحب نے اپنے مضمون ''ماہیا کی بازیافت'' میں جہاں اپنے طور پر زبانوں کی گہرائی میں جا کر تحقیق کے جوہر دکھائے ہیں وہاں اہل علم کے لئے دلچسپی کا مواد فراہم کر دیا ہے لیکن جہاں دوسروں کی تحقیق یا امکانی بیان کو

انہوں نے تنقید بلکہ تضحیک کا نشانہ بنایا ہے وہیں مار کھا گئے ہیں۔مثلاً میں نے ماہی بمعنی چرواہا بیان کیا ہے تو اس پر مضحکہ خیز قسم کا طنز فرمایا ہے۔ میں ان کے طنزیہ جملوں کا اب کیا جواب دوں۔ وارث شاہ سے بلھے شاہ تک ماہی بمعنی چرواہا کی کتنی ہی مثالیں موجود ہیں۔ یہاں صرف دو مثالیں درج کئے دیتا ہوں۔

مہیں چرن نہ باجھ رنجھیڑے دے
ماہی ہور سبھے جھکھ مار رہے

ماہیاں چھپیا رانجھیاں دس بھائی
تیرے کن پاڑے ہن کس کان میاں

ان دو مثالوں پر غور کرنے کے بعد یوسف علی لائق صاحب لفظ ماہی کے بارے میں میرے بیان پر اپنے عالمانہ طنزیہ الفاظ دوبارہ پڑھیں اور پھر سوچیں کہ وہ اپنی ''تحقیق'' کے ہاتھوں کس حال کو پہنچ گئے ہیں۔متعدد مقامات پر لائق صاحب کی تحقیق کا انداز ان عالموں جیسا ہے جو گوتم بدھ کی تعلیمات اور کردار کو چھوڑ کر اس بحث میں الجھ گئے تھے کہ گوتم بدھ منگل کے دن پیدا ہوئے تھے یا بدھ کے دن پیدا ہوئے تھے۔اصل معاملہ جس کی خاطر لائق صاحب نے اتنی مشقت کی ہے صرف یہ ہے کہ ان کے پیارے دوست (جو مجھے بھی بہت عزیز ہیں) پروفیسر قمر ساحری نے چونکہ مفعول مفاعیلن/فعل مفاعیلن/مفعول مفاعیلن کے وزن میں ماہیے لکھے ہیں لہٰذا ماہیے کے لئے صرف یہی وزن قابل قبول ہونا چاہئے باقی کے متبادل اوزان رد کر دیئے ہیں۔اس لحاظ سے قمر ساحری صاحب زیادہ اچھے رہے کہ انہوں نے اپنے دل کی بات مختصر الفاظ میں صاف صاف کہہ دی ہے۔ اصل میں ماہیے کے اوزان میں فعلات مفاعیلن (علامہ یعقوب انور) مفعول مفاعیلن (شارب اور تنویر بخاری) فعلن فعلن فعلن (جمال ہوشیار پوری، عرش صدیقی) بیان کئے گئے ہیں۔تسکین اوسط کی کرشمہ سازی اردو میں بھی اس کی گنجائش پیدا کر دیتی ہے تاہم ہمارا بنیادی موقف پہلے دن سے یہی ہے کہ جو ماہیا، ماہیے کی مخصوص دھن پر گایا یا گنگنایا جا سکتا ہے

وہ ماہیا ہے۔اس کے لئے یہ سارے اوزان بڑی حد تک ٹھیک رہتے ہیں۔

ڈاکٹر فہیم اعظمی صاحب کا ماہیے کے سلسلے میں خدمات کا ایک سلسلہ رہا ہے۔ مجھ سے ماہیے پر پہلا مضمون انہوں نے ہی لکھوایا تھا۔ایک عرصہ تک وہ ہمارے موقف کا ہم سے بھی زیادہ پرچار کرتے رہے۔۱۹۹۴ء میں نثار ترابی نے ''بارات گلابوں کی'' کا اشتہار ''صریر'' میں اشاعت کے لئے بھیجا تو انہوں نے اشتہار تو چھاپ دیا لیکن اس میں سے ماہیے کے تمام الفاظ حذف کر دیئے۔اس سے ماہیے کی تحریک سے ان کی وابستگی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔۱۹۹۵ء میں ساختیات پس ساختیات کے بارے میں میرے ایک اختلافی مضمون کی اشاعت کے بعد اعظمی صاحب میں یہ پاک تبدیلی آئی کہ انہوں نے (محض میرے سخت الفاظ میں اختلاف کے باعث) ماہیے کے دونوں اوزان کو قبول کر لیا نہ صرف ایسا کیا بلکہ ڈاکٹر بشیر سیفی کے ایک غیر محققانہ مضمون کے جواب میں جب میں نے انہیں مضمون بھیجا تو انہوں نے اپنے اختلافی نوٹ کی حاشیہ آرائی کے ساتھ میرے مضمون میں سے وہ تمام حصے حذف کر دیئے جس میں بشیر سیفی کے غیر محققانہ رویئے کی واضح طور پر نشاندہی کی گئی تھی۔مزید کرم یہ کیا کہ میرے ایک اور مضمون کو بھی اس کے ساتھ مربوط کر کے سارا مضمون ہی بے ربط کر دیا۔ چونکہ ڈاکٹر فہیم اعظمی کا ردعمل علمی نہیں بلکہ ''ذاتیات'' کے پس منظر سے ابھرا ہے اس لئے میں اصل حقیقت بیان کر کے ان کے ساتھ سردست مزید الجھاؤ نہیں چاہتا۔

ویسے ان کے طرز عمل سے ساختیاتی تنقید کا عملی روپ ضرور سامنے آ گیا ہے اور ساختیات پر میرے اعتراضات کی تصدیق ہوئی ہے میں ابتدائی ایام میں ان کے پرخلوص اور محبت آمیز تعاون پر ان کا شکر گذار ہوں۔ان کا وہ کردار ماہیے کی تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

آخر میں یوسف علی لائق صاحب کو سلام کرتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فرمان کو دہرا کر یہ مضمون ختم کرتا ہوں ''لفظ کے خادم مت بنو بلکہ روح کے بنو کیونکہ روح زندہ رکھتی ہے اور لفظ مار ڈالتے ہیں۔''

(مطبوعہ: پنجابی اخبار ''بھنگڑا'' گوجرانوالہ شمارہ اکتوبر ۱۹۹۷ء)

اردو ماہیا ۱۹۹۷ء میں

۱۹۹۷ء کا سال اردو ماہیے کے لئے ادب میں استحکام کا سال ثابت ہوا ہے۔شعراء کرام نے اس نئی شعری صنف کو محبت کی نظر سے دیکھا اور اپنی اپنی تخلیقی صلاحیتوں کے مطابق اس کے امکانات کو آزمایا۔تحقیق اور تنقید کے میدان میں اہم اور بنیادی نوعیت کے کام ہوئے۔اس سلسلے میں ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی نے اپنی تازہ تحقیق سے ثابت کیا کہ ساحر لدھیانوی اور قمر جلال آبادی سے بھی پہلے ۱۹۳۷ء میں ہمت رائے شرما نے اردو ماہیے کہے جو ۱۹۳۹ء میں ریلیز ہونے والی فلم ''خاموشی'' کے لئے ریکارڈ کئے گئے۔اردو ماہیے کے اس اولین نقش کے چند ماہیے یہاں درج کردینا مناسب ہوگا۔

اک بار تو مل ساجن
آ کر دیکھ ذرا
ٹوٹا ہوا دل ساجن

سہمی ہوئی آہوں نے
سب کچھ کہہ ڈالا
خاموش نگاہوں نے

کچھ کھو کر پائیں ہم
دور کہیں جا کر
اک دنیا بسائیں ہم

میری تحقیق وتنقید کی یک موضوعی کتاب ''اردو میں ماہیا نگاری'' اسی برس شائع ہوئی، تحقیق وتنقید کے ساتھ تخلیقی فعالیت کا بھی بھرپور مظاہرہ ہوا،ضمیر اظہر (مرحوم) کے ماہیے ''پھول کہانی'' کے نام سے شائع ہوئے،نذیر فتح پوری کے ماہیوں کا مجموعہ ''ریگ رواں'' اور امین خیال کے ماہیوں کا مجموعہ ''یادوں کے سفینے'' اس سال منظر عام پر آئے،سعید شباب کا مرتب کردہ ۳۵

ماہیا نگاروں کا انتخاب ''اردو ماہیے'' کے نام سے شائع ہوا۔ان پانچ کتابوں کے علاوہ گوجرانوالہ سے شائع ہونے والے پنجابی اخبار ''بھنگڑا'' نے اپنی ایک خاص اشاعت اردو ماہیا نمبر کے طور پر پیش کی جس میں مختلف مضامین کے ساتھ ۵۳ ماہیا نگاروں کے ماہیے شامل کئے گئے۔

جن ادبی رسائل اور اخبارات میں ماہیے یا ماہیے پر مضمون یا خطوط شامل ہوئے ان کی ایک نا تمام فہرست یوں ہے۔''اوراق'' لاہور، ''تخلیق'' لاہور، ''صریر'' کراچی، ''ارتکاز'' کراچی، ''الفاظ'' کراچی، ''کوہسار'' بھاگلپور، ''تیر نیم کش'' مراد آباد، ''جدید اسلوب'' سہسرام، ''گلبن'' احمد آباد، ''کتاب نما'' نئی دہلی، ''عوامی منشور'' کراچی، ''اردو ادب'' راولپنڈی، ''شاہین'' کوپن ہیگن، ''اقدار'' کراچی، ''جنگ'' لندن، ''نوائے وقت'' راولپنڈی، ''الاخبار'' راولپنڈی، ''میرٹھ میلہ'' میرٹھ، ''دیش بدیش'' بھاگلپور، ''راوی'' بریڈفورڈ......جن اخبارات و رسائل کے نام اس فہرست میں نہیں آسکے وہ محض میری ان تک نارسائی کا ثبوت ہے تاہم ماہیے کے فروغ کے سلسلے میں ان کی خدمات قابل تحسین ہیں۔

''اوراق'' نے سال کے آغاز میں میرے ایک مضمون کے ساتھ چار درست وزن والے ماہیا نگاروں کے ماہیے شائع کئے۔یوں ماہیے کا ایک غیر رسمی چھوٹا سا گوشہ سجایا گیا۔ ''شاہین'' نے بھی ماہیے کے فروغ کے لئے خصوصی کردار ادا کیا۔سہ ماہی ''کوہسار'' کے ایک شمارہ میں بھی ہمت رائے شرما کو اردو ماہیے کا بانی قرار دینے والے تحقیقی مضمون کے ساتھ ۹ ماہیا نگاروں کے ماہیے شامل کئے گئے جبکہ ایک اور شمارہ میں ماہیے پر ایک مباحثہ کراتے ہوئے ۳۳ ماہیا نگاروں کے ماہیے شائع کئے گئے۔

پاکستان اور انڈیا میں پہلے سے جو ماہیا نگار سرگرم عمل ہیں،ان سے ہٹ کر نئے ماہیا نگاروں کی ایک بڑی تعداد اس طرف آئی۔اس برس ماہیا نگاری کی طرف مائل ہونے والے شعراء کرام میں نذیر قیصر، شاہد جمیل، سجاد مرزا، شارق جمال، فرحت قادری، مسعود ہاشمی، یاسمین سحر، شروِن کمار ورما، ناوک حمزہ پوری، علقمہ شبلی، عارف حسن خان، منور احمد منور، عاصی کاشمیری، اشعر اورینوی، نادم بلخی، فیضی سمبلپوری، سلیم احمد سلیم، یاسمین مبارک، نوید امین اعظم، دلشاد علی دلشاد، امجد

حمید محسن، رافق زماں، انور شمیم انور، محی الدین غنی، اسلم حنیف، نسیم عزیزی، کندن لاہوری، شارق عدیل، امان اللہ امان، فراغ روہوی، جوہر ایاغ، عبدالجلیل عباد، نورالحسن میکش، ظفیر الدین ظفر، نیئر حسین نیئر، قمرالزمان قمر اور کوثر بلوچ کے نام شامل ہیں۔ جبکہ پہلے سے ماہیا نگاری کرنے والے شعراء کرام میں سے جن کے نئے ماہیے سامنے آئے اور جو تخلیقی میدان میں فعال رہے ان میں سے قابل ذکر ماہیا نگاروں میں ان ناموں کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ امین خیال، عارف فرہاد، مناظر عاشق ہرگانوی، شاہدہ ناز، قاضی اعجاز محور، احمد حسین مجاہد، ڈاکٹر صابر آفاقی، پروفیسر قمر ساحری، خاور اعجاز، طفیل خلش، نذیر فتح پوری، یوسف اختر، انور مینائی، پروین کمار اشک، سعید شباب، ذوالفقار احسن۔ یہ صرف چند فعال ماہیا نگاروں کے نام ہیں وگرنہ مجموعی طور پر یہ فہرست ۱۰۰ ماہیا نگاروں سے زیادہ ہو چکی ہے۔

اس برس ماہیے کے مجموعوں پر تبصروں اور مضامین کے ساتھ ماہیے کی تفہیم کی بحث کا سلسلہ جاری رہا۔ مجموعی طور پر ۲۵ مضامین اور ۴ تبصرے شائع ہوئے۔ ان میں سے سات مضامین میں نے، تین مضامین ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی نے اور دو مضامین سعید شباب نے لکھے۔ دیگر مضمون نگاروں کے نام یہ ہیں۔ ڈاکٹر انور سدید، ڈاکٹر انور مینائی، ڈاکٹر جمال ہوشیار پوری، مشتاق احمد، نصرت یاسمین، اجمل پاشا، عاشق حسین عاشق، طیب احمد اور امین خیال۔ ڈاکٹر بشیر سیفی، یوسف علی لائق اور غلام مصطفیٰ بسمل نے اختلافی زاویئے کو ابھارا جس سے بحث آگے بڑھی اور جواب الجواب کے نتیجہ میں سچائی مزید نکھر کر سامنے آئی۔ تبصرہ نگاروں میں ثریا شہاب، سید ظفر ہاشمی، مقصود الٰہی شیخ اور سید اختر الاسلام کے نام لئے جا سکتے ہیں۔ اول الذکر دو نے ''محبت کے پھول'' پر اور آخر الذکر دو نے ''رم جھم رم جھم'' پر تبصرے کئے۔

اردو ماہیے کے سلسلے میں انڈیا میں بھاگلپور کے حلقہ ادب کے زیر اہتمام ماہیا مشاعرہ کیا گیا۔ یہ مشاعرہ بہار ایگریکلچر کالج کے آڈیٹوریم میں ہوا جس میں ہندوستان کے متعدد ماہیا نگاروں نے شرکت کی۔ دسمبر ۱۹۹۶ء میں ریلیز ہونے والی انڈین فلم ''اف یہ محبت'' کی خبر مجھ تک ۱۹۹۷ء کے شروع میں پہنچی۔ اس فلم میں وپن ہانڈا نے اردو ماہیے پیش کئے ہیں جبکہ اسی برس ممتاز

پاکستانی شاعر نذیر قیصر نے فلم ''کانٹا'' کے لئے ماہیے لکھے جو ترنم ناز اور حامد علی خان نے گائے ہیں۔

میری چھت پر آیا کرو
جب میں سو جاؤں
میری مکھیاں اڑایا کرو
(وپن ہانڈا)

آنچل میں ستارے ہیں
جب سے تمہیں دیکھا
اس دن سے تمہارے ہیں
(نذیر قیصر)

ادبی رسائل کے خطوط کے صفحات پر بھی ماہیے کے حوالے سے اس برس خاصی گہما گہمی رہی۔ عبدالعزیز خالد اور ڈاکٹر محمد امین کے خطوط میں ''بادِ سبز'' کے ماہیوں کی تعریف کی گئی۔ غلام جیلانی اصغر نے ماہیے کے مزاج کا مسئلہ اپنے مخصوص دلچسپ انداز میں اٹھایا۔ احمد حسین مجاہد نے درست وزن کے مسئلے پر ٹھوس موقف اختیار کیا لیکن سب سے اہم خط پروفیسر آل احمد سرور کا رہا۔ انہوں نے اردو ماہیے میں ہمت رائے شرما کی اولیت کو درست قرار دیا اور چراغ حسن حسرت کے مبینہ ''ماہیوں'' کی بطور ماہیا نفی کی۔ دو ماہی ''گلبن'' احمد آباد نے اپنی ستمبر اکتوبر کی اشاعت میں اعلان کیا ہے کہ ان کا نئے سال کا پہلا شمارہ ماہیا نمبر ہوگا۔ توقع ہے کہ یہ جائزہ چھپنے تک گلبن کا ضخیم ماہیا نمبر چھپ چکا ہوگا۔

پنجابی ماہیے کے وزن والا ماہیا اب اردو میں نہ صرف ٹھیک طرح پہچانا جا چکا ہے بلکہ تمام تر مخالفتوں کے باوجود شعراء کرام میں مسلسل مقبولیت بھی حاصل کر رہا ہے۔ مجھے امید ہے کہ اب ماہیے کی تفہیم اور ترویج کے لئے بات اس کے وزن کی بحث سے آگے بڑھے گی اور ادب میں اس کے ادبی اور ثقافتی کردار کی اہمیت پر غور و فکر کیا جائے گا۔ اس سلسلے میں ہمارے ماہیا نگار اور ماہیے کے ناقدین اپنا ادبی فریضہ حسن و خوبی سے ادا کریں گے۔ انشاء اللہ

(مطبوعہ: ۱۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' راولپنڈی، شمارہ ۹۸۔۲۔۳
۲۔ روزنامہ ''جنگ'' لندن، شمارہ ۹۸۔۲۔۱۹۔
۳۔ سہ ماہی ''کوہسار'' بھاگل پور، شمارہ مئی ۱۹۹۸ء)

ماہیے کی کہانی

ڈاکٹر کرسٹینا اوسٹر ہیلڈ (استاد اردو، ہائیڈل برگ یونیورسٹی) نے میرے نام اپنے دو خطوط میں ماہیے کے تعلق سے یہ سوال اٹھائے ہیں۔

۱۔ ماہیا سے پہلے اردو میں ہائیکو، ثلاثی اور بعض دیگر سہ مصرعی اصناف موجود ہیں۔ان کے ہوتے ہوئے ماہیا کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

۲۔ ماہیا پنجابی لوک گیت ہے جس کا تعلق گائیکی سے ہے۔اردو کے شعری ادب میں ماہیا کی کیا حیثیت بنے گی۔ادبی صنف کی یا گیت کی؟

۳۔ایسے وقت میں جبکہ کمرشل میوزک کا رواج ہے (بلکہ راج ہے) ایک لوک گیت کی اردو میں آ کر موسیقی کے حوالے سے بھی کیا حیثیت بن پائے گی؟

یہ سوال اس لحاظ سے اہمیت کے حامل ہیں کہ اب تک ماہیے کی جو عمومی بحث ہوئی ہے اس سے ہٹ کر کئے گئے ہیں۔ان سوالات کے حوالے سے اپنے خیالات کا اظہار اس مضمون کے آخر میں کروں گا۔ پہلے میں گذشتہ چند برسوں میں اٹھائے گئے اعتراضات اور نکات پر گفتگو کروں گا تا کہ ماہیے کو سمجھنے اور سمجھانے کی اب تک کی مثبت اور منفی دونوں طرح کی کاوشوں کا مجموعی تاثر سامنے آجائے اور یہ بھی ریکارڈ پر آجائے کہ ماہیے کی بحث اب تک کیسے کیسے مرحلوں سے گذر کر آئی ہے۔ چونکہ بیشتر اعتراضات کے جواب مضامین کی صورت میں ساتھ ساتھ ہی ہماری طرف سے دیئے جاتے رہے ہیں۔اس وجہ سے میرے بعض سابقہ مضامین کے خیالات کی اس مضمون میں تکرار کی بھی گنجائش ہے۔ویسے میں کوشش کروں گا کہ ایسا کم سے کم ہو۔تاہم اب تک کے تمام اہم سنجیدہ اور علمی نکات اور غیر سنجیدہ اعتراضات کو یک جا کرنا بھی نیا کام ہے۔یوں

ماہیے کی بحث کی کہانی میں موافقت اور مخالفت کی بیشتر روداد جمع ہو جائے گی۔

ماہیے کے سلسلے میں پنجابی اسکالرز نے مختلف موقف پیش کئے تھے۔غلام یعقوب انور نے یہ وزن ''فعلات مفاعیلن'' بیان کیا تھا۔ پروفیسر شارب نے اسے ''مفعول مفاعیلن'' بیان کیا۔تنویر بخاری نے بھی یہی وزن بیان کیا۔ڈاکٹر جمال ہوشیار پوری نے ان اوزان کے مقابلے میں ''فعلن فعلن فعلن'' کو موزوں قرار دیا۔ پروفیسر شارب نے عروضی بکھیڑوں سے جھوجھنے کے بعد غیر ارادی طور پر یہ حقیقت بیان کی۔

''سُر ٹھیک لگدی ہووے تاں سبھ ٹھیک اے''...... ماہیا سُر (لَے) میں ہو تو سب ٹھیک ہے۔سُر کو گاتے وقت دیہاتی لوگ خود ہی ٹھیک رکھتے ہیں کیونکہ وہ نسل در نسل یہ لَے سنتے آئے ہیں اور ان سے زیادہ ماہیے کی لَے کو اور کون جان سکتا ہے؟ (پنجابی سے ترجمہ)

اسی طرح تنویر بخاری بھی اس حقیقت کے قریب سے گذرتے ہیں۔

''ماہیے کے عام ٹکڑوں کو جب ہم اس وزن پر پرکھتے ہیں تو ہمیں ان میں بہت ساری کمی بیشی دکھائی دیتی ہے۔کئی الفاظ یا حروف کی کمی کو لَے کو زیادہ کر کے پورا کر لیا جاتا ہے۔''

(پنجابی سے ترجمہ)

غلام یعقوب انور پروفیسر شارب اور تنویر بخاری جو اوزان بیان کر رہے تھے ان کا فرق شاید ''تسکین اوسط'' کی کرشمہ سازی تھا۔سُر ٹھیک لگنے اور الفاظ کی کمی بیشی کو لَے میں پورا کر لینے کا اندازہ ہونے کے باوجود ہمارے پنجابی اسکالرز پنجابی ماہیے کی ساخت کو گہری نظر سے نہ دیکھ پائے اور یہی گمان کرتے رہے کہ ماہیے کے تینوں مصرعے ہم وزن ہیں۔ان کے برعکس ڈاکٹر جمال ہوشیار پوری کو کہیں کہیں دوسرے مصرعہ میں الجھاؤ محسوس ہوا تو انہوں نے اپنی تمام تر تحقیق کے باوجود برملا طور پر یہ اقرار کیا۔

''شاید کل کلاں کوئی اور بندہ کوئی اور وزن تلاش کر لے جو میرے بیان کردہ وزن پر پورا اترنے والی ساری کلیوں اور مصرعوں پر بھی فٹ بیٹھے اور ساتھ ہی زیر بحث ماہیا کے دوسرے مصرعہ پر فٹ بیٹھ جائے۔ یوں میرے اس مضمون کا دوسرا حصہ لکھا جا سکے جس کے لکھے جانے سے

پورا ماہیا (تینوں مصرعوں کا پورا ماہیا۔ناقل) عروض کے گھیرے میں آ جائے اور پھر ہم کہہ سکیں کہ ماہیے کا جو مصرعہ اس وزن پر پورا نہیں اترتا وہ غلط ہے لیکن پتہ نہیں کہ وہ دوسرا حصہ کبھی لکھا بھی جائے گا کہ نہیں؟ اگر کبھی لکھا گیا تو لکھنے والا بندہ کون ہوگا؟ تنویر بخاری یا میں، یا کوئی اور؟''

(پنجابی سے ترجمہ)

تنویر بخاری نے اپنے موقف کو پیش کر کے صاف صاف لکھ دیا۔

''یہ درست ہے کہ لوک گیتوں کو عروض کے گھیرے میں لانا، سمندر کو کوزے میں بند کرنے کی ایک ناکام کوشش ہے لیکن پھر بھی پنجابی زبان کو علمی اور ادبی زبان بنانے کے لئے کچھ سانچے تو گھڑنے ہی پڑیں گے......ہوسکتا ہے کسی دن سچ نکھر کر سامنے آ جائے......میں نے ماہیے اور اس کی بنت کے بارے میں کوئی ''فتویٰ'' نہیں دیا نہ ہی میری بات پتھر پر لکیر ہے، نہ ہی میں خود کو عالموں، فاضلوں اور محققوں میں شمار کرتا ہوں۔ میں تو ادب کا ایک چھوٹا سا طالب علم ہوں، اندھیرے میں تیر چلانے والا۔ مجھے امید ہے کہ میری اس حقیر سی کاوش کے بعد پنجابی زبان کے دانشور اور محقق اس سمت میں مزید پیش قدمی کریں گے'' (پنجابی سے ترجمہ)

مذکورہ پنجابی دانشوروں کی کسرِ نفسی کے باوجود ماہیے کے وزن کے سلسلے میں ان کی سچی لگن اور جستجو سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ یہ حقیقت ہے کہ ان کے جلائے ہوئے چراغوں سے مزید چراغ جلے ہیں تاہم یہ بھی حقیقت ہے کہ پنجابی ماہیے میں الفاظ کی کمی بیشی کو جاننے کے باوجود یہ دانشور ماہیے کے وزن کو اردو عروض کے پیمانوں میں تلاش کرتے رہے۔ پنجابی ماہیے میں موجود الفاظ کی کمی بیشی کو لے کے ساتھ پورا کرنے کا ہلکا سا احساس تو انہیں رہا لیکن ان میں سے کسی نے بھی ماہیے کی دھن سے اس کے وزن کو تلاش کرنے کی طرف دھیان نہیں دیا۔ شاید اسی لئے تنویر بخاری متذبذب تھے اور ڈاکٹر جمال ہوشیار پوری اسی لئے کسی اور بندے کے مضمون کے منتظر تھے جس کے بیان سے ماہیے کے وزن کا حتمی فیصلہ ہو سکے۔

ہم کوئی حتمی فیصلہ تو نہیں دے رہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ پنجابی اسکالرز کے کئے ہوئے کام کی روشنی میں ہم نے ماہیے کی عوامی دھن سے اس کے وزن کو دریافت کر کے ایسا اہم کام کیا

ہے جسے اب ہمارے بعض ''کرم فرما'' بھی نہ صرف ماننے لگے ہیں بلکہ اسے اس طرح اپنا موقف بتانے لگے ہیں جیسے یہ ان کا ایجاد کردہ ہو۔

ہماری طرف سے جب یہ وضاحت اصرار کے ساتھ کی گئی کہ ماہیے کے دوسرے مصرعہ کا وزن پہلے اور تیسرے مصرعوں سے ایک ''سبب'' کم ہونا چاہئے، تب تین ہم وزن مصرعوں کے ثلاثی ''ماہیے'' کے نام سے لکھنے والوں نے ہماری شدید مذمت کی لیکن جیسے ہی انہیں احساس ہوا کہ ہمارا موقف درست ہے تب انہوں نے مخالفت کرنے کی بجائے یہ کہنا شروع کر دیا کہ ماہیے کے لئے دونوں وزن ٹھیک ہیں، یعنی

مفعول مفاعیلن		مفعول مفاعیلن
فعل مفاعیلن	یا	مفعول مفاعیلن
مفعول مفاعیلن		مفعول مفاعیلن

ذاتی پریشانی سے دوچار ان ماہیا نگاروں سے قطع نظر بعض ناقدین نے سنجیدگی سے ماہیے کے وزن پر غور کیا۔ پروفیسر عرش صدیقی نے بتایا کہ ماہیے کے لئے مفعول مفاعیلن اور فعلن فعلن فعلن والے دونوں وزن ٹھیک ہیں البتہ فعلن والا وزن زیادہ بہتر ہے۔ ماہیے کے دوسرے مصرعہ کے سلسلے میں انہوں نے لکھا کہ یہ وزن میں پہلے اور تیسرے مصرعوں سے ایک ''سبب'' کم بھی ہوسکتا ہے، ہم وزن بھی ہوسکتا ہے اور ایک ''سبب'' زائد بھی ہوسکتا ہے۔ لگ بھگ یہی بات ریاض احمد نے کہی ہے۔ پنجابی زبان میں زحافات کے قواعد کی عدم موجودگی اور لچکیلے پن کو ذہن میں رکھے بغیر مختلف پنجابی ماہیوں کو پرکھا جائے تو اردو عروض کے پیمانوں پر بلا شبہ ایسی ہی صورتحال دکھائی دیتی ہے لیکن ہم نے پنجابی ماہیے کو اردو کے پیمانوں پر آزمانے کی بجائے اس کے وزن کو اس کی دھن سے دریافت کرنے کا جو اصول بتایا ہے اس کے بعد ساری غلط فہمیاں دور ہو جاتی ہیں۔ میں نے اپنے مضمون ''اردو ماہیا۔کل اور آج'' میں ماہیے کی بیان کردہ تینوں صورتوں کو سامنے لا کر ماہیے کی دھن پر آزمانے کی دعوت دی تھی۔ وہ تینوں بیان کردہ صورتیں یہاں پھر درج کئے دیتا ہوں۔

فعلن فعلن فعلن
فعلن فعلن فع (دوسرے مصرعہ میں ایک ''سبب'' کم)
فعلن فعلن فعلن

فعلن فعلن فعلن
فعلن فعلن فعلن (تینوں مصرعے ہم وزن)
فعلن فعلن فعلن

فعلن فعلن فعلن
فعلن فعلن فعلن فع (دوسرے مصرعہ میں ایک ''سبب'' زائد)
فعلن فعلن فعلن

ظاہری اور تحریری طور پر دیکھا جائے تو پنجابی ماہیے میں یہ تینوں صورتیں دکھائی دیں گی لیکن اگر فعلن وزن کی ان صورتوں کو ماہیے کی کسی معروف دھن میں گنگنانے کی کوشش کی جائے تو صرف ایک ''سبب'' کم والا وزن سہولت اور روانی سے گنگنایا جاتا ہے باقی دونوں اوزان نہیں، ناصر عباس نیرّ اور بعض دوسرے دوستوں نے پنجابی ماہیے کو تحریری صورت میں دیکھ کر یہ گمان کیا کہ ماہیے کے دونوں وزن ٹھیک ہیں۔ اس مغالطے کا سبب بھی وہی تھا جو ماہیے کے تین اوزان سمجھنے والے مغالطے کا تھا۔ ایسے دوستوں کو جب مدلل جواب دیئے گئے تو بیشتر نے کج بحثی کرنے کی بجائے خاموشی اختیار کرلی۔

ماہیے کے خدوخال کی شناخت کے سلسلے میں زیادہ زور ماہیے کے دوسرے مصرعہ پر رہا ہے وگرنہ (اردو قواعد کے حوالے سے دیکھا جائے تو) ریاض احمد کی یہ بات درست ہے کہ ظاہری طور پر ماہیے کے پہلے اور تیسرے مصرعوں کے وزن میں بھی ادل بدل ہوتا رہتا ہے لیکن اگر ماہیے کی عوامی دھن کو معیار مان لیا جائے تو پھر نہ پہلے اور تیسرے مصرعوں کے وزن کے سلسلے میں کوئی

الجھن رہتی ہے نہ دوسرے مصرعہ کے وزن کے سلسلے میں کوئی غلط فہمی۔

ماہیے کو عام طور پر تین مصرعوں میں لکھا جاتا ہے۔ بعض پنجابی دانشوروں نے اسے ڈیڑھ مصرعوں میں بھی لکھا ہے۔ اردو میں غزالہ طلعت نے ماہیے کی ان دونوں تحریری شکلوں کو بیان کرنے کے بعد واضح کیا تھا کہ ڈیڑھ مصرعہ میں بھی ماہیے کا مجموعی وزن وہی رہے گا۔ اس شکل کے مطابق ماہیا یوں لکھا جائے گا۔

فعلن فعلن فعلن
فعلن فعلن فع فعلن فعلن فعلن

ماہیے کی شکل وصورت کے حوالے سے عاشق حسین عاشق نے بالکل انوکھی بات لکھی ہے۔ ان کے مطابق ماہیا صرف ایک مصرعہ پر مبنی ہوتا ہے۔ ان کا بیان ریکارڈ پر لا رہا ہوں ممکن ہے کوئی صاحب علم اس سے استفادہ کرلے۔ عاشق حسین عاشق کے فرمان کے ساتھ چند ملے جلے دلچسپ اعتراض اور طنز بھی محفوظ کر لینا مناسب ہے۔ فہیم شناس کاظمی ماہیے کے وزن کے سلسلے میں میرے اصرار پر طنز کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

۱۔ ماہیے کے دونوں وزن رائج ہیں۔
۲۔ آخر اردو ماہیے پر پنجابی ماہیے کے وزن کا اطلاق کیوں کیا جائے؟

اگر موصوف کی پہلی بات درست ہوتی تو انہیں دوسری بات میں ایسا سوال کرنے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ جہاں ایم اے تنویر، نثار ترابی اور ان کے ساتھی دوسرے شعراء یہ منوانے کے لئے کوشاں ہیں کہ ماہیے کے دونوں وزن ٹھیک ہیں وہیں ایک غیر ماہیا نگار ضیاء شبنمی نے شدید غم وغصے کے ساتھ دعویٰ کیا ہے کہ ماہیا صرف تین ہم وزن مصرعوں پر ہی مشتمل ہوتا ہے، ساتھ ہی میرے موقف کو میری ضد قرار دے کر اندازہ لگایا ہے کہ میں ماہیا کا بانی بننے کا منصوبہ بنا رہا ہوں یا خواب دیکھ رہا ہوں۔ اگر ماہیا تین ہم وزن مصرعوں پر مشتمل ہوتا ہے تو وہ سارے شاعر اور ادیب بے وقوف ثابت ہوتے ہیں جو گذشتہ برسوں میں ہمارے ماہیے کو ماہیا ماننے کے ساتھ اپنے ماہیا نما ثلاثی کو بھی ماہیا منوانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ انہیں تو صاف صاف کہنا چاہیئے تھا کہ ماہیا ہوتا

ہی تین ہم وزن مصرعوں کا ہے باقی سب غلط ہے۔ اسے ''مدعی سست گواہ چست'' سے زیادہ پنجابی میں ''چورنالوں پنڈ کالی'' کہنا مناسب لگتا ہے۔ ماہیے کا بانی بننے والی بات سے جی خوش تو بہت ہوا ہے لیکن تادم تحریر اردو ماہیے کی تحقیق کے مطابق اس کے بانی ہمت رائے شرما ہیں۔ ان کے بعد قمر جلال آبادی اور ساحر لدھیانوی کے نام آتے ہیں لہٰذا میرے بانی بننے کا کوئی امکان نہیں۔ ''یاروں'' کو خواہ مخواہ دکھی نہیں ہونا چاہئے۔ ہاں ماہیے کے خدوخال اور مزاج کی بحث کو نکھارنے اور اردو ماہیے کی ترویج کے سلسلے میں مجھے تھوڑی بہت خدمت کرنے کا موقع ضرور ملا ہے اسے میں اپنے خدا کا خود پر فضل سمجھتا ہوں۔ (وما توفیقی الا باللہ)

یوسف علی لائق نے اپنے مضمون ''ماہیا کی بازیافت'' میں اتنی مضحکہ خیز علمیت بگھاری ہے کہ ان کے بیشتر طنزیہ فرمودات پر ہنسی آتی ہے۔ مثلاً ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی نے ماہیا کے لغوی معنی عاشق، محبوب اور شوہر بتائے ہیں۔ اسے بنیاد بنا کر طنزیہ اعتراض کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ معنی لغات میں موجود نہیں ہیں۔ استناد فرمائیں۔

یوسف علی لائق کی لیاقت کا یہ عالم ہے کہ پنجابی الفاظ کا معنی اردو لغات میں ڈھونڈتے پھرتے ہیں۔ اگر موصوف نے پنجابی کی کسی مستند روایت سے ان معانی کی تصدیق کی ہوتی تو ان کے طنزیہ جملے ان کے منہ پر نہ آتے۔ پروفیسر شارب اپنے مضمون ''کجھ ماہیے بارے'' میں کہتے ہیں۔ ''ماہیا لفظ ماہی کے ساتھ الف ندائیہ لگا کے ماہیا بنا لیا گیا ہے جو کہ محبوب، ساجن، پیارا، ڈھولا اور معشوق کے معنوں میں آتا ہے۔ (پنجابی سے ترجمہ)۔

تقریباً یہی بات تنویر بخاری نے اپنی کتاب ''ماہیا فن تے بنتر'' میں لکھی ہے۔

مناظر عاشق نے لکھا تھا ''ماہیا لکھی جانے والی شاعری سے زیادہ گائی جانے والی شاعری ہے۔'' یوسف علی لائق کو اس بات میں بھی کوئی تک نظر نہیں آتی کہ ماہیا بیک وقت ادب بھی ہے اور موسیقی بھی۔ یہاں پھر وہی بات کہ اگر موصوف نے پنجابی ماہیے گانے والوں کی آوازوں میں سن لئے ہوتے اور پنجابی ماہیوں کی مختلف کتابیں پڑھ لی ہوتیں یا کم از کم دیکھ ہی لی ہوتیں تو انہیں مناظر عاشق کے جملہ پر کوئی اعتراض نہ رہتا۔

میں نے لکھا تھا کہ ماہیا کو بگڑو اور ٹپا بھی کہتے ہیں لیکن ماہیا نام زیادہ مقبول ہوا۔ لائق صاحب اپنی لیاقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ٹپا اور بگڑو کے ناموں پر بھی بگڑ گئے۔ اپنے بے تکے انداز میں طنز بلکہ طعنہ زنی کرنے لگے حالانکہ میں نے جو کچھ لکھا تھا غلط نہیں تھا۔ گورے چٹے رنگ کے لئے پنجابی میں بگا بولا جاتا ہے۔ اس کی تانیث بگی کو ہمارے ہاں بگڑو کہتے ہیں۔ تنویر بخاری کا خیال ہے کہ محبوب کے حسن کی تعریف میں اس کے گورے رنگ کے بار بار تذکرے کی بنیاد پر ماہیے کو بگڑو کہا جانے لگا۔ افضل پرویز کے بقول بگڑو نامی ایک طوائف ماہیے بہت عمدہ گاتی تھی اس وجہ سے بعض علاقوں میں ماہیے کا نام بگڑو پڑ گیا۔ محمد بشیر ظامی نے بگڑو کو اپنا قدیمی گیت قرار دے کر جو گیت پیش کئے ہیں ان میں سے ایک بگڑو (ماہیا) بطور نمونہ پیش ہے۔

کوٹھے تے کھیس پیا

ہک دم سجناں دا

اووی ٹر پردیس گیا

اسی طرح ماہیے کو ٹپا کہنے کا ذکر کتاب ''ماہیا۔ فن تے بنتر'' میں موجود ہے۔ پرانے ماہیوں میں ماہیے کا نام ٹپے کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ ایک مثال۔

تھالی وچ کھنڈ پئی آ

آؤ سیو ٹپے گائیے

میرے ویرے دی گنڈھ پئی آ

میں نے ماہیا کو لفظ ماہی سے نکلا ہوا لکھا تھا اور ماہی کے معنی بھینس چرانے والا چرواہا بیان کیا تھا۔ بعد میں جب مہینوال اور رانجھا جیسے رومانوی کرداروں نے مرحلۂ عشق میں چرواہے کا روپ اختیار کیا تو لفظ ماہی چرواہے کی سطح سے اٹھ کر محبوب کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ یوسف علی لائق نے میری اس بات کا خاصا مضحکہ اڑایا ہے، طنز کئے ہیں اس پر سوائے اس کے اور کیا کہوں۔ طنز بے جا بھی کرے کوئی تو لازم ہے شعور

یہاں چند پرانے اور مستند پنجابی اشعار درج کئے دیتا ہوں جن میں ماہی بہ معنی چرواہا آیا ہے۔

ماہی ڈھونڈ کے بابلا! اساں آندا

صفت ایسدی کہی نہ جاوندی اے

(میرے بابل میں ایک ایسا چرواہا ڈھونڈ کے لائی ہوں جس کی خوبیاں بیان ہی نہیں کی جاسکتیں)

مہیں چرن نہ باجھ رانجھیڑے دے

ماہی ہور سبھے جھک مار رہے

(رانجھے کے بغیر بھینسیں چرتی نہیں ہیں۔ باقی سارے چرواہے (ماہی) جھک مار کر رہ گئے ہیں۔)

ماہی کی جمع ''ماہیاں'' بنتی ہے۔ دیکھیں باقی سارے چرواہے (ماہی) مل کر رانجھے سے کیا پوچھ رہے ہیں:

ماہیاں پچھیا رانجھیا! دس بھائی!

تیرے کن پاڑے ہن کس کان میاں

پروفیسر شارب نے تو یہاں تک بتایا ہے کہ بیتا چنابی نے فارسی میں جو قصہ ہیر رانجھا لکھا تھا اس کا نام ''قصہ ہیرو ماہی'' رکھا تھا اور اس نے بزبان فارسی بھی ''ماہی'' کو چرواہا اور محبوب دونوں معنوں میں استعمال کیا ہے۔ یہ قصہ ۱۶۹۸ء میں پیش کیا گیا تھا گویا آج سے ٹھیک تین سو سال پہلے کی بات ہے۔

سب سے زیادہ مضحکہ خیز اعتراض (اور کردار بھی) ارشد نعیم کا ہے۔ موصوف نے ابھی تک جتنے ماہیے لکھے ہیں ہمارے بیان کردہ وزن کے مطابق لکھے ہیں۔ ۱۹۹۴ء میں ان کے ساتھ ایک مالی معاملہ تھا جس میں یہ دھوکہ دہی اور بددیانتی کے مرتکب ہوئے۔ اس فراڈ میں بدمزہ ہونے کے بعد انہوں نے کئی ماہ تک چپ سادھے رکھی پھر ایک دم اپنے اندر کا سارا بغض نکال کر رکھ دیا۔ ہمارا معاملہ ۱۹۹۴ء میں طے ہوا اور جلد ہی ختم بھی ہو گیا۔ اس سے دو سال پہلے ۱۹۹۲ء میں ماہیے کے تئیں ان کا رویہ کیا تھا؟ اس کا پورا ثبوت ذیل کے دو حوالوں میں مل جاتا ہے۔ ۱۹۹۲ء میں سعید شباب کی طرف سے بعض ادبی رسائل میں یہ اعلان شائع ہوا۔

''ضروری اعلان! پنجابی ماہیے کے وزن کے مطابق جن شعراء نے ماہیے لکھے ہیں توجہ فرمائیں!

میں ایک کتاب ''اردو ماہیے'' مرتب کر رہا ہوں، شعرائے کرام سے گذارش ہے کہ وہ اپنے مطبوعہ/غیر مطبوعہ ماہیے مجھے جلد از جلد بھجوا دیں تاکہ انتخاب کرنے میں آسانی ہو......سعید شباب خانپور''

اس اعلان میں واضح طور پر لکھا گیا تھا کہ ''پنجابی ماہیے کے وزن کے مطابق'' ماہیے بھیجیں۔ اب ارشد نعیم کا خط بنام سعید شباب دیکھیں:۔

''۵ستمبر ۱۹۹۲ء

جناب سعید شباب صاحب

سلام مسنون

شاہین عباس بڑا تیز نکلا۔ میں نے اس کو ماہیے کی ترغیب دی اور اس نے مجھ سے پہلے ہی ماہیے آپ کے حضور ڈھیر کر دیئے۔ حیدر قریشی صاحب نے اپنے ایک خط میں آپ کا ذکر مبارک فرمایا تھا۔ اب تجدید میں اشتہار بھی آ گیا ہے۔ اس لئے حیدر قریشی صاحب کی تحریک پر لکھے گئے ماہیے حاضر ہیں۔ شیخوپورہ میں اس ''وبا'' کو پھیلانے میں حیدر قریشی صاحب کا زیادہ بلکہ مکمل ہاتھ ہے۔ ہو سکے تو ایف آئی آر درج کروا دیں تاکہ سند رہے اور بوقت ضرورت کام آئے۔ امید ہے کہ قلب وقلم کے یہ رشتے دائم وقائم رہیں گے۔

انتظار کروں گا۔ ارشد نعیم۔ شیخوپورہ''

اب موصوف کا فرمان یہ ہے کہ ماہیے کا وزن تو تین ہم وزن مصرعوں پر ہی مشتمل ہوتا ہے لیکن ماہیے کو ثلاثی سے الگ رکھنے کے لئے حیدر قریشی کی بات مان لی جائے۔ بات تو حیدر قریشی کی مان لی جائے لیکن یہ ہرگز نہیں کہا جائے کہ ماہیے کے دوسرے مصرعہ میں ایک سبب کم ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ موصوف کا یہ بھی کہنا ہے کہ ماہیا اَن پڑھ دیہاتیوں کی گھڑت ہے اس لئے اس میں کسی وزن کی تلاش بے سود ہے۔

ارشد نعیم کے رویے سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ یار لوگ کس طرح ذاتی رنجش میں ادبی سچائی کا بھی انکار کر دیتے ہیں۔ میں نے ارشد نعیم کے بدلتے رویے کی صرف نشاندہی کی ہے

ان کی تحریر اس حوالے سے اتنی پرسنل اور متعفن ہے کہ کسی مہذب ادبی رسالے میں اس کے اقتباس دیتے ہوئے سوچنا پڑے گا۔ میں اس افسوسناک حوالہ کو نظر انداز کرنا چاہتا تھا لیکن چونکہ یہ ماہیے کے سفر کا افسوسناک واقعہ تھا اس لئے ریکارڈ کی تکمیل کے لئے اس کا ذکر کرنا پڑ گیا۔

ماہیے کے وزن کے ساتھ ماہیے کے مزاج کا مسئلہ بھی سامنے آیا۔ پہلے پہل خاور اعجاز نے اس طرف متوجہ کیا۔ بعد میں ناصر عباس نیرؔ اور ڈاکٹر وزیر آغا نے بھی اس بارے میں توجہ دلائی۔ ماہیے کے وزن کا مسئلہ جسم کے مماثل ہے تو مزاج کے لئے روح کا لفظ کہہ سکتے ہیں۔ جسم کے واضح حدود ہیں، روح کا صرف احساس کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے وزن کی طرح مزاج کے بارے میں کوئی دوٹوک بات کہنا مشکل ہے۔ ہر چند پنجابی ماہیے میں محبت سے جڑے ہوئے مختلف موضوعات کے ساتھ مٹی کی خوشبو اور دیہاتی زندگی کی ترجمانی زیادہ ہوئی ہے تاہم پنجابی ماہیے میں دینی ماہیے، احتجاجی ماہیے، زندگی کے دکھوں کے تذکروں والے ماہیے بھی عام ملتے ہیں جو خود ماہیے کے عمومی پنجابی مزاج سے قدرے مختلف ہیں۔ اردو میں ماہیا نگاروں کو ''پل صراط'' پر چلنا پڑ رہا ہے کہ مزاج کو ملحوظ رکھنے کے ساتھ خود کو تکرار سے بھی بچانا ہے اور ماہیے کے لگے بندھے موضوعات سے آگے کا سفر کر کے اس کے دامن کو وسیع بھی کرنا ہے۔ چند استثنائی مثالوں کو چھوڑ کر ہمارے ماہیا نگار اس میدان میں کامیاب جا رہے ہیں۔

ڈاکٹر فہیم اعظمی اور ڈاکٹر بشیر سیفی نے مشترکہ طور پر یہ تجویز پیش کی ہے کہ ماہیے کو تین مصرعوں کی بجائے ڈیڑھ مصرعہ کی صورت میں لکھا جائے تو ماہیا کی پہچان ثلاثی سے الگ طور پر ہو سکے گی نیز یوں تینوں مصرعوں کو ہم وزن کر کے ڈیڑھ مصرعہ میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ ڈاکٹر بشیر سیفی اس لحاظ سے بڑے مخلص انسان ہیں کہ اپنے دوست ''ماہیا نگاروں'' کا حق دوستی ادا کرتے ہوئے اپنی علمی حیثیت بھی داؤ پر لگا دیتے ہیں۔ ان کی یہ تجویز بھی دراصل ماہیا نما ثلاثی نگار دوستوں کے ثلاثی کو ماہیے منوانے ہی کی ایک کاوش ہے لیکن ڈاکٹر فہیم اعظمی نے اپنا موقف کیوں تبدیل کر لیا؟ اس قصے کو بعد میں بیان کروں گا پہلے ان کے مذکورہ موقف کے جواب میں میری گذارش:۔

ماہیے اور ثلاثی یا ہائیکو کا محض ہم شکل ہونا اتنا بڑا مسئلہ نہیں ہے۔ رباعی اور قطعہ بظاہر ہم

شکل ہیں لیکن دونوں کا فرق واضح ہے۔ دوہے اور دوپدے میں بسرام کی تفریق دونوں کو ہم صورت ہونے کے باوجود الگ الگ شناخت دیتی ہے۔ دِکھنے میں آزاد نظم اور نثری نظم (نثر لطیف) ایک جیسی ہیں لیکن فرق صاف ظاہر ہے۔ سو ڈاکٹر بشیر سیفی کی تگ و دو تو قابل فہم ہے لیکن صرف ہم شکل ہونے کی بنیاد پر ماہیے کو ڈیڑھ مصرعوں میں لکھ کر تین ہم وزن مصرعوں کو ماہیا مان لینا ڈاکٹر فہیم اعظمی کو نہیں سج رہا۔

یہ حقیقت ہے کہ ڈاکٹر فہیم اعظمی کی تحریک پر ہی میں نے اپنا پہلا مضمون لکھا تھا۔ انہوں نے ''صریر'' میں نہ صرف ہم سے بڑھ کر ہمارے موقف کو بیان کیا بلکہ تین ہم وزن مصرعوں کی ثلاثی کو کبھی ماہیا کے طور پر نہیں چھاپا۔ پھر یوں ہوا کہ ساختیات/ پس ساختیات کے مسئلے پر میں نے ایک اختلافی مضمون لکھا۔ اس میں اس ڈسپلن کے منفی پہلوؤں کو کھول کر بیان کیا۔ ساختیاتی غدر کے باعث میرے مضمون کی زبان سخت تھی لیکن مجھے نقاد کی ادب اور ادیب پر بالا دستی کے خلاف اپنے موقف پر اب بھی اصرار ہے اور میرا دعویٰ ہے کہ میرے اٹھائے ہوئے اہم نکات کا ابھی تک کسی ساختیاتی نقاد نے جواب نہیں دیا۔ ہاں ساختیات کا سارا غصہ بے چارے ماہیے پر ضرور اترنے لگا۔ میرے مذکورہ مضمون کی اشاعت کے بعد سے ہی ڈاکٹر فہیم اعظمی ماہیے کے بارے میں اپنے اصولی موقف سے ہٹنے لگے اور تین ہم وزن مصرعوں کے ثلاثی کو بھی ماہیا قرار دینے کا رستہ تلاش کرنے لگے۔ ایک طرف ماہیا کے لئے ڈیڑھ مصرعی نظم کی صورت اپنانے کی تجویز پیش کی گئی تو دوسری طرف ڈاکٹر فہیم اعظمی نے یہ موقف اختیار کیا کہ گانے والے تین ہم وزن مصرعوں کے ''ماہیوں'' کو بھی گا سکتے ہیں۔ گویا انہیں یہ تو احساس تھا کہ ماہیے کی دھن کی بنیاد پر اس کے وزن کی دریافت کا اصول بالکل درست ہے لہٰذا اب یہ تاثر دیا جانے لگا کہ گلوکار ماہیا گاتے وقت تین ہم وزن مصرعوں کو کوَر کر لیتے ہیں۔

اس حوالے سے یہاں برصغیر کی دو نامور گلوکاراؤں کے گائے ہوئے دو نغمات سے مثالیں پیش کرنا مناسب ہوگا۔ لتا منگیشکر نے فلم ''عاشق'' میں ایک خوبصورت گیت گایا تھا۔

لو آئی ملن کی رات، سہانی رات

اس گیت سے پہلے لتا جی نے سریلے انداز میں یہ شعر گایا ہے۔

نشیلی رات ہے سارے چراغ گل کر دو
خوشی کی رات میں کیا کام ہے جلنے والوں کا

کیا یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ اس شعر کے دوسرے مصرعہ میں ''ہے'' فالتو ہے؟ بظاہر لتا جی نے گاتے ہوئے اسے کوَر بھی کرلیا ہے لیکن یہ اضافی لفظ پورے شعر کو مجروح کر گیا ہے۔

نور جہاں نے پاکستانی فلم ''پاکیزہ'' میں ایک خوبصورت گیت گایا تھا۔

لوٹ آؤ میرے پردیسی بہار آئی ہے

اس گیت کا آخری بندیوں ہے

آرزو اجڑی ہوئی مانگ کسی دلہن کی
جستجو سوکھی ہوئی بدلی کوئی ساونوں کی
زندگی درد میں ڈوبی ہوئی شہنائی ہے

پہلے مصرعہ میں ''دلہن'' قافیہ ہے، دوسرے میں ''ساون''۔نور جہاں نے گاتے ہوئے اسے ''ساونوں'' گا دیا۔سارے سر تال کے باوجود گیت کا حسن خراب ہو گیا ہے۔ یہ دو مثالیں ظاہر کرتی ہیں کہ کھینچ تان کر گائیکی میں وزن کو سمونا اور چیز ہے اور فطری بہاؤ کے ساتھ الفاظ کا گایا جانا اور چیز ہے۔ جو لوگ تین ہم وزن مصرعوں کو کھینچ تان کرنے میں لاتے ہیں ان کی مثال مذکورہ دو گیتوں سے مختلف نہیں ہے۔ ماہیا اپنے فطری بہاؤ میں تبھی آتا ہے جب دوسرے مصرعہ میں ایک ''سبب'' کم ہو۔ میرے ناراض دوست اس حقیقت کو بخوبی جانتے ہیں۔

لتا اور نور جہاں نے گاتے ہوئے الفاظ میں جو تصرف کر لیا ہے کیا اس کی بنیاد پر اردو غزل اور نظم میں ایسے تصرف کی اجازت دی جا سکتی ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں۔ تو پھر اردو ماہیے پر ہی ''نظرِ کرم'' کیوں؟

ایک نکتہ آفرینی یہ کی گئی ہے کہ ماہیے پر غزل کے اثرات ہیں۔ پنجابی ماہیے کی روایت

پنجاب سے تعلق رکھنے والے ماہیا نگاروں میں بھی اب نہیں آ سکتی۔ وہ پرانے زمانے گذر گئے۔

وضاحتاً عرض ہے کہ میں نے ۱۹۹۳ء میں لکھا تھا کہ ماہیا میں قافیہ ردیف کا التزام اسے غزل کے قریب کرتا ہے۔ پھر تین مصرعوں میں بات کو مکمل کرنا، کوزے میں دریا بند کرنے کا غزل کا وصف بھی ماہیے میں موجود ہے۔ فی ذاتہ ماہیا ایک چھوٹی سی نظم ہے اور لوک گیت ہونے کی نسبت سے اس کی روایت قدیم ہندی گیت میں بھی تلاش کی جا سکتی ہے۔ یوں غزل نظم اور گیت۔ برصغیر کی تین اہم ترین شعری روایات ماہیے میں یکجا ہو گئی ہیں۔ سو اگر اس نئی صنف کو اردو میں پھلنے پھولنے کا موقع ملا تو اس کے وسیع تر امکانات سامنے آئیں گے۔ لہٰذا صرف غزل کے زیرِ اثر کہہ کر گذر جانے سے بات نہیں بنے گی۔ رہی یہ بات کہ پنجابی ماہیے کی روایت پنجاب سے تعلق رکھنے والے ماہیا نگاروں میں بھی نہیں آ سکتی تو یہ بات درست نہیں ہے۔ میں یہاں خود اپنے چند ماہیے پیش کرتا ہوں۔ اس میں معترضین کے مبینہ غزل کے اثرات بھی نہیں اور پنجابی ماہیے کی روایت بھی موجود ہے:

بور آ گیا آموں میں
رونقیں جاگ اٹھیں
دیہات کی شاموں میں

سونے کی انگوٹھی ہے
پیار میں سچی ہے
پر قول کی جھوٹی ہے

یہ دل بھی لگا کھلنے
لہنگا ہرا پہنے
آیا ہے کوئی ملنے

سلور کی وہ تھالی ہے
رنگ کی گوری ہے
پر قسمت کی کالی ہے

چمبیلی کی کلیاں تھیں
اپنی جوانی تھی
اور شہر کی گلیاں تھیں

اک خواب ہے جنڈڑی کا
رس بھری لڑکی ہے

یا آم ہے سندھڑی کا

جہاں تک ڈاکٹر فہیم اعظمی کی ماہیے کے لئے ابتدائی خدمات کا تعلق ہے وہ ماہیے کی تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی لیکن ساختیاتی نقاد ہونے کے باوجود انہوں نے ذاتی رنجش کو ایک ادبی سچائی پر فوقیت دے کر اپنے اصولی موقف کو چھوڑ دیا ہے تو یہ بہرحال افسوسناک ہے۔ میرے نزدیک یہ ماہیے کا بھی ناقابل تلافی نقصان ہے کہ وہ ڈاکٹر فہیم اعظمی جیسے دوست کو کھو بیٹھا ہے تاہم ماہیے کی تحریک اب جس طرح رواں دواں ہو چکی ہے، حقائق کو چھپانا اب کسی کے لئے ممکن نہیں ہے کیونکہ یہ صنف اپنے فطری بہاؤ کے ساتھ ماہیا نگاروں کے دلوں میں جگہ بنا چکی ہے اور بناتی جارہی ہے۔ ہاں اگر اس نئی شعری صنف میں دَم نہ ہوا یا اردو کا ماحول اسے راس نہ آیا تو پھر کسی کی حمایت بھی اسے فائدہ نہیں پہنچا سکے گی تاہم مجھے یقین ہے کہ یہ صنف اردو ادب میں خوب پھلے پھولے گی اور ایک توانا شعری ذریعہ اظہار بنے گی۔

ابھی تک جو نکات اور اعتراضات زیر بحث رہے ہیں وہ ماہیے کے وزن اور مزاج کے حوالے سے تھے۔ اب میں ڈاکٹر کرسٹینا اوسٹر ہیلڈ کے اٹھائے ہوئے سوالات کی طرف آتا ہوں۔ ان کا پہلا سوال یہ ہے کہ ماہیا سے پہلے جب اردو میں بعض شعری اصناف موجود ہیں جیسے ہائیکو اور ثلاثی تو پھر ماہیا کو اپنانے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

میرے خیال میں کسی ادب صنف کا آغاز کبھی بھی کسی پلاننگ کے ساتھ نہیں کیا جاتا۔ غزل قصیدے سے الگ کیوں ہوئی؟ برصغیر میں داستانوں کی عظیم روایات کے ہوتے ہوئے ہمیں ناول اور افسانے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ ایسے سوال تو شاید ہر ادبی صنف کے بارے میں کئے جاسکتے ہیں جبکہ حقیقتاً ہر صنف خودرو پودوں کی طرح اپنی زمین اور اپنی زبان سے خود بخود اگ آتی ہے۔ جو تجربے دوسری زبانوں سے آتے ہیں وہ بھی جب تک نئی زبان اور کلچر کے اندر تک اتر کر اپنی جڑیں مضبوط نہ کرلیں تب تک برگ و بار نہیں لاسکتے۔ اس لئے ماہیے کے بارے میں کسی ''نظریۂ ضرورت'' کی تلاش مناسب نہیں ہے۔ ہاں امکانات پر ضرور غور کیا جاسکتا ہے۔ مثال کے طور پر یہ بھی ایک امکانی بات ہے کہ ہائیکو اور ثلاثی کے تجربات اردو میں کسی سہ مصرعی صنف کی

داخلی جستجو رہے ہوں لیکن ہائیکو اور ثلاثی ثقافتی سطح پر اردو میں جڑ نہیں پارہے ہوں تب ماہیے نے چپکے سے اپنے ادبی اور ثقافتی وجود کا اظہار کر دیا ہو۔ ممکن ہے پنجابی اور اردو کی لسانی قربت اور برصغیر کے ایک بڑے علاقے میں اپنی ثقافتی جڑیں ہونے کے باعث ماہیا دوسری تمام سہ مصرعی اصناف کے مقابلے میں کہیں زیادہ زرخیز ثابت ہو۔

ڈاکٹر کرسٹینا نے دوسرا سوال یہ اٹھایا ہے کہ چونکہ ماہیا پنجابی لوک گیت ہے، گائی جانے والی شاعری ہے تو اردو کے شعری ادب میں ماہیا کی کیا حیثیت بنے گی۔ ادبی صنف کی یا گیت کی؟

یہ اہم اور دلچسپ سوال ہے جس کی طرف اس سے پہلے میرا دھیان نہیں گیا۔ میں نے اب غور کیا ہے تو مجھے لگتا ہے وقت کے ساتھ اپنی حیثیت کا تعین بھی ماہیا آپ کرے گا۔ میرا ذاتی خیال ہے کہ ماہیا گائیکی سے منسلک رہتے ہوئے ایک شعری ادبی صنف کے طور پر پھلے پھولے گا۔ ہندی روایت کے اردو گیت بھی ہمارے شعری ادب میں موجود ہیں۔ ان میں سے بعض گیت گلوکاروں کی آوازوں میں ریکارڈ بھی ہوئے ہیں۔ بہت سارے گیت گائے نہیں گئے لیکن وہ گائے جانے والے گیت تو بہرحال ہیں اور ان کی ادبی قدر و قیمت بھی ہے۔ شاید اسی انداز میں ماہیے کے بارے میں بھی کہا جاسکتا ہے۔

تیسرا سوال جو ڈاکٹر کرسٹینا نے کیا ہے وہ یہ ہے کہ آج کمرشل میوزک کا دور ہے۔ ایسے میں ایک لوک گیت کی اردو میں آکر موسیقی کے حوالے سے بھی کیا حیثیت بن پائے گی؟

اس سوال نے مجھے ایک وسیع تناظر میں دیکھنے اور سوچنے کا موقع عطا کیا ہے۔ ہم انسانی ترقیات کے سب سے زیادہ حیران کن دور سے گذر رہے ہیں۔ ایجادات وانکشافات میں تیز رفتاری آگئی ہے۔ سیٹلائٹ کے ذریعے جیسے پوری دنیا ایک ہونے لگی ہے، ایک طرف پوری دنیا کو ایک ملک بنانے کا خواب دیکھا جارہا ہے، دوسری طرف علاقائی سطح پر ٹوٹ پھوٹ ہو رہی ہے۔ (ممکن ہے یہ ٹوٹ پھوٹ کسی نئی اور خوبصورت تعمیر کا پیش خیمہ ثابت ہو) مقامی اور علاقائی ثقافتی تشخص کو برقرار رکھتے ہوئے ساری دنیا کے تہذیبی وثقافتی رنگوں سے اگر دنیا کو ایک کیا جائے

تو اس پر شاید ہی کسی کو اعتراض ہو لیکن اگر کسی کی شخصیت اور تشخص کو ضائع کر کے اور اپنا ورلڈ آرڈر نافذ کر کے دنیا کو ایک بنانا ہے تو ایسا شاید آسان نہیں ہوگا۔مغربی موسیقی کے نمائندے اگر مائیکل جیکسن اور میڈونا کو مان لیا جائے تو پھر یہ مغربی سے زیادہ امریکی موسیقی کہلائے گی۔امریکہ کی سیٹلائٹ تہذیب سے خوف کا یہ حال ہے کہ فرانس جیسے یورپی ملک کو اپنی ثقافت کے تحفظ کی فکر لاحق ہوگئی ہے اور اسے اس سلسلے میں ضروری اقدامات سوچنے پڑ رہے ہیں۔اس کمرشل میوزک تہذیب نے باقی دنیا کی طرح برصغیر پاک و ہند کو بھی بری طرح متاثر کیا ہے۔وقتی اثر اور نفوذ کے باوجود یہ حقیقت ہے کہ برصغیر کی مشرقی موسیقی میں اتنا رس اتنا حسن اور اتنی مٹھاس ہے کہ برصغیر کے عوام اس سے بالکل کٹ کر نہیں رہ سکتے۔مغربی یا امریکی کمرشل میوزک تہذیب کے مقابلے میں مشرقی موسیقی اور ثقافت کے تحفظ کے کئی اقدامات گذشتہ برسوں میں دکھائی دیتے ہیں۔مغربی میوزک کے ایسے اثرات قبول کرنا جو مشرقی موسیقی میں جذب ہو کر اس میں مزید خوبصورتی پیدا کر دیں قابل اعتراض نہیں ہے لیکن اپنی موسیقی کی ساری روایات کو تج کر مغربی موسیقی کو اوڑھ لینا بہر حال قابل اعتراض ہے گذشتہ دس پندرہ برسوں میں مغربی موسیقی کی یلغار اتنی شدید رہی کہ انڈیا اور پاکستان کی فلموں اور ٹیلی ویژنوں کے گیتوں پر اس کے گہرے اثرات چھائے رہے۔اسی دوران پرائیویٹ غزلیں، گانے کا رواج چلا جس میں مہدی حسن، غلام علی، فریدہ خانم، اقبال بانو، جگجیت سنگھ، آشا بھوسلے، پنکج ادھاس اور متعدد دیگر گلوکاروں نے مقبولیت حاصل کی۔یہ سارے گلوکار غیر ارادی طور پر مغربی موسیقی کی یلغار کے سامنے مشرقی موسیقی کے تحفظ کے لئے مزاحمت کر رہے تھے۔پرانے فلمی گیتوں کا نئی آوازوں میں ریکارڈ ہو کر مقبول ہونا بھی مشرقی موسیقی کے احیاء کی ایک صورت ہے۔

انڈین موسیقاروں میں نوشاد جیسے موسیقار سے لے کر خیام، روی، رویندر جین اور کلیان جی، آنند جی تک سارے رسیلے موسیقار بیزار ہو کر گھروں میں بیٹھ گئے تو لکشمی کانت، پیارے لال اور راجیش روشن جیسے موسیقار مغربی موسیقی سے استفادہ کر کے مشرقی موسیقی کو بچانے میں لگے رہے۔پھر پاکستان میں مہدی حسن کا پاپ میوزک کو شیطانی میوزک کہنا اور نصرت فتح علی

کا مغربی موسیقی کی آمیزش سے مشرقی کلچر کو فروغ دینا، یہ ساری صورتیں ایک ہی جدوجہد کے مختلف رخ ہیں اور یہ جدوجہد تھی مغربی کمرشل میوزک کے مقابلے میں مشرقی موسیقی کی، اس کی ثقافتی روایات کی حفاظت کی۔تہذیبوں کے ٹکراؤ سے کوئی ایک تہذیب کبھی بھی فنا نہیں ہوتی اور کوئی فاتح تہذیب بھی کبھی مکمل غلبہ نہیں پاتی وہ تو تہذیبی اجزاء کے ملنے اور ایک نیا منظر تشکیل دینے کا ایک داخلی نوعیت کا عمل ہوتا ہے، اس میں حملہ آور تہذیب اور مزاحمتی تہذیب کی اپنی اپنی ثقافتی قوت بھی اثر دکھاتی ہے۔سو مغربی کمرشل میوزک کی یلغار کے سامنے وقتی طور پر مغلوب ہو جانے کے بعد اپنی موسیقی کی اہمیت کا احساس پیدا ہوا ہے۔اس احساس نے پہلے سے متحرک مزاحمتی قوتوں کو تقویت پہنچائی ہے۔اپنی موسیقی کی طرف رجوع کی مختلف صورتوں میں سے ایک صورت یہ بھی تھی کہ قوالی، عارفانہ کلام، بھجنوں اور لوک گیتوں کو مختلف علاقوں میں پھر سے اہمیت ملنے لگی۔ یہاں تک کہ فلمسازوں نے بعض معروف قوالیوں اور عارفانہ کلام سے براہ راست استفادہ کیا اور لوک گیتوں کو بھی فلموں میں نئے الفاظ کے ساتھ پیش کیا جانے لگا۔مثال کے طور پر پنجابی کا مشہور لوک گیت ہے ”کٹ کٹ باجرہ میں کوٹھے اتے پانی آں“ اسی دھن کو فلم ”بہار آنے تک“ میں اس گیت کے روپ میں پیش کیا گیا ہے ”کالی تیری چوٹی ہے پراندہ تیرا لال نی“ اسی طرح ایک اور مشہور پنجابی لوک گیت ہے ”کالا ڈوریا کنڈے نال اڑیا ای اوئے“ اسی دھن پر فلم ”پرمپرا“ کا گیت آیا ہے۔”آدھی رات کو تاروں کی چھاؤں میں“ اسی طرح متعدد نئے گانے پنجاب اور برصغیر کے دوسرے علاقوں کے لوک گیتوں کی دھنوں پر بنائے جانے لگے ہیں۔چند گیت مزید لکھے دیتا ہو۔

۱۔شاوہ یہ نخرہ گوری کا (فلم سہاگ)
۲۔لال گگری نی تیری لال گگری (فلم انسانیت)
۳۔عشق کا روگ برا اوئے ہوئے (فلم ڈر)
۴۔سارے لڑکے کریں تو کریں شادی (فلم ڈر)
۵۔میری چھت پر آیا کرو (فلم اف یہ محبت)

گویا اپنی موسیقی اور مشرقی کلچر (بمقابلہ مغربی کلچر) کی طرف واپسی کی مختلف صورتوں میں لوک دھنوں کا استعمال بھی شامل ہے۔ صاف دکھائی دیتا ہے کہ عوام میں مشرقی موسیقی کے ساتھ لگاؤ بڑھنے لگا ہے اور تو اور انو ملک جیسے موسیقار نے بھی بالآخر مشرقی انداز میں کمپوزنگ کر کے جہاں اس جدوجہد میں اپنی شرکت کا احساس دلایا ہے وہیں یہ بھی ظاہر کیا ہے کہ وہ مغربی اثرات سے ہٹ کر موسیقی دیں تو کہیں بہتر موسیقار بن سکتے ہیں۔ سو لوک دھنوں کے ذریعے سے جو مشرقی موسیقی کی طرف واپسی اور اپنی ثقافتی جڑوں سے جڑنے کا رویہ فروغ پانے لگا ہے، ادب کی سطح پر شاید اردو ماہیا بھی اسی عمل کا ایک حصہ ہے کیونکہ ماہیا اپنی دھن کے حوالے سے موسیقی میں بھی اور اپنی شعریت کے حوالے سے ادب میں بھی غیر محسوس طریقے سے اپنی ثقافت کی پہچان بنتا جا رہا ہے۔ اسے کمرشل میوزک کے ذریعے مغربی ثقافتی یلغار کے سامنے چھوٹی سی مزاحمت کا مقامی ثقافتی روپ کہہ لیں جو اپنی مقامیت سے اوپر اٹھ کر سامنے آ رہا ہے۔

ڈاکٹر کرسٹینا نے اپنے اہم سوالات اٹھا کر ماہیے کی تحریک کو مزید آگے کی راہ سجھائی ہے۔ امید کرتا ہوں کہ ماہیے سے دلچسپی رکھنے والے سنجیدہ ناقدین اور خود ہمارے ماہیا نگار بھی ادب میں ماہیے کے رول پر غور و فکر سے کام لیں گے۔ یوں ماہیے کی بحث وزن اور مزاج کے مدار سے نکل کر ماہیے کے ادبی اور ثقافتی کردار کے مدار میں داخل ہو گی اور اس کے ماہیا نگاری پر خوشگوار اثرات مرتب ہوں گے۔

(مطبوعہ: دوماہی گلبن احمد آباد، ماہیا نمبر، شمارہ جنوری تا اپریل ۱۹۹۸ء)
نوٹ: اس مضمون کا ڈاکٹر کرسٹینا کے سوالات سے متعلق حصہ ''ماہیا کیوں'' کے عنوان سے ادبی جریدہ ''اوراق'' لاہور نے اپنی اشاعت جنوری، فروری ۱۹۹۸ء میں شائع کیا۔

☆☆☆☆

ماہیا پابندِ لَے ہے

ماہیے کے وزن اور مزاج کی بحث میں شامل ہونے کا حق ہر کسی کو حاصل ہے۔ تاہم شامل ہونے والوں کا فرض بنتا ہے کہ اصل موضوع پر بات کرنے سے پہلے بنیادی ہوم ورک ضرور کر لیا کریں۔ یہ گذارش کرنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ حال ہی میں بعض ایسے دوستوں کے ماہیے پر افکار سامنے آئے ہیں جو نہ تو اردو رسم الخط والی پنجابی پڑھ سکتے ہیں اور نہ ہی جنہوں نے پنجابی ماہیے سن رکھے ہیں۔ جب بحث کا موضوع ایک لوک گیت ہو، آپ اس زبان کو اپنے رسم الخط میں بھی نہ پڑھ سکتے ہوں تو اس لوک گیت کو اسی زبان میں سن لینا تو آپ کی تحقیقی ذمہ داری بنتی ہے۔ جب تک ڈور کا سرا ہی آپ کے ہاتھ نہیں آئے گا آپ ڈور کو سلجھانے کے نام پر مزید الجھاتے جائیں گے۔ ایسے ہی ایک دوست جنہوں نے نہ تو پنجابی لوک گیت ماہیا سنا ہے اور نہ ہی پنجابی پڑھ سکتے ہیں۔ پنجابی نہ پڑھ سکنے کا اعتراف کرنے کے باوجود اس لوک گیت کے حوالے سے لکھے گئے پانچ مختلف مضامین سے اپنا چھٹا مضمون تیار کر کے یہ حکم بھی لگا بیٹھے ہیں کہ ماہیے کو موضوع اور ہئیت کے شکنجوں میں مت جکڑو، ورنہ یہ تکنیکی کرتب بازی کی بھینٹ چڑھ جائے گا۔ ماہیے کو اردو میں فروغ دینا ہے تو تین ہم وزن مصرعوں میں کر لو، اس طرح یہ صنف ہر خاص و عام کو اپنا گرویدہ بنا لے گی۔

اردو میں ماہیے کے اوزان دریافت کرنے کے لئے ایک حد تک تو علم عروض سے استفادہ کرنا پڑے گا لیکن جو لوگ عروض دانی کے شوق میں اس لوک گیت کی اصل کو بگاڑ دینا چاہتے ہیں، درحقیقت تکنیکی بازی گری وہی دکھا رہے ہیں۔ تین ہم وزن مصرعوں کے غلط ''ماہیے'' کہنے کا موجودہ سلسلہ ۱۹۸۰ء کی دہائی میں شروع ہوا تھا اور اصلاح احوال کی تحریک ۱۹۹۰ء میں شروع

ہوئی۔تب سے اب تک غلط وزن کے ''ماہیے'' کے تین شاعروں کے پانچ مجموعے شائع ہوئے ہیں۔(اب تو یہ سلسلہ بھی رک سا گیا ہے) جبکہ پنجابی ماہیے کی اصل دھن کے مطابق ماہیے کہنے والوں کے مجموعے مسلسل سامنے آرہے ہیں۔۱۹۹۸ء تک مطبوعہ کتب کی فہرست یوں ہے۔

۱۔محبت کے پھول (حیدر قریشی)،۲۔بادِ سبز (پروفیسر قمر ساحری)،۳۔پھول کہانی (ضمیر اظہر)، ۴۔یادوں کے سفینے (امین خیال)، ۵۔ریگِ رواں (نذیر فتح پوری)، ۶۔دل حجرہ (یوسف اختر)، ۷۔روپ نگر (انور مینائی)۔ان مجموعوں کے علاوہ پاکستان اور انڈیا میں یہ قابلِ قدر پیشرفت بھی ہو چکی ہے۔۱۔رم جھم رم جھم (گیارہ ماہیا نگاروں کا مرتب کردہ انتخاب از ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی)،۲۔اردو ماہیے (۳۵ ماہیا نگاروں کا مرتب کردہ انتخاب از سعید شباب)، ۳۔روزنامہ پاسبان بنگلور (انڈیا) نے ۹۶۔۱۱۔۴ کی اشاعت میں اپنے پونے دو ادبی صفحات ماہیے کے لئے مختص کئے۔۴۔پنجابی اخبار ''بھنگڑا'' گوجرانوالہ نے ۱۹۹۷ء میں ماہیے پر خصوصی نمبر شائع کیا۔۵۔دو ماہی گلبن احمد آباد نے اپنی اشاعت جنوری تا اپریل ۱۹۹۸ء ضخیم ماہیا نمبر کے طور پر چھاپی ہے۔اس نمبر کی اہمیت اور حیثیت دستاویزی اور مستقل حوالے کی ہے۔یہ خاص حوالے تھے جن کی میں نے صرف نشاندہی کی ہے۔ادبی رسائل اور اخبارات سے بھی صاف پتہ چلتا ہے کہ پنجابی ماہیے کی اصل بنیاد پر کہا جانے والا اردو ماہیا نہ صرف شعراء کرام کو اپنا گرویدہ بنا چکا ہے بلکہ مسلسل مقبولیت حاصل کرتا جا رہا ہے۔آفتاب آمد دلیل آفتاب۔

علم عروض کے حوالے سے میرا اعتراف پہلے سے ریکارڈ پر موجود ہے:

''مجھے عروض کا کچھ زیادہ علم نہیں ہے۔ماہیے کے وزن کی بحث کے دوران تھوڑی سی شد بد حاصل کرنا پڑی'' (کتاب ''اردو میں ماہیا نگاری'' صفحہ ۵۱)

''میں عروض کی اہمیت اور افادیت سے انکار نہیں کرتا لیکن اس میدان میں اپنی کم علمی بلکہ لاعلمی کا اقرار بھی شروع میں ہی کر لینا چاہتا ہوں۔مجھے اس علم میں تھوڑی بہت شد بد صرف ماہیے کی وجہ سے حاصل کرنا پڑی۔غزلوں اور نظموں کے لئے (اور ماہیا نگاری کے لئے بھی) میں موزونیٔ طبع سے ہی کام چلا لیتا ہوں۔ماہیے کے خدوخال کی بحث کے باعث تھوڑا بہت فعلن

فعلن سیکھ لیا ہے تو اسے بھی غنیمت سمجھتا ہوں۔''

(''ماہیا اور چن ماہی'' مطبوعہ پنجابی اخبار ''بھنگڑا'' شمارہ اکتوبر ۱۹۹۷ء)

اس اعتراف کے بعد ماہیے کے وزن کے سلسلے میں اپنے موقف کو پھر دہرا رہا ہوں کہ ماہیا پنجابی لوک گیت ہے۔اس کی مخصوص لَے ہے اور ماہیا اپنی لَے کا پابند ہے۔اگر اس لَے کے مطابق کہے گئے ماہیے تحریری صورت میں دیکھ کر کسی کو جھٹکا لگتا ہے یا اس کی ''موزونیٔ طبع'' متاثر ہوتی ہے تو صرف اس لئے کہ اس نے ماہیا لوک گیت کے طور پر سنا ہی نہیں ہے۔دوہے میں بسرام کی پابندی، رباعی میں اس کے مخصوص اوزان کی پابندی اور ہائیکو میں ۵۔۷۔۵ کی پابندی بھی ایسے ہی ''موزوں طبع'' افراد پر گراں گزرتی ہے لیکن ظاہر ہے ان کی دل جوئی کے لئے دوہے کو دوپدے میں، رباعی کو قطعہ میں اور ہائیکو کو ثلاثی میں بدل لینے کی سہولت نہیں دی جا سکتی۔ایسے ہی ماہیے کے سلسلے میں بھی کسی ایسی رعایت کا دینا ممکن نہیں جو ماہیے کی اصل صورت ہی کو بدل کر رکھ دے۔مذکورہ اصناف کے برعکس ماہیے میں تو یہ سہولت ہے کہ جو کوئی بھی اس کی لَے کو جان لے گا اسے دوسرے مصرعہ کے اسی مبینہ جھٹکے ہی میں روانی محسوس ہوگی۔

گیتوں کی جوانی ہے
بحر یہی یارو
ماہیے کی نشانی ہے

مٹیار اٹھلاتی ہوئی
دھن ہے ماہیے کی
ہنستی، بل کھاتی ہوئی (سعید شباب)

اردو میں مفعول مفاعیلن اور فعلن فعلن فعلن کے جو اوزان بتائے گئے ہیں وہ ان دوستوں کے لئے ہیں جو پنجابی ماہیے سے زیادہ آشنا نہیں ہیں وگرنہ ماہیے کے وزن کے سلسلے میں میرا موقف ہمیشہ سے یہی رہا ہے کہ جو ماہیا پنجابی لَے کے مطابق گایا جا سکتا ہے وہ ماہیا ہے، جسے گاتے ہوئے جھٹکے کا احساس ہوتا ہے وہ ماہیا نہیں ''ثلاثی'' ہے۔ماہیے کی لَے کی بنیاد پر ابھی تک جو اوزان دریافت ہوئے ہیں ان سب کو یہاں یکجا کر دیتا ہوں۔ہو سکتا ہے ماہیے کی لَے کی بنیاد پر ان کے علاوہ بھی ایسے ہی متبادل اوزان سامنے آئیں چونکہ یہ اوزان ماہیے کی لَے پر پورے اترتے ہیں اس لئے کسی عروضی باریک بینی میں گئے بغیر یہ ہمارے لئے قابلِ قبول ہیں۔

ا۔ مفعول مفاعیلن
فعل مفاعیلن
مفعول مفاعیلن

۲۔ فعلن فعلن فعلن
فعلن فعلن فع
فعلن فعلن فعلن

۳۔ فعلات مفاعیلن
فعل مفاعیلن
فعلات مفاعیلن

۴۔ فعلاتن فعلاتن
فعلاتن فعلن
فعلاتن فعلاتن

۵۔ مفعول مفاعیلن
فعل فعولن فع
مفعول مفاعیلن

یہ سب ممکنہ اوزان ہیں۔ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ وزن نمبرا کے دوسرے مصرعہ میں فعلن فعلن فع یا فعلاتن فعلن کا وزن بھی آ جائے۔اس طرح کے بدل پھیر سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا کیونکہ بنیادی طور پر یہ سارے وزن ماہیے کی لَے پر پورے اترتے ہیں اور ہماری بنیاد پنجابی ماہیے کی لَے پر ہے نہ کہ اردو عروض کی کسی خاص بحر پر۔یوں ماہیے کے اوزان کے سلسلے میں خاصی آزادی مل جاتی ہے لیکن یہ آزادی اس لوک گیت کی پنجابی لَے کے اندر ہی میسر ہے،اس سے باہر نہیں۔

میں ذاتی طور پر جانتا ہوں کہ جن دوستوں نے ماہیے کی لَے کی بنیاد پر ماہیے کہے وہ روانی اور بے ساختگی سے ماہیے کہتے چلے گئے اور جنہوں نے عروضی اوزان کو پیشِ نظر رکھ کر ماہیے کہے، چند مستثنیات کو چھوڑ کر، ان کے ہاں کہیں نہ کہیں گرفت کمزور پڑ جاتی ہے،تاہم مشقِ سخن سے بہت سارے دوستوں نے ماہیے کے وزن کو عروضی سطح پر بھی بالآخر اپنی گرفت میں لے لیا ہے۔ ان کی کامیابی عروضی حوالے سے ماہیے کے لئے خوش آئند ہے۔

پنجابی ماہیے سے ناآشنا اور سہل پسند ایسے دوست جو تین ہم وزن مصرعوں کے ماہیے پر اصرار کرتے ہیں انہیں سوچنا چاہئے کہ آخر تین ہم وزن مصرعوں کے ''ماہیے'' پنجابی ماہیے کی میٹھی

لَے میں کیوں نہیں آتے اور کیا وجہ ہے کہ جب بھی ماہیے کی دھن میں گائے جانے والے اردو ماہیے لکھے گئے وہ ہمارے ہی بیان کردہ وزن کے مطابق نکلے۔یہاں ایسے ہی چند فلمی ماہیے پیش کئے دیتا ہوں۔

ا۔ سرمست فضائیں ہیں
پیتم پریم بھری
پھاگن کی ہوائیں ہیں
(پرانی فلم۔خاموشی،شاعر ہمت رائے شرما)

۲۔ تم روٹھ کے مت جانا
مجھ سے کیا شکوہ
دیوانہ ہے دیوانہ
(فلم پھاگن شاعر۔شاعر قمر جلال آبادی)

۳۔ دل لے کے دغا دیں گے
یار ہیں مطلب کے
یہ دیں گے تو کیا دیں گے
(فلم نیا دور۔شاعر ساحر لدھیانوی)

۴۔ باغوں میں بہار آئی
مہکی ہوئی رت میں
دل لیتا ہے انگڑائی
(پاکستانی فلم۔نام تحقیق طلب☆ شاعر۔)

۵۔ میری چھت پر آیا کرو
ٹیچر بن کے تم
مجھے پیار سکھایا کرو
(فلم۔اف یہ محبت۔شاعر روپن ہانڈا)

۶۔ آنچل میں ستارے ہیں
جب سے تمہیں دیکھا
اس دن سے تمہارے ہیں
(پاکستانی فلم۔کانٹا۔شاعر نذیر قیصر)

۷۔ لڑکی سائیکل والی
دے گئی رستے میں
اک پیار بھری گالی (فلم پتی،پتنی اور وہ شاعر۔نام تحقیق طلب)

۱۹۳۶ء سے ۱۹۹۶ء تک ساٹھ سال پر محیط عرصہ کے دوران لکھے گئے ان گائے جانے

والے ماہیوں کا وزن پنجابی ماہیے کی لَے کی مٹھاس کا رس گھولتا ثبوت ہے اور اس سچائی کا اظہار بھی
کہ ماہیے کا وزن اس کی لوک لے میں محفوظ ہے۔ اسے کسی تکنیکی کرتب بازی سے مسخ نہیں کیا
جاسکتا۔ پنجابی ماہیا اپنی لَے کا پابند ہے اور اس کی لَے کا جادو علم عروض کے سر چڑھ کر بول رہا ہے۔
ادبی دنیا میں آٹھ سال کے مختصر عرصہ میں درست وزن میں ماہیے کہنے والے شعرائے
کرام کی تعداد ایک سو سے بھی بڑھ جانا اس حقیقت کا اعلان ہے کہ پنجابی ماہیے کی لے کی بنیاد پر
لکھا جانے والا اردو ماہیا قبول عام حاصل کر چکا ہے اور اس قبولیت عامہ میں دن بدن اضافہ ہو رہا
ہے کیونکہ یہی اصل ماہیا ہے۔

(مطبوعہ: روزنامہ جنگ لندن ۹۸۔۷۔۹)

☆ ماہنامہ تخلیق لاہور نے پہلے یہ وضاحت کی تھی بعد میں سہ ماہی کوہسار بھاگل پور میں قتیل شفائی
نے خود وضاحت کی ہے کہ یہ ماہیے فلم ''حسرت'' کے ہیں۔ انہیں سلیم رضا اور زبیدہ خانم نے گایا
ہے۔ فلم ۱۹۵۳ء میں بنی تھی۔ ماہیا نگار قتیل شفائی ہیں۔ اب قتیل شفائی نے تازہ اردو ماہیے بھی
کہے ہیں۔

حنائیے اور ماہیے

سیدہ حنا سہ ماہی ''ابلاغ'' پشاور/نوشہرہ کی مدیرہ ہیں۔ پاکستان میں جب میرا ان سے
اولین رابطہ ہوا تو یہ بے شک ایک لکھاری اور ایک ایڈیٹر کا تعلق تھا لیکن یہ کسی ایسے لکھاری کا تعلق
نہیں تھا جو اپنی تحریریں چھپوانے کے لئے رسالہ کے ایڈیٹر کی بے جا تعریف بلکہ خوشامد پر اتر آتا
ہے اور نہ ہی یہ ایسی ایڈیٹر کا تعلق تھا جو خوشامد پسندی کے نشے میں سرشار ہر لکھاری سے اپنی تعریف
کرانا چاہے۔ وہ میری صاف گوئی سے خوش تھیں اور میں ان کی وسیع القلبی سے۔ جب سیدہ حنا اور
حامد سروش سے پشاور میں ملاقات ہوئی تو شاید ہم پل بھر میں ذہنی اور قلبی طور پر بہت قریب آ گئے۔
یہاں تک کہ سیدہ حنا اپنے نام آنے والے بعض ''دلچسپ'' خطوط کا احوال بھی بتانے لگیں۔ ایک
''دلچسپ'' خط کے مندرجات سن کر میں نے انہیں کہا صرف شہر کا نام بتا دیں میں شاعر کا نام بتا
دوں گا۔ انہوں نے مجھے بے یقینی سے دیکھا اور کراچی کہہ دیا۔ میں نے فوراً شبنم رومانی کا نام لیا۔
تب سیدہ حنا اور حامد سروش دونوں کے چہروں سے جو حیرت اور مسرت ظاہر ہوئی اس کی معصومانہ
چمک آج بھی میرے دل اور دماغ میں محفوظ ہے۔

پھر یوں ہوا کہ ممتاز عارف نے ''اوراق'' کے شمارہ اگست ۱۹۹۰ء میں ماہیے کے
درست وزن کی طرف توجہ دلائی۔ میں نے نہ صرف ان کی تائید کی بلکہ مجھ سے درست وزن میں
ماہیے بھی ہونے لگے۔ یہ ماہیے میں نے ادب لطیف، تجدید نو اور ابلاغ میں اشاعت کے لئے
بھیجے۔ میرا خیال تھا کہ سیدہ حنا اور حامد سروش کی وسیع القلبی اس ادبی مسئلے کو ادبی رنگ میں قبول
کرے گی لیکن معاملہ برعکس نکلا۔ ابلاغ کے خطوط کے صفحات پر میرے خلاف شدید ردِعمل شائع
کیا گیا۔ (قارئین ادب بخوبی جانتے ہیں کہ ہمارے ادبی جرائد کے مدیران کو ان کے کسی خاص

’’نظریۂ ضرورت‘‘ کے تحت حسب پسند خطوط آسانی سے مل جاتے ہیں) میں نے ابلاغ کے صفحات پر جواب کا حق استعمال کرتے ہوئے وضاحت کرنا چاہی تو بے جا حاشیہ آرائی کر کے بلکہ میرے خط کے ایک حصہ کو حذف کر کے میرے موقف کو کمزور کرنے کی کوشش کی گئی تب میں نے مناسب سمجھا کہ ماہیے کی ادبی بحث کو ابلاغ سے ہٹ کر پوری ادبی دنیا کے سامنے پیش کیا جائے۔ ایسا کرنے کا فائدہ یہ ہوا کہ ماہیے کے خدوخال نکھر کر سامنے آ گئے۔

سیدہ حنا کے ثلاثی کا مجموعہ ’’سیدہ حنا کے ماہیے‘‘ کے نام سے ۱۹۹۴ء میں شائع ہوا۔ میں اس عرصہ میں جرمنی آ چکا تھا۔ میں نے مذکورہ کتاب حاصل کرنے کے لئے یہاں سے حامد سروش کو خط لکھا۔ ابلاغ کے حصول کے لئے رابطہ کیا لیکن ایک برہم خاموشی کے سوا کوئی جواب نہیں ملا۔ اب کہ ۱۵ دسمبر ۱۹۹۷ء کو محمود ہاشمی صاحب کی عنایت سے مذکورہ کتاب مجھے ملی ہے تو اس کے صفحہ نمبر ۵ پر لکھی نثر کے جواب میں حقیقت کو واضح کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ سیدہ حنا لکھتی ہیں۔

☆’’ماہیا میری پہچان نہیں ہے۔ میں ایک افسانہ نگار کی حیثیت سے ادبی دنیا میں آئی۔‘‘ مجھے ان کی اس بات سے کسی کمی بیشی کے بغیر مکمل اتفاق ہے۔

☆’’میرے ماہیوں کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی۔ بھارت کے معروف شاعر دیپک قمر کو ان ماہیوں سے تحریک ملی اور انہوں نے ہزار ہا ماہیے لکھ ڈالے‘‘ سیدہ حنا سے پہلے علی محمد فرشی اور نصیر احمد ناصر نے تین ہم وزن مصرعوں کے ثلاثی کو بطور ماہیا پیش کیا تھا۔ انہیں کی تقلید میں سیدہ حنا نے بھی مساوی الوزن مصرعوں کے ثلاثی ماہیے کے عنوان سے پیش کر دیئے جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے دیپک قمر نے اپنے ’’ماہیوں‘‘ کے کسی مجموعے میں سیدہ حنا سے متاثر ہونے کا اعتراف نہیں کیا حالانکہ ان کے مجموعے میں ایسا اعتراف ہونا مناسب ہوتا جبکہ میں نے اپنی کتاب ’’اردو میں ماہیا نگاری‘‘ کے صفحہ نمبر ۴۲ پر برملا طور پر اس حقیقت کا اظہار کیا ہے۔

’’نصیر احمد اور علی محمد فرشی کے مقابلے میں سیدہ حنا کی ’’ماہیا نگاری‘‘ زیادہ مقبول ہوئی۔ بھارت کے دیپک قمر براہ راست ان سے متاثر ہوئے۔ وصی محمد وصی نے اثر قبول کیا پھر یہ سلسلہ بڑھتا گیا۔ یوں علی محمد فرشی کی اولیت کے باوجود غلط وزن کے ماہیوں کو سیدہ حنا کے ذریعے فروغ

حاصل ہوا۔ ماہیوں میں تین یکساں وزن کے مصرعوں کی غلط روش بے خبری کے باعث عام ہوئی۔‘‘

☆ میرے اس آخری جملہ کی تصدیق سیدہ حنا نے بالواسطہ طور پر کر دی ہے۔ لکھتی ہیں: ’’میں اس جھگڑے میں کبھی نہیں پڑی کہ ماہیا کیسے لکھا جائے کیونکہ ماہیا نگاری میری شعوری کوشش نہیں تھی یہ جس طرح آئے میں نے اسی طرح لکھا۔ اب اگر کوئی بنیئے کی ترازو لے کر ناپ تول کرتا ہے تو کرتا رہے۔‘‘

سیدہ حنا کے اس اعتراف سے حقیقتاً میرے اس موقف کی توثیق ہوتی ہے کہ ’’ماہیوں میں تین یکساں وزن کے مصرعوں کی غلط روش بے خبری کے باعث عام ہوئی۔‘‘ ڈاکٹر انور سدید نے بھی غالباً اس ’’شعوری کوشش نہ ہونے‘‘ کو بعض شعراء کی ’’بے شعوری‘‘ غلطی قرار دیا ہے۔
(’’کچھ وقت ضمیر اظہر کے ماہیے کے ساتھ‘‘ بحوالہ ’’پھول کہانی‘‘ ص ۸)
جہاں تک بنیئے کی ترازو لے کر ناپ تول کرنے کے طنز کا تعلق ہے، ہم تو کل بھی ماہیے کی لَے کو بنیاد مانتے تھے اور آج بھی اسی کو ماہیے کی بنیاد مانتے ہیں۔ اس لَے سے جو وزن نکلے ہمیں قبول ہے۔ لیجئے اب تو ترازو وہی آپ کے ہاتھ میں ہے۔

☆’’جاپانی صنف ہائیکو کو اردو میں جس قدر مسخ کیا گیا اس پر کسی نے واویلا نہیں کیا لیکن ماہیے کے سلسلے میں لوگ ڈانگ سونٹا لے کر کھڑے ہو گئے۔‘‘ سیدہ حنا کی یہ بات درست نہیں ہے۔ جاپانی صنف ہائیکو کو علی محمد فرشی، نصیر احمد ناصر اور سیدہ حنا تین ہم وزن مصرعوں میں لکھ رہے تھے۔ جب ہائیکو کے اس وزن کو غلط قرار دیا جانے لگا تب فرشی صاحب اور ناصر صاحب نے تین ہم وزن مصرعوں کے ’’ماہیے‘‘ کو سمجھے بغیر تین ہم وزن مصرعوں کے ’’ماہیے‘‘ لکھنے شروع کئے۔ لہٰذا یہ بات غلط ہے کہ ہائیکو کے سلسلے میں کوئی واویلا نہیں ہوا۔ اسی واویلا کے نتیجہ میں تو آپ لوگوں نے ’’ماہیے‘‘ کی طرف توجہ کی تھی۔ ماہیے کے سلسلے میں کسی نے ڈانگ سونٹا نہیں اٹھایا۔ میں نے تو اپنے پہلے خط ہی میں ’’ماہیا نگاروں‘‘ کو یہ مخلصانہ مشورہ دیا تھا۔

’’ممتاز عارف نے اپنے خط میں ماہیے کے وزن کا مسئلہ اٹھایا ہے جو خاصا وزن رکھتا

ہے۔میرا خیال ہے کہ ہمارے ماہیا نگاروں کو باہم طے کر لینا چاہئے کہ انہیں اردو ماہیے کو اصل پنجابی ماہیے کی طرح رکھنا ہے یا اس کا حشر بھی ہائیکو جیسا کرانا ہے۔'' (اوراق دسمبر ۱۹۹۰ء)......افسوس میرے اس مخلصانہ مشورے پر اس وقت کسی ثلاثی نگار نے دھیان نہیں دیا۔

☆ ''ذاتی سطح پر ادبی غنڈہ گردی کا آغاز گمنام خطوط سے کیا گیا''......سیدہ حنا کا یہ الزام میرے لئے حیران کن ہے۔انہیں وضاحت کرنی چاہئے کہ ادبی غنڈہ گردی والے خطوط ''ماہیے'' کے حوالے سے لکھے گئے یا کسی اور حوالے سے؟......ہم جو کیس ادبی زبان میں وقار کے ساتھ جیت سکتے تھے اس کے لئے نہ تو ہمیں ''غنڈہ گردی'' کی ضرورت تھی نہ گمنام خطوط لکھنے کی۔اس کے باوجود میں یہاں موکد بعذاب قسم کھا کر اعلان کرتا ہوں کہ میری طرف سے یا میرے اشارے پر کسی اور کی طرف سے کبھی بھی کوئی گمنام خط سیدہ حنا کے لئے یا ادارہ ابلاغ کے لئے نہیں لکھا گیا۔ میں اس بات کی بھی قسم کھاتا ہوں کہ ایسے کسی خط کے بارے میں مجھے معلوم بھی نہیں تھا، پہلی بار سیدہ حنا کی اس تحریر سے اس کا علم ہو رہا ہے اور میں اس گندگی سے اپنی بریت کا اظہار کرتا ہوں ......ویسے یہ تو گمنام خطوط کی بات ہے جبکہ میرے خلاف تو دھونس جمانے والے خطوط ابلاغ میں سرعام چھپے۔ماہیے کی بحث کی آڑ میں تجدیدنو نے میرے خلاف ایک نہایت غلیظ خط شائع کیا اور اس کے جواب میں میرے مدلل ادبی موقف والے خط کو شائع نہیں کیا۔سو ہمارے خلاف تو کھلے خطوط میں سرعام غنڈہ گردی ہوئی ہے اس کے باوجود ہم خوش ہیں کہ ہمارا ادبی کیس مضبوط ہے اور ایسی مخالفانہ گالیاں ہمارے لئے، ماہیے کے لئے ''دیسی کھاد'' کا کام کر گئی ہیں۔

☆ ''سفارتی گماشتے دوڑائے گئے بلکہ ایک صاحب تو بہ نفس نفیس میرے خلاف ''عالمی رائے عامہ'' ہموار کرنے کے لئے بیرون ملک تشریف لے گئے''......اگر یہ میرا ذکر خیر ہے تو میں اس پر افسوس کا اظہار ہی کر سکتا ہوں کیونکہ یہ ''لندن پلان'' جیسے سیاسی شوشے کا سا انداز ہے یا پھر اس معصوم دیہاتی کا سا جس کا کمبل میلے میں کھو گیا تھا۔جرمنی آنے کے بعد ۱۹۹۷ء کے آخر میں صرف ایک دوست سے سیدہ حنا کے بارے میں بات ہوئی ہے۔اس میں بھی میں نے صرف اس دکھ کا اظہار کیا کہ ایک ادبی مسئلے کے باعث دو اچھے دوست گنوا بیٹھا ہوں۔اردو ادب کی کون سی

''عالمی رائے عامہ'' ہے جسے ہموار کرنے کے لئے مجھے یہاں آنا تھا؟ لگتا ہے ''ماہیا نگاری'' کی طرح سیدہ حنا نے یہ الزام لگاتے ہوئے بھی تھوڑا بہت ''شعور'' سے کام لینے کی ضرورت نہیں محسوس کی۔میرے جرمنی آنے کے بعد بھی ماہیے کی بیشتر بحث تو پاکستان کے ادبی رسائل اور اخبارات کے صفحات پر ہی ہوئی ہے......سفارتی گماشتے دوڑانے والا الزام بھی عجیب ہے۔ ہمارے پاس تو کوئی ادبی رسالہ بھی نہ تھا جس کی کشش سے ہم لوگوں کو اپنا ہمنوا بناتے......ٹھوس دلائل اور واضح موقف کے علاوہ ہمارے پاس کچھ نہیں تھا۔البتہ فریق ثانی نے اس انداز کی چال ضرور چلی ہے......صرف ایک مثال......راولپنڈی کے خوش فکر اور نوجوان شاعر عارف فرہاد پہلے تین ہم وزن مصرعوں کے ''ماہیے'' کہتے رہے جب انہیں دھن کی بنیاد پر ماہیے کے وزن کا اصول سمجھ میں آ گیا تو انہوں نے درست وزن کو اپنا لیا۔تب فریق ثانی کے دوستوں کا ایک گروپ انہیں سمجھانے بجھانے کے لئے آیا۔جب عارف فرہاد نے موقع پر گنگنا کر ماہیے کے وزن کو واضح کیا تو دلیل کا جواب دینے کی بجائے مذکورہ دوست خفا ہو کر چلے گئے۔سو گماشتے دوڑانے کا الزام بھی فریق ثانی پر ثابت ہوتا ہے۔

سیدہ حنا کو محسوس ہوا کہ ان کے ''ماہیوں'' کے مصرعے کے مصرعے دوسروں کے ہاں آنے لگے ہیں۔پنجابی میں ایسا ہے کہ پہلا مصرعہ بار بار دہرایا جاتا ہے اور ماہیے گانے میں سوال و جواب اور بیت بازی کا سا سماں بندھ جاتا ہے۔سو اگر پہلے مصرعہ کی تکرار ہوئی ہے تو یہ کوئی بڑا مسئلہ نہیں ہے۔ویسے میری رائے یہی ہے کہ ہمارے ماہیا نگاروں کو ایسی تکرار سے بھی بچنا چاہئے لیکن اگر ان کے ''ماہیوں'' کے خیال دوسروں کے ہاں در آئے ہیں تو وہ ان کی واضح نشاندہی کریں۔میں خود ایک مضمون لکھ دوں گا 'حنائیے کے اثرات ماہیے پر'۔سیدہ حنا آج بھی درست وزن کو اپنا لیں تو آنے والے ادبی مورخ ان کی عالی ظرفی کی مثال دیں گے۔اردو ماہیے میں وہ ایک محترم نام ہوں گی بصورت دیگر میں ان کے ثلاثی کو ماہیے سے قریبی مماثلت کے باعث اور ان کی قابل ذکر تخلیق کاری کے باعث حنائیے کا نام دیتا ہوں۔یوں وہ ثلاثی نگار جو سیدہ حنا کی خدمات کو دھندلا کر اس انداز کے ثلاثی میں خود ہی مقام اولیت حاصل کر بیٹھے ہیں۔ان کی بھی

تردید ہو جائے گی اور سیدہ حنا کی اس ضمن میں خدمات کے اعتراف کے ساتھ حنائیے کا نام ماہیے سے قربت کا احساس بھی دلاتا رہے گا۔

(مطبوعہ: ویکلی ''ہوٹل ٹائمز'' اسلام آباد، اشاعت ۸ مئی ۱۹۹۸ء)

خط بنام ایڈیٹر اوراق لاہور

برائے ''آپس کی باتیں''

''اوراق'' کے شمارہ جنوری فروری ۱۹۹۸ء میں ظہیر غازی پوری صاحب کا مضمون میں نے توجہ سے پڑھا ہے۔ ظہیر صاحب داد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے برملا طور پر اقرار کیا ہے کہ وہ اردو رسم الخط میں لکھی پنجابی پڑھ نہیں سکتے اور پنجابی ماہیے کی لَے سے ویسے بھی آشنا نہیں ہیں۔ اس کے باوجود انہوں نے بڑی دلیری سے اور جرات سے تحکمانہ فیصلے بھی صادر کر دیئے ہیں۔ ایں سعادت بزور بازو نیست۔ اگر اس مضمون کی غلطیوں یا غلط بیانیوں کی نشاندہی کی جائے تو موصوف کے مضمون سے دگنا مضمون بن جائے گا۔ یہاں میں ان کی چند اہم اغلاط کی نشاندہی کئے دیتا ہوں۔

☆ میں نے اپنے اولین مضمون (صریر دسمبر ۹۲ء) میں فلم پھاگن کے ماہیا نگار کا نام قمر جلال آبادی کی جگہ بے خیالی میں قمر جلالوی لکھا تھا۔ بعد میں سعید شباب نے اپنے ایک مضمون (صریر سالنامہ ۹۳ء) میں اصل نام کی تصحیح کر دی تھی تب سے اب تک پھر کسی نے قمر جلالوی کا نام نہیں لیا لیکن ظہیر صاحب، مناظر عاشق پر چوٹ کرنے کی دھن میں قمر جلالوی کو ماہیا نگار قرار دے کر غلطی کا شکار ہوئے ہیں۔

☆ ص ۲۷۰ پر انہوں نے مجھ سے یہ بات منسوب کی ہے کہ میں نے ''تم روٹھ کے مت جانا'' کے دو وزن دریافت کئے ہیں۔ خود ہی ایک جھوٹ مجھ سے منسوب کر کے پھر اس پر حیرت کا اظہار کرنے کے ساتھ اپنی عروض دانی کا سکہ بھی جمایا ہے...... جبکہ میں نے مذکورہ ماہیوں کا ایک ہی وزن بیان کیا ہے۔ فعلن والا، ہاں پنجابی ماہیے کے (تب تک) لَے کی بنیاد پر دو اوزان ضرور

بیان کئے تھے جواب تک پانچ ہو چکے ہیں۔ میں نے اپنے تازہ مضمون ''ماہیا پابندِ لَے ہے'' میں ان متبادل اوزان کو بھی پیش کیا ہے۔

☆ میں نے مذکورہ ماہیے کا وزن فعلن فعلن فعلن ہی بیان کیا تھا لیکن ظہیر صاحب نے از خود اسے مفعول مفاعیلن قرار دے کر میری تضحیک کرنے کی کوشش کی ہے۔ خود ہی ایک وزن غلط طور پر مجھ سے منسوب کر کے تنقید کر دینا صریحاً بد دیانتی ہے۔

☆ ساحر لدھیانوی کے معاملے میں ہمارے مخالفین کا رویہ عجیب رہا ہے۔ پہلے پہل بڑے زور کے ساتھ دعویٰ کیا گیا کہ ساحر نے تین ہم وزن مصرعوں کے ماہیے کہے ہیں اور اسے سند کے طور پر پیش کیا گیا۔ جب ہم نے وضاحت کی کہ یہ ماہیے تو ہمارے موقف کی تصدیق کرتے ہیں تب یار لوگ ساحر پر برس پڑے اور طنزاً کہا گیا کہ پنجابی ادب میں ساحر کی حیثیت ہی کیا ہے اور اب کہ ظہیر صاحب کو ڈوبتے کو تنکے کے سہارے کی طرح ان کے ایک ماہیے سے عروضی کاری گری دکھانے کا موقع ملا ہے تو ان کا جوش وخروش دیدنی ہے لیکن میرا دعویٰ ہے کہ ساحر کے دونوں ماہیے زحافات کی رعایت کے ساتھ ماہیے کے دونوں اوزان میں آئے ہیں۔ پہلے ماہیے کا وزن مفعول مفاعیلن ۔ فعل مفاعیلن ۔ مفعول مفاعیلن اور دوسرے ماہیے کا وزن فعلن فعلن فعلن ۔ فعلن فعلن فع ۔ فعلن فعلن فعلن ہے۔

☆ ظہیر صاحب نے ص۲۷۳ پر ہمت رائے شرما جی کے ماہیوں کو ''ماہیا نما گیت'' لکھا ہے جو بد دیانتی ہے کیونکہ انہوں نے تو ماہیے کی موجودہ بحث سے چھ دہائیاں پہلے درست وزن کے ماہیے پیش کئے تھے۔ ''ماہیا نما گیت'' یا ''ماہیا نما ثلاثی'' تو وہ لوگ کہہ رہے ہیں جنہوں نے بے خیالی میں تین ہم وزن مصرعوں کو اپنایا تھا اور اب اپنی غلطی کو حق بجانب ثابت کرانے پر تلے ہوئے ہیں۔

☆ اولین ماہیا نگار کے طور پر ہمت رائے شرما جی کی دریافت ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔ مناظر عاشق کی تحقیق پر یقیناً مزید کام کرنے کی گنجائش ہے۔ ہمارے مخالفین میں یہ خبر نہایت رنج وغم سے پڑھی جائے گی لیکن اہل ادب کے لئے عمومی طور پر دلچسپی کا

باعث بنے گی کہ میں نے اب تک جو ٹھوس شواہد جمع کر لئے ہیں ان سے ثابت ہو گیا ہے کہ ہمت رائے شرما نے ۱۹۳۶ء میں ماہیے لکھے تھے۔

ظہیر صاحب نے ماہیے کے مجموعوں میں دیپک قمر، سیدہ حنا اور نثار ترابی کی کتابوں کے ساتھ از راہ شفقت میرے مجموعے کا بھی ذکر کیا ہے لیکن وہ درست وزن کے ماہیوں کے باقی مجموعوں کے نام چھپا گئے ہیں۔ درست وزن کے ماہیوں کے اب تک یہ مجموعے چھپ چکے ہیں۔ محبت کے پھول (حیدر قریشی)، باد سبز (قمری ساحری)، پھول کہانی (ضمیر اظہر)، ریگ رواں (نذیر فتح پوری)، یادوں کے سفینے (امین خیال)......ان کے علاوہ ''رم جھم رم جھم'' مناظر عاشق کا مرتب کردہ انتخاب......''اردو ماہیے'' سعید شباب کا مرتب کردہ انتخاب، پنجابی اخبار ''بھنگڑا'' گوجرانوالہ کا اردو ماہیا نمبر اور سب سے بڑھ کر دوماہی گلبن احمد آباد کا تاریخی اور دستاویزی حیثیت کا حامل ماہیا نمبر (گلبن کا ماہیا نمبر اس سال آیا ہے) اس برس ''دل حجرہ'' (یوسف اختر) اور ''روپ نگر'' (انور مینائی) کی اشاعت کی خبر بھی آ چکی ہے......ظہیر صاحب کے بقول ہندوستان میں قابل ذکر ماہیا نگار ناوک حمزہ پوری، نذیر فتح پوری، پروین کمار اشک اور انور مینائی وغیرہ ہیں......تو صاحب! یہ سارے ماہیا نگار تو ہماری تصدیق کرنے والے ہیں۔ یہ سب ماہیے کے دوسرے مصرعے میں ایک سبب کم رکھنے والے ماہیا نگار ہیں۔ ان قابل ذکر ماہیا نگاروں میں کوئی بھی ماہیا نما ثلاثی نگار نہیں ہے۔

ظہیر صاحب کی مار دھاڑ کے بعد ساری بحث کا حاصل یہ ہے کہ ماہیے سے وزن اور مزاج کی پابندیاں ختم کر دی جائیں جہاں تک وزن کی پابندی کا تعلق ہے، ماہیے کا وزن اس کی لَے سے مشروط ہے اور ماہیا اسی وقت لَے میں آئے گا جب اس کے دوسرے مصرعہ میں ایک سبب کی کمی ہوگی۔ ہمت رائے شرما، قمر جلال آبادی اور ساحر لدھیانوی کے ماہیے تو اوراق کے گذشتہ شمارہ میں بھی آ چکے ہیں اور بیشتر قارئین ان سے آگاہ ہیں۔ یہاں چند مزید ماہیا نگاروں کے ماہیے بھی بطور ثبوت حاضر ہیں جو لَے کی بنیاد پر لکھے گئے اور جو ہمارے موقف کی تصدیق کرتے ہیں۔

باغوں میں بہار آئی
مہکی ہوئی رت میں
دل لیتا ہے انگڑائی

پھولوں پہ نکھار آیا
چوم کے ذات تری
مرے دل کو قرار آیا

یہ ماہیے کسی پرانی پاکستانی فلم کے ہیں۔فلم اور شاعر کے نام تحقیق طلب ☆ ہیں۔ یہ گانا غالباً صبیحہ اور سنتوش پر فلمایا گیا تھا۔

میری چھت پر آیا کرو
ٹیچر بن کے تم
مجھے پیار سکھایا کرو
(فلم۔اف یہ محبت
شاعر۔وپن ہانڈا)

آنچل میں ستارے ہیں
جب سے تمہیں دیکھا
اس دن سے تمہارے ہیں
(پاکستانی فلم۔کانٹا
شاعر۔نذیر قیصر)

لڑکی سائیکل والی
دے گئی رستے میں
اک پیار بھری گالی

(فلم پتی، پتنی اور وہ ......شاعر۔؟)

گویا اس وقت تک کم از کم سات ماہیا گت سامنے آ چکے ہیں جو ماہیے کی لے پر گائے گئے اور جو ہمارے موقف کی تصدیق کرتے ہیں۔ اسی لئے ماہیے پر اس کی لے کی پابندی کی صورت میں وزن کی پابندی بے حد ضروری ہے۔کسی غزل کے لئے ایک ہی بحر اور قافیہ ردیف کی پابندی ضروری ہوتی ہے جو یہ پابندی نہیں کر سکتے۔نظم سے نثری نظم تک ان کے لئے اظہار کی کئی اصناف موجود ہیں۔اسی طرح جو لوگ ماہیے کی لے کے مطابق وزن کی پابندی نہیں کر سکتے وہ کسی اور سہ مصرعی صنف میں ’’مشق ناز‘‘ کر سکتے ہیں۔

ظہیر صاحب کا پیش کردہ مزاج کے سلسلے میں میرا اقتباس سیاق وسباق سے الگ ہو گیا ہے(اوراق ص ۲۷۷) میں مزاج کے سلسلے میں مکمل چھوٹ کا حامی نہیں ہوں۔ نئے تجربات میں

تھوڑی بہت آزادی کی گنجائش ہے تاہم اس کے لئے میں نے بعض تجربات کے ’’کچے‘‘ رہ جانے کی بات بھی کی تھی۔یہ لفظ توجہ طلب ہے۔ماہیے کے موضوع (مزاج) اور ہیئت (وزن) سے اس کی شناخت بنتی ہے۔اسے شکنجہ کہنا فن کی سطح پر اپنی بے بسی کا اقرار کرنا ہے...... جہاں تک ’’خاص و عام کو گرویدہ بنا لینے‘‘ کی بات کا تعلق ہے، پنجابی ماہیے کی لے والا اردو ماہیا تو ہر خاص و عام کو اپنا گرویدہ بناتا جا رہا ہے۔میں نے اوپر جن کتابوں اور ماہیا نمبروں کا ذکر کیا ہے وہی اس حقیقت کا منہ بولتا ثبوت ہیں کہ درست وزن کا ماہیا قبول عام حاصل کر گیا ہے۔تین ہم وزن مصرعوں کو ’’ماہیے‘‘ کے نام سے پیش کرنے والے تو اب قابل رحم حالت میں ہیں۔

(مطبوعہ :اوراق لاہور،شمارہ جولائی اگست ۱۹۹۸ء)

☆فلم حسرت،شاعر قتیل شفائی

☆☆☆☆☆

اردو ماہیے کے بانی: ہمّت رائے شرما

ابھی تک کی تحقیق کے مطابق قمر جلال آبادی اردو ماہیے کے بانی تھے۔ ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی کی تازہ تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ ہمت رائے شرما جی اردو ماہیے کے بانی ہیں۔ سہ ماہی ''کوہسار جرنل'' بھاگل پور کے شمارہ اگست ۱۹۹۷ء میں انہوں نے اپنی تحقیقی کاوش ''اردو ماہیا کی روایت سے متعلق ہمت رائے شرما کی وضاحت'' کے زیرِ عنوان پیش کی ہے۔ یہی تحریر ماہنامہ ''صریر'' کے شمارہ جون جولائی ۹۷ء میں بھی چھپی ہے لیکن ''صریر'' میرے پاس نہیں آتا (چونکہ مطلوبہ مضمون کوہسار ہی میں مل گیا تھا اس لئے ''صریر'' کا تراشہ منگانے کی ضرورت نہیں سمجھی) ایک تقریب جس میں ڈاکٹر مناظر شریک تھے، وہاں ایک گیت کے بول سن کر وہ چونکے۔

اک بار تو مل ساجن
آ کر دیکھ ذرا
ٹوٹا ہوا دل ساجن

یہ تو ماہیا ہے......بس یہیں سے انہوں نے ان ماہیوں کے بارے میں اتہ پتہ معلوم کرنا شروع کیا اور ہمت رائے شرما جی تک جا پہنچے۔ ان سے خط و کتابت ہوئی اور وہ خط و کتابت انہوں نے یکجا کر دی۔ ڈاکٹر مناظر نے تحقیق کا بنیادی نوعیت کا کام تو کر دیا ہے لیکن اس پر ابھی مزید کام کرنے کی خاصی گنجائش ہے لیکن ''طے شدہ مطلوبہ نتائج حاصل کرنے والے'' محققین (معترضین) نے اسے علمی انداز میں لینے کی بجائے مناظرانہ رنگ میں پیش کر کے اعتراضات کرنا شروع کر دیئے۔ میں یہاں ہمت رائے شرما جی کی اولیت پر ہونے والے اعتراضات کے جواب بھی دوں گا اور اردو ماہیے کے بانی کے سلسلے میں تازہ تحقیق کی روشنی میں اپنا موقف بھی واضح کروں گا۔

یہاں یہ ضروری وضاحت بھی کرتا چلوں کہ ہمت رائے شرما جی ممتاز فلم میکر کیدار شرما کے چھوٹے بھائی ہیں جنہوں نے اپنے زمانے کے کتنے ہی مقبول فنکاروں اور ممتاز ٹیکنیشنز کو متعارف کرایا۔ ہمت رائے شرما جی بھی فلمی دنیا سے وابستہ رہے۔ نغمہ نگار، کہانی کار، آرٹ ڈائریکٹر اور ڈائریکٹر تک ان کا اپنا طویل فلمی کیریئر ہے...... ان کی پیدائش ۱۹۱۹ء میں ہوئی۔ ۱۹۹۰ء میں ان پر لقوہ اور فالج کا حملہ ہوا۔ جان بچ گئی مگر ابھی تک چل پھر نہیں سکتے۔

ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی کی تحقیق چھپتے ہی دو طرح کے ردِعمل سامنے آئے۔

۱۔ پروفیسر آل احمد سرور نے کوہسار کے شمارہ دسمبر ۹۷ء میں اپنے خط میں چراغ حسن حسرت کی بطور ماہیا نگار نفی کی اور ان کے مبینہ ''ماہیوں'' کو ایک نظم قرار دیا۔ انہوں نے اپنے بیان کو حمید نسیم کی خودنوشت ''ناممکن کی جستجو'' سے اثبات فراہم کیا کہ اس میں حمید نسیم نے اسے نظم قرار دیا ہے اور پوری نظم درج کر دی ہے۔

۲۔ پروفیسر جگن ناتھ آزاد نے کوہسار کے اسی شمارہ میں ''اردو ماہیا کی روایت سے متعلق ہمت رائے شرما کی وضاحت'' کو حاصل مطالعہ قرار دیا۔

۳۔ میں نے کوہسار کے مذکورہ شمارہ میں ہمت رائے شرما کی اولیت پر خوشی کا اظہار کیا جبکہ دوسری طرف مخالفین نے اس طرح کے اعتراض کئے۔

۱۔ ڈاکٹر مناظر نے اردو ماہیے کے بنیاد گزاروں میں قمر جلال آبادی اور ساحر لدھیانوی کے ساتھ چراغ حسن حسرت کو بھی تسلیم کر لیا ہے۔

۲۔ اولیت کا سہرا پھر بھی حسرت کے سر بندھتا ہے کیونکہ شرما جی کہتے ہیں فلم خاموشی ۱۹۳۹ء میں آئی جبکہ فلم ''باغباں'' میں حسرت کے ''ماہیے'' ۱۹۳۷ء میں آ گئے تھے۔

پہلے اعتراض کی بنیاد مناظر عاشق کے ان الفاظ پر ہے۔ ''اردو ماہیا کے بنیاد گذاروں میں ابھی تک کی تحقیق کے مطابق چراغ حسن حسرت، ساحر لدھیانوی اور قمر جلال آبادی کے نام آتے ہیں لیکن میری حالیہ تحقیق یہ ہے کہ اولیت کا سہرا ہمت رائے شرما کے سر ہے۔ (کوہسار اگست ۱۹۹۷ء) اس سلسلے میں بحث کے دوسرے منسلکہ پہلوؤں پر غور کر لینا بھی مناسب ہوگا۔ علی

محمد فرشی، نصیر احمد ناصر، سیدہ حنا اور دیپک قمر نے ماہیے کی موجودہ تحریک سے پہلے جو ثلاثی ''ماہیے'' کے عنوان سے پیش کئے تھے وہ بھی حسرت ہی کی طرح تھے۔ میرے نزدیک حسرت کی طرح علی محمد فرشی، نصیر احمد ناصر، سیدہ حنا اور دیپک قمر بھی ماہیے کی موجودہ تحریک کے بنیاد گزاروں میں شامل ہیں۔ ان کی بنیادی خدمات کی نفی نہیں کی جاسکتی۔ انہوں نے ابتدا نہ کی ہوتی تو شاید ماہیے کی موجودہ تحریک کا وجود ہی نہ ہوتا کیونکہ اصلاح احوال کی ضرورت ہی پیش نہ آتی۔ تاہم حسرت سے لے کر دیپک قمر تک ان سارے ''بنیاد گزاروں'' کا ماہیے کے لئے اتنا ہی کردار ہے کہ انہوں نے ماہیا نما ثلاثی لکھ کر اصل ماہیے کے لئے راہ ہموار کر دی۔ بعینہ جیسے سر سید احمد خان سے لے کر علی اکبر قاصد تک ادیبوں نے انشائیہ کے لئے راہ ہموار کی لیکن انہوں نے جو مضامین لکھے ان میں کوئی بھی مکمل انشائیہ نہیں مانا جاتا...... یہی حقیقت ڈاکٹر مناظر عاشق کے پیش نظر تھی وگرنہ وہ اس سے پہلے وضاحت سے لکھ چکے تھے۔

''ماہیا کہنے والوں نے بقول سعید شباب نئے تجربے کو آزمانے سے پہلے اس کے تمام پہلوؤں پر غور کر لینے کی بجائے اور ساحر لدھیانوی اور قمر جلال آبادی کے مثالی نمونوں سے استفادہ کرنے کی بجائے، حسرت والی غلطی دہرائی یعنی تین ہم وزن مصرعوں میں ماہیے کہنے شروع کر دیئے۔''

(حرف اول۔ کتاب ''رم جھم رم جھم'' ص ۱۸۔ مطبوعہ ۱۹۹۶ء ناشر معیار پبلی کیشنز۔ دہلی)

لہٰذا ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی کے مضمون میں محض ''بنیاد گزاروں'' کے الفاظ سے کسی خوش فہمی میں مبتلا ہونا مناسب نہیں کیونکہ اصل حقائق تو اپنی جگہ پر موجود ہیں۔

ہمت رائے شرما جی کے جو خطوط ''کوہسار'' میں شائع ہوئے ہیں ان کی روشنی میں مزید تحقیق کر کے اصل حقیقت تک تو پہنچا جا سکتا ہے لیکن ان پر مکمل انحصار نہیں کیا جا سکتا۔ وجہ یہ ہے کہ ہمت رائے شرما جی گذشتہ آٹھ برسوں سے لقوہ اور فالج کی تکلیف میں مبتلا ہیں۔ ویسے تو طویل عمر کے بعد پچاس ساٹھ برس پہلے کی باتیں پوری طرح یاد نہیں رہ پاتیں۔ ان کا ایک تاثر سا باقی رہتا ہے جبکہ فالج تو ایسی بیماری ہے جو یادداشت کو متاثر کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے فلم

''خاموشی'' کے ماہیے لکھنے کا سن کبھی ۱۹۳۹ء بتایا ہے کبھی ۱۹۳۶ء اور کبھی اسے پچاس ساٹھ سال کے اندازے سے ظاہر کیا ہے۔ ان تاریخوں میں جو تضاد ہے اس کا سبب صرف بیماری کی وجہ سے یادداشت کا متاثر ہونا ہے۔ وگرنہ حقیقت یہ ہے کہ ہمت رائے شرما جی نے فلم ''خاموشی'' کے لئے اردو ماہیے ۱۹۳۶ء میں لکھے تھے۔ اس حقیقت کی تصدیق دو شواہد سے ہوتی ہے...... یہاں یہ وضاحت کر دینا ضروری ہے کہ ماہیے کی موجودہ تحریک کا نکتہ آغاز تو بے شک ۱۹۹۰ء تھا لیکن اس کا باقاعدہ آغاز ۱۹۹۲ء میں ہوا۔ تب بھی یہ ایک دبی دبی سی آواز تھی...... اب ۱۹۹۲ء سے پہلے کے دو ادبی ثبوت دیکھیں۔

۱۔ ہمت رائے شرما ۱۹۱۹ء میں پنجاب کے مردم خیز ضلع سیالکوٹ کے مشہور قصبے نارووال میں ایک معزز خاندان میں پیدا ہوئے...... صرف ۱۷ سال کی عمر میں ''خاموشی'' نامی فلم کے گیت لکھ ڈالے (مضمون۔ ''ہمت رائے شرما اور ان کی تین کتابوں کا خصوصی تعارف، مضمون نگار۔ رئیس الدین فریدی۔ مدیر 'روزنامہ ہند' کلکتہ۔ مطبوعہ ماہنامہ 'انشاء' کلکتہ شمارہ۔ اکتوبر، نومبر ۱۹۹۱ء)

۲۔ ۱۹۸۴ء میں ہمت رائے شرما جی کا شعری سرمایہ ''شہاب ثاقب'' کے نام سے شائع ہوا۔ کتاب کے فلیپ پر ''شرما جی کا تعارف'' اور ان کی شاعری پر فراق گورکھپوری کی رائے درج ہے۔ شرما جی کے تعارف میں یہ الفاظ ہماری تحقیق کے لئے اہمیت کے حامل ہیں۔

''ہمت رائے شرما ایک باکمال فنکار ہیں...... ۲۳ نومبر ۱۹۱۹ء کو شرما صاحب نارووال ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے...... ۱۷ سال کی عمر میں فلم ''خاموشی'' کے گیت لکھے''......

اس کتاب کی اشاعت کی وقت ہمت رائے شرما جی ۶۵ سال کے تھے۔ بیمار نہیں تھے۔ اس لئے اس وقت ان کے تعارف میں جو سن لکھے گئے وہ زیادہ مستند اور اہم ہیں۔ خصوصاً اس لئے بھی کہ ۱۹۸۴ء میں نہ تو ان کے تعارف نگار کو اور نہ ہی خود انہیں کوئی ایسی غرض لاحق تھی کہ ماہیے کی تاریخ میں اولیت کا اعزاز حاصل کرنا ہے۔

ان دونوں شواہد کی روشنی میں جو خود ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہیں، ۱۹۱۹ء میں ۱۷ سال جمع کئے جائیں تو فلم ''خاموشی'' کے ماہیے لکھنے کا سال ۱۹۳۶ء بنتا ہے۔ جب تک کوئی نیا

تحقیقی ثبوت نہیں ملتا تب تک فلم ''خاموشی'' کے لئے شرماجی کے اردو ماہیے لکھنے کا سال ۱۹۳۶ء ثابت ہے۔

ہمت رائے شرماجی نے فلم ''باغباں'' میں چراغ حسن حسرت کے مبینہ ماہیوں کا اپنے خطوط میں تذکرہ کیا ہے تو یار لوگوں نے اس سے یہ نتیجہ اخذ کرلیا کہ شرماجی نے حسرت کے ماہیوں سے متاثر ہوکر ماہیے لکھے تھے۔شرماجی کی اولیت تو ویسے بھی ثابت ہوچکی ہے تاہم شدید علالت کے گہرے اثرات کے باوجود ان کے کسی خط سے حسرت کے ماہیوں سے متاثر ہونے کا تاثر نہیں ملتا۔سہ ماہی کوہسار کے اگست ۹۷ء کے یہ دو حوالے پہلے دیکھ لیں۔

o ''ہماری فلم خاموشی ۱۹۳۹ء میں تیار ہوئی تھی اور فوراً ہی ریلیز ہوگئی تھی۔ باغباں بھی اسی وقت دیکھی تھی......عبدالرشید کاردار کا باغباں اس کے بعد (فلم ''ہیر سیال'' کے بعد......ناقل) ریلیز ہوا۔''خاموشی'' بھی اسی زمانے میں ریلیز ہوئی تھی''(ص ۱۷)

o ''۱۹۳۹ء میں میں نے پہلی بار اردو ماہیا پر فلم خاموشی میں گانا لکھا۔اس وقت میری عمر کوئی سولہ سترہ برس کی ہوگی۔خاموشی کے مکالمہ نگار اور کہانی کار امتیاز علی تاج صاحب تھے۔ باغباں بھی ان ہی دنوں ریلیز ہوئی تھی۔ پہلے کون سی فلم ریلیز ہوئی یہ یاد نہیں''(ص ۱۸)

ان دونوں حوالوں سے شرماجی کی سادگی اور نیک نیتی تو ظاہر ہے لیکن کہیں یہ شائبہ تک نہیں ہے کہ انہوں نے حسرت کے مبینہ ماہیوں سے متاثر ہوکر ماہیے لکھے تھے۔اب ایک اور حوالہ دیکھیں۔شرماجی لکھتے ہیں۔

''ایک دن خان صاحب برکت علی خان جو مشہور گلوکار خاں صاحب بڑے غلام علی صاحب کے چھوٹے بھائی خان صاحب برکت علی خان صاحب کے نام سے پہچانے جاتے تھے، ان سے سنا تھا۔

ساون کا مہینہ ہے
ساجن سے جدا رہ کر
جینا کوئی جینا ہے

اب اور نہ تڑپاؤ
ہم کو بلا بھیجو
یا آپ چلے آؤ

یہ ٹھمری نما پہاڑی (راگ) بہت ہی سر میں گاتے تھے کوئی بھی آج تک ان کی نقل نہیں کرسکا۔''ص (۱۸۔۱۷)

اس میں جو تعریف کی گئی ہے وہ حسرت کے مبینہ ماہیوں کی نہیں بلکہ خان صاحب برکت علی خان صاحب کی کلاسیکل گائیکی کی تعریف ہے۔اس کی مزید تصدیق میرے نام لکھے گئے شرماجی کے ایک خط سے بھی ہوتی ہے۔۱۸ فروری ۱۹۹۸ء کے تحریر کردہ اس خط کا حوالہ ذرا آگے چل کر پیش کروں گا۔ ہمت رائے شرماجی کے کوہسار میں مطبوعہ ایک خط میں یہ الفاظ بھی ملتے ہیں۔''میاں کاردار کی فلم باغباں کا ایک گانا بھی اردو ماہیے میں تھا۔اس کے بول بھی ساتھ ہی ارسال کررہا ہوں۔''(ص ۱۵) شرماجی کے بیان کردہ حسرت کے وہ بول یوں ہیں۔

باغوں میں پڑے جھولے
تم بھول گئے ہم کو
ہم تم کو نہیں بھولے

ساون کا مہینہ ہے
تم سے جدا ہوکر
جینا کوئی جینا ہے

اب اور نہ تڑپاؤ
ہم کو بلا بھیجو
یا آپ چلے آؤ

اس حوالے کو بنیاد بنا کر تین ہم وزن مصرعوں کے ثلاثی کو ماہیا منوانے کی کوشش کی گئی ہے۔اس سلسلے میں میری پہلی گذارش یہ ہے کہ اگرچہ شرماجی مذکورہ گیت کو ماہیے سمجھنے کے مغالطے میں مبتلا ہوئے لیکن ماہیے کے سلسلے میں اصلی وزن ان کے شعور میں موجود تھا جو لاشعوری طور پر آخری دو ماہیوں میں آ گیا ہے۔ایسا نہ ہوتا تب بھی محض شرماجی کے مغالطے کو بنیاد بنا کر ثلاثی کو

ماہیا نہیں قرار دیا جا سکتا۔ دوسری گذارش یہ ہے کہ حسرت کے ثلاثی کو پروفیسر آل احمد سرور نظم بیان کرتے ہیں۔ خود حسرت اسے ''ایک گیت'' لکھتے ہیں۔ ڈاکٹر مناظر عاشق بھی اسے گیت قرار دیتے ہیں تو پھر خود اصل شاعر کی بات مان کر اسے صرف ایک فلمی گیت ہی کیوں نہیں مان لیا جائے؟ تیسری عرض یہ ہے کہ میں نے اپنے مضمون مطبوعہ ''صریر'' دسمبر ۹۲ء میں قمر جلالوی کو ماہیا نگار لکھا تھا۔ اب ایک کرم فرمانے اوراق جنوری فروری ۹۸ء صفحہ ۲۷۲ پر اصرار کے ساتھ قمر جلالوی کو ماہیا نگار قرار دیا ہے حالانکہ مجھے بھی مغالطہ ہوا تھا اور مذکورہ کرم فرما کو بھی مغالطہ ہوا ہے تو کیا محض اس بنیاد پر کہ حیدر قریشی نے بھی اور اس کے مخالفین نے بھی قمر جلالوی کو ماہیا نگار تسلیم کیا ہے۔ قمر جلالوی کو ماہیا نگار مان لیا جائے گا؟ ظاہر ہے ہرگز نہیں۔ چوتھی گذارش یہ ہے کہ ماہنامہ ''تجدید نو'' لاہور کے ہائیکو نمبر میں منظر نقوی کے جو ہائیکو شائع ہوئے تھے ان میں ہائیکو تو ایک بھی نہیں تھا البتہ دو ماہیے ان میں ضرور موجود تھے۔

تصویریں بناتا ہوں	جو درد کے مارے ہیں
رنگ نہیں ملتے	نام انہیں کیا دیں
خوں اپنا بہاتا ہوں	ٹوٹے ہوئے تارے ہیں

بظاہر یہ ماہیے، ماہیے کے طور پر نہیں، ہائیکو کے زیر عنوان چھپے ہیں لیکن جب یہ حقیقتاً ماہیے ہیں تو ماہیے ہیں۔ میں نے یہ دونوں ماہیے اپنی کتاب ''اردو میں ماہیا نگاری'' میں بطور حوالہ درج کئے ہیں۔ سیدھی سی اور سادہ سی بات ہے جو ماہیا سہولت کے ساتھ اپنے فطری بہاؤ میں ماہیے کی پنجابی دھنوں پر گایا، گنگنایا جا سکتا ہے وہ ماہیا ہے جو اس معیار پر پورا نہیں اترتا وہ کلاسیکل موسیقی کا شاہکار ہو سکتا ہے۔ اعلیٰ ادبی فن پارہ ہو سکتا ہے لیکن ماہیا نہیں ہو سکتا۔ پانچویں اور آخری گذارش یہ ہے کہ تین ہم وزن مصرعوں میں احباب نے من چاہی بحریں ایجاد کر لی تھیں۔ اس کی چند مثالیں ''اردو میں ماہیا نگاری'' کے صفحہ نمبر ۲۵ پر دیکھی جا سکتی ہیں۔ اسی طرح ڈاکٹر مناظر نے بھی اوراق جنوری، فروری ۹۸ء میں ''تجرباتی ماہیے'' پیش کئے ہیں۔ اگرچہ ان پر تجرباتی کا لفظ لکھا ہوا موجود ہے تاہم ظاہر ہے یہ ماہیے نہیں ہیں۔ اب اگر کوئی دوست اصرار کریں کہ چونکہ مناظر

صاحب نے اس بحر میں ماہیے ہیں لہٰذا یہ ماہیے ہیں تو یہ بات غلط ہوگی۔ سو ہمت رائے شرما جی نے اگر حسرت کے ثلاثی کو ماہیے لکھ دیا ہے (بلکہ ماہیے کر بھی دیا ہے) تو اس سے وہ ماہیے نہیں ہو جائیں گے۔

فلم باغباں اور چراغ حسن حسرت کے ''ماہیوں'' کا ذکر چل نکلا ہے تو یہاں ممتاز موسیقار نوشاد کی یادداشتوں سے ایک حوالہ پیش کر دینا خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ نوشاد صاحب لکھتے ہیں۔

''انہوں نے (مشہور اداکار اشرف خان نے۔ ناقل) فلم باغباں میں اپنی رسیلی آواز میں ایک گیت گایا تھا جو فلم میں بھی ان ہی پر فلمایا گیا تھا۔ اس گیت کی طرز مشتاق حسین صاحب نے بنائی تھی اور ان دنوں میں مشتاق صاحب کے ساتھ ہارمونیم بجایا کرتا تھا۔ اس گیت کے بول تھے۔

روروں نین گنواؤں
سجنوا آن ملو

یہ گیت بلکہ باغبان کے تمام نو گیت اپنے وقت کے کامیاب کامیڈین مرزا اشرف نے پنجاب کے لوک گیتوں کی بنیاد پر لکھے تھے اور آپ کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ ان نو گیتوں کا معاوضہ مرزا صاحب کو صرف نوے روپے دیا گیا تھا یعنی دس روپے فی گیت۔''

(نوشاد کی کہانی۔ مطبوعہ ماہنامہ شمع نئی دہلی۔ شمارہ اکتوبر ۱۹۸۹ء ص ۳۳)

اگر باغباں کے سارے گیت مرزا اشرف نے لکھے تھے تو چراغ حسن حسرت کے مبینہ ''ماہیوں'' کی گیت کاری کا معاملہ ہی گڑ بڑ ہو جاتا ہے۔ اس کے باوجود میرے نزدیک حسرت کے مقام و مرتبے پر کوئی حرف نہیں آنا چاہئے۔ اسے زیادہ سے زیادہ نوشاد صاحب کا مغالطہ سمجھا جا سکتا ہے۔ سو مغالطہ ہمت رائے شرما جی کا ہو یا نوشاد صاحب کا، کسی مغالطہ کی بنیاد پر حقائق کو مسخ کرنے کی کاوش نہیں ہونی چاہئے۔

ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی کی تحقیق سامنے آنے کے بعد میں نے ہمت رائے شرما جی

سے براہ راست رابطہ قائم کیا۔ان سے تھوڑی بہت خط و کتابت بھی ہے۔دوبار میں نے ان سے ٹیلیفون پر بات کی ہے۔ان کی آواز میں لقوہ کے حملہ کا واضح اثر ہے تاہم ہماری محبت کے کسی انجانے جذبے نے ان کی گویائی کی قوت بڑھا دی......انہوں نے فون پر بتایا کہ میں پنجابی ہوں، پنجابی ماہیا (اور بولیاں بھی) میرے اندر بسے ہوئے ہیں۔ابھی میں کم عمر تھا،امرتسر میں گرمیوں کے ایام تھے رات کے وقت میں گھر کی چھت پر چارپائی پر لیٹا ہوا تھا کہ ایک درد بھری آواز سنائی دی۔یہ ہمارے گھر سے کچھ دور رہنے والے ایک نوجوان کی آواز تھی جو اپنے درد میں مگن پنجابی ماہیا گا رہا تھا۔(بعد میں پتہ چلا تھا کہ وہ نوجوان اپنی محبت میں ناکام ہو چکا تھا)۔گرمیوں کی رات، کھلی چھت اور گہری خاموشی سے ابھرتی ہوئی ماہیا گانے کی درد بھری آواز......مجھ پر سحر طاری ہو گیا۔یہی سحر تھا جس نے بعد میں مجھ سے فلم خاموشی کے ماہیے لکھوائے۔

یہ باتیں ہمت رائے شرما جی نے مجھے ٹیلیفون پر بتائی تھیں۔ان سے بھی ظاہر ہے کہ پنجابی ماہیا براہ راست ان کے اندر اترا ہوا تھا۔اگر ان پر کسی کا اثر تھا تو وہ امرتسر کا وہ ناکامِ محبت نامعلوم شخص تھا جس کے درد کی سچائی نے پنجابی ماہیے کو دو آتشہ کر کے ہمت رائے شرما جی کو باندھ لیا تھا۔فلم ''خاموشی'' میں ہمت رائے شرما جی کے تمام ماہیے یہاں درج کر دینا مناسب ہے۔

۱۔ اک بار تو مل ساجن
آ کر دیکھ ذرا
ٹوٹا ہوا دل ساجن

۲۔ سہمی ہوئی آہوں نے
سب کچھ کہہ ڈالا
خاموش نگاہوں نے

۳۔ کچھ کھو کر پائیں ہم
دور کہیں جا کر
اک دنیا بسائیں ہم

۴۔ یہ طرزِ بیاں سمجھو
کیف میں ڈوبی ہوئی
آنکھوں کی زباں سمجھو

۵۔ تارے گنواتے ہو
بن کر چاند کبھی
جب سامنے آتے ہو

۶۔ سرمست فضائیں ہیں
پیتم پریم بھری
پھاگن کی ہوائیں ہیں

۷۔ اشکوں میں روانی ہے
آنسو پی پی کر
مدہوش جوانی ہے

۸۔ کچھ کھو کر پاتے ہیں
یاد میں ساجن کی
یوں جی بہلاتے ہیں

۹۔ کیا اشک ہمارے ہیں
آنسو مت سمجھو
ٹوٹے ہوئے تارے ہیں

۱۰۔ دو نین چھلکتے ہیں
ساجن آ جاؤ
ارمان مچلتے ہیں

یہ ماہیے ہمت رائے شرما جی نے خود گائے تھے۔شاید یہ برصغیر کی فلمی تاریخ کا ریکارڈ بھی تھا کہ کسی گیت کار نے اپنا لکھا ہوا ماہیا گیت آپ گایا تھا۔گلوکار کے طور پر ان کا نام ہمت رائے دیا گیا تھا۔شرما جی نے اپنے گائے ہوئے ماہیے خود پہلی بار کیسے سنے......اس سلسلے میں انہوں نے میرے نام اپنے خط محررہ ۱۸-۲-۹۸ میں یہ دلچسپ واقعہ لکھا ہے۔

''مجھے یاد ہے جب میں اپنی سگائی کے سلسلے میں امرتسر گیا تو ہال بازار میں گراموفون ریکارڈ ڈیلر کی دکان کے آگے کچھ آدمیوں کو کھڑے دیکھا۔اس وقت جب کوئی نیا ریکارڈ بازار میں آتا تھا تو لوگ اسے سننے کے لئے دکان کے سامنے کھڑے ہو جاتے۔میں بھی تانگے سے اتر کر وہیں جا کھڑا ہوا اور پھر غور سے جو سنا تو حیران رہ گیا۔وہ میری ہی آواز میں گا رہا تھا۔مجھے اپنی آواز بڑی عجیب سی لگی۔گانا بہت سر میں گایا تھا لیکن مجھے اپنی آواز بالکل پسند نہیں آئی۔میری آواز مائیکرو فون کے لئے بالکل ناموزوں ہے''......اس واقعہ کی دلچسپی اپنی جگہ......تاہم اپنی آواز کے بارے میں شرما جی کے احساس سے صاف ظاہر ہے کہ ایک سترہ سالہ لڑکے کی آواز کے مقابلے میں انہیں

استاد برکت علی خاں جیسے پختہ گائیک کا فلم باغباں کے لئے گایا ہوا کلاسیکی طرز کا گیت کیوں اچھا لگا ہوگا۔

ان تمام شواہد اور حقائق کی بنیاد پر یہ حقیقت ظاہر ہوتی ہے کہ قمر جلال آبادی اور ساحر لدھیانوی سے بھی پہلے اردو ماہیے کے درست وزن کا اولین اظہار ہمت رائے شرما جی نے ۱۹۳۶ء میں کیا تھا۔ تحقیقی اور تاریخی لحاظ سے انہیں چراغ حسن حسرت کے ثلاثی گیت پر بھی اولیت اور فوقیت حاصل ہے۔ سو بلا شک وشبہ ہمت رائے شرما جی اردو ماہیے کے بانی ہیں۔
ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی اس انکشاف اور دریافت پر مبارکباد کے مستحق ہیں۔

مطبوعہ: O ماہنامہ انشاء کلکتہ شمارہ ستمبر، اکتوبر ۱۹۹۸ء
O ''اوراق'' لاہور شمارہ جنوری، فروری ۱۹۹۹ء

☆☆☆☆

اردو ماہیے کی تحریک

۱۹۹۰ء میں پنجابی ماہیے کے وزن کی بنیاد پر اردو میں ماہیے کے وزن کی طرف توجہ دلائی گئی۔ ۱۹۹۲ء میں اس مسئلے پر مضامین کی صورت میں بحث شروع ہوئی اور پھر تین چار برسوں کے اندر ہی ماہیے کے درست وزن کو اپنانے کا رویہ تحریک کی صورت اختیار کر گیا۔ ماہیے کی ہیئت اور مزاج کے موضوعات پر کھل کر بحث ہوئی۔ اختلافی نکات پر ہماری طرف سے اپنے موقف کو مدلل طور پر پیش کیا گیا۔ ایسا بھی ہوا کہ ہمارے مدلل موقف کے جواب میں فریق ثانی نے خاموشی اختیار کر لی۔ مثلاً

O ایم اے تنویر کے مضمون ''اردو ماہیے پر اوزان کی پابندی'' (''صریر'' کراچی، جون، جولائی ۱۹۹۳ء) کے جواب میں ''صریر'' (نومبر ۱۹۹۳ء) ہی میں وحید انور کا موقف شائع ہوا۔ میں نے بھی اپنے ایک دو مضامین اور ایک آدھ خط میں اس مضمون کے نفس مضمون کا تجزیہ کیا تھا۔

O ''اوراق'' شمارہ اگست ستمبر ۱۹۹۵ء میں نثار ترابی کا ماہیے کے مسئلے پر تفصیلی خط شائع ہوا۔ اس کے جواب میں ''اوراق'' شمارہ جنوری، فروری ۱۹۹۶ء میں میرا مدلل جواب شائع کیا گیا۔

O ڈاکٹر بشیر سیفی کا مضمون ''اردو ماہیا۔ تحقیقی مطالعہ'' ''صریر'' شمارہ جون جولائی ۱۹۹۶ء میں شائع ہوا۔ اس کے جواب میں میرے مضمون ''ماہیے کے حوالے سے چند معروضات'' کو ایڈیٹر ''صریر'' نے تو دیدہ دانستہ مسخ کر کے شائع کیا، تاہم یہ جواب درست طور پر روزنامہ ''نوائے وقت'' راولپنڈی کی اشاعت ۲۲۔۴۔۹۷ میں ادبی صفحہ پر شائع ہوا۔

O پنجابی اخبار ''بھنگڑا'' گوجرانوالہ کے ماہیا ایڈیشن (اپریل ۱۹۹۷ء) میں غلام مصطفیٰ بسمل کا اختلافی نوٹ شائع ہوا۔ اس کے نتیجہ میں ''بھنگڑا'' اخبار کے جولائی کے شمارہ میں میرا

وضاحتی اور مدلل جواب شائع ہوا۔

یہ صرف چار موٹی موٹی مثالیں ہیں کہ ہمارے مضبوط موقف کے سامنے فریق ثانی کو پھر کوئی مدلل بات کرنے کی توفیق نہیں ملی۔ بعض اوقات یوں بھی ہوا ہے کہ کسی رسالے میں زیر بحث نکات کو وہیں چھوڑ دیا گیا اور کسی اور صاحب کے ذریعے اسی رسالے میں یا کسی اور رسالے میں کسی اور نکتے کو اشو بنا لیا گیا، جب اس کا مدلل جواب دیا گیا تو پھر بات آگے بڑھانے کی بجائے کسی اور نکتے کو ایشو بنا لیا گیا۔ اختلاف رائے جرم نہیں ہے، خود ہمارے اپنے ہم خیال دوستوں میں بھی بعض نکات پر الگ الگ رائے پائی جاتی ہے لیکن یہ اختلاف رائے نیک نیتی اور مخلصانہ جستجو کا مظہر ہے جبکہ ہمارے بعض ''کرم فرماؤں'' نے محض خلط مبحث کر کے شوشے چھوڑے اور وقتی جملہ بازی سے ماہیے کی نمایاں ہوتی ہوئی تحریک کو دھندلانے کی کوشش کی۔ ایسے ''مہربانوں'' سے قطع نظر بعض ادباء نے پورے خلوص سے اس مسئلے کو سمجھنے کی کوشش کی اور نیک نیتی سے اپنا اختلافی موقف پیش کیا۔ ایسے ادباء کا ماہیے کی تحریک کو آگے بڑھانے میں اہم کردار رہا ہے۔

ماہیے کی ہیئت کی بحث کو دو حصوں میں بانٹا جا سکتا ہے۔ پہلا حصہ ماہیے کے وزن سے متعلق ہے اور دوسرا حصہ ماہیے کو تحریری صورت میں پیش کرنے کا ہے...... فریق ثانی کی طرف سے عام طور پر یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ پنجابی میں دونوں طرح کے ماہیے ملتے ہیں یعنی دوسرے مصرعہ میں ایک ''سبب'' کم وزن والے بھی اور تینوں مصرعے مساوی الوزن والے بھی۔ لہٰذا اردو میں دونوں طرح کے ماہیے جائز ہیں۔ یہ موقف درست نہیں ہے کیونکہ اردو کے عروضی نظام کی رو سے تو پنجابی ماہیے کا دوسرا مصرعہ مساوی الوزن ہونے کی بجائے ایک سبب زائد بھی ہو جاتا ہے۔ ماہیے کا دوسرا مصرعہ صرف ایک سبب کم یا زیادہ نہیں ہوتا بعض اوقات ایک سبب سے بھی تجاوز کر جاتا ہے۔ اس سلسلے میں تنویر بخاری کی کتاب ''ماہیا۔ فن تے بنتر'' کے صفحہ نمبر ۲۲۲ سے ایک ماہیا دیکھیں۔

چاہ پیتی پوستیاں
مطلب کڈھے

ہور نہ رہ گئیاں دوستیاں

پنجاب الفاظ کو اردو کے عروضی حساب سے پرکھیں تو دوسرے مصرعہ کا وزن ''فعلن فعلن'' سے زیادہ نہیں ہوتا۔ لہٰذا یہاں دوسرے مصرعہ میں ایک سبب کم رکھنے اور تینوں مصرعوں کو مساوی الوزن کہنے کے دونوں موقف اردو کے عروضی حساب سے بے معنی ہو جاتے ہیں۔ اب ایسے ماہیے دیکھیں جن کے دوسرے مصرعے پہلے اور تیسرے مصرعوں سے مساوی الوزن ہونے کی بجائے ایک سبب زائد ہونے سے بھی زیادہ بڑے ہوئے جا رہے ہیں۔

انگریز یزید ہوئے
قصہ خوانی دی گولی وچ
کتنے بچڑے شہید ہوئے

کوئی خیر دی خبر آوے
ترکی دا غازی ساڈا
انگریزاں تے فتح پاوے

(بحوالہ انگریزی اخبار روزنامہ ''ڈان'' لاہور، ۹۵-۴-۱۹ ''پنجابی بکس'' ماہیا ان پنجابی، اردو اینڈ انگلش۔ از شفقت تنویر مرزا)

ان مثالوں اور سابقہ مضامین کے حوالوں کے بعد ماہیے کے وزن کے سلسلے میں یہ صورتحال سامنے آتی ہے کہ اگر پنجابی ماہیے کے حروف کو اردو عروض کے ضابطوں سے پرکھنے کی کوشش کریں تو دوسرے مصرعوں میں اس قسم کے متضاد وزن ملیں گے۔

(۱) دوسرا مصرعہ پہلے اور تیسرے مصرعوں کے وزن سے دو حروف کم ہوگا۔ (۲) چار حروف کم ہوگا (۳) مساوی الوزن ہوگا (۴) دو حروف زیادہ ہوگا (۵) چار حروف زیادہ ہوگا۔

یہ صرف دوسرے مصرعہ کی صورتحال ہے۔ ریاض احمد نے نشاندہی کی تھی کہ ماہیے کے پہلے اور تیسرے مصرعوں کا وزن بھی اسی طرح کم و بیش ہوتا رہتا ہے۔ سو بظاہر ایسی الجھی ہوئی صورتحال میں محض یہ کہہ دینا مناسب نہیں ہے کہ پنجابی ماہیے میں چونکہ دوسرے مصرعہ میں ایک ''سبب'' کم وزن والے ماہیے بھی ملتے ہیں اور مساوی الوزن بھی۔ لہٰذا اردو میں دونوں طرح کے ماہیے جائز ہیں کیونکہ پنجابی حروف کو اردو عروض کے گھیرے میں لینا مناسب نہیں وگرنہ پھر مذکورہ بالا پانچوں قسم کے ماہیے جائز قرار دینا پڑیں گے اور یہ ماہیے کے ساتھ سنگین مذاق ہوگا۔ ماہیے کے

وزن کے سلسلے میں جتنا الجھاؤ ہے وہ اس وقت ایک دم ختم ہو جاتا ہے جب ہم ماہیے کو اس کی لَے سے سمجھتے ہیں۔ پنجابی ماہیے کی لَے کو آسانی سے اردو عروض کے گھیرے میں لیا جا سکتا ہے اور اس لَے کی رو سے ماہیے کا پہلا اور تیسرا مصرعہ تو مساوی الوزن ہوتے ہیں جبکہ دوسرے مصرعہ کا وزن ایک سبب کم ہوتا ہے۔

ماہیے کی ہیئت کی بحث کا دوسرا حصہ اس کی تحریری صورت سے متعلق ہے۔ ابھی تک میرے ذہن میں ماہیے کی دو تحریری صورتیں تھیں۔

۱۔ کوٹھے اتوں اڈ کانواں
سد پٹواری نوں
جند ماہیے دے ناں لانواں

۲۔ کوٹھے اتوں اڈ کانواں
سد پٹواری نوں جند ماہیے دے ناں لانواں

تھوڑا عرصہ پہلے عاشق حسین عاشق نے اپنے ایک مضمون میں ماہیے کو ''ایک مصرعی'' قرار دیا تھا تو مجھے خاصی حیرت ہوئی تھی۔ اب امین خیال نے بھی اپنے مضمون ''پنجابی ماہیا'' میں ذکر کیا ہے کہ پورے ماہیا کو ایک ہی سطر میں یوں لکھا جاتا رہا ہے۔

کوٹھے اتوں اڈ کانواں۔ سد پٹواری نوں جند ماہیے دے ناں لانواں

ایک سطری ہیئت تو اب صرف مضامین میں تذکرے کی حد تک رہ گئی ہے۔ ڈیڑھ مصرعی ہیئت میں بھی یہ بہت کم لکھا گیا ہے۔ خود پنجابی ماہیوں کی بیشتر کتب سہ مصرعی روپ میں ہیں تاہم پنجابی ماہیے کا بطور لوک گیت مجموعی وزن یہی بنتا ہے۔

فعلن فعلن فعلن
فعلن فعلن فع
فعلن فعلن فعلن

(دوسرے متبادل اوزان میں بھی اسی طرح ایک سبب کی کمی رہے گی) اب اسے چاہے ایک مصرعہ بنا کر لکھ لیں، ڈیڑھ مصرعے بنا کر لکھ لیں یا تین مصرعوں کی مقبول صورت کو اپنا لیں، ماہیے کا مجموعی وزن بہر حال وہی رہے گا جو ماہیے کی لَے کے مطابق ہے۔ مجھے ڈیڑھ مصرعی ہیئت پر کوئی اعتراض نہیں ہے تاہم اب بصری لحاظ سے سہ مصرعی ماہیا زیادہ اچھا لگتا ہے...... ایک دفعہ توتا اور طوطا کے درست املا کی بحث چل نکلی تھی۔ محققین نے ''ت'' سے توتا ثابت کر دیا، تب ایک ادیب نے یہ مزے کی بات لکھی کہ قدیم اردو میں توتا بے شک ''ت'' سے ہی ہو لیکن ''ط'' سے لکھا ہوا طوطا زیادہ ہرا ہرا لگتا ہے...... سو اب ماہیے کی تحریک جس مقام پر آ گئی ہے، یہاں ڈیڑھ مصرعی ہیئت کو غلط کہے بغیر میں یہ ضرور کہوں گا کہ سہ مصرعی صورت میں ماہیا زیادہ ہرا بھرا لگتا ہے۔

ماہیے کے مزاج کے سلسلے میں مختلف خیالات سامنے آئے ہیں۔ اس مسئلے پر ابھی مزید غور و خوض کی ضرورت ہے۔ بعض ثلاثی نگار جب ماہیے کے وزن کے مسئلے سے جان چھڑانے کے لئے مزاج کی اہمیت پر زور دینے لگتے ہیں تو وہ دراصل ماہیے کے وزن کی بحث میں اپنے کمزور موقف کو چھپانے کی کوشش کر رہے ہوتے ہیں۔ ان سے قطع نظر بعض دیگر اہل ادب نے بھی ماہیے کے پنجابی مزاج کو برقرار رکھنے پر زور دیا ہے۔ ماہیے کا مزاج اصلاً ان بنیادی موضوعات سے مرتب ہوتا ہے جو عشق و محبت سے متعلق مختلف مضامین (محبوب کے حسن کی تعریف، بے وفائی، گلے شکوے، جدائی، وصال کی آس، ظالم سماج، وصال وغیرہ) اور دھرتی سے وابستگی پر مبنی ہیں۔ پنجابی ماہیے سے نا آشنا اردو کے ماہیا نگار اگر ایسے موضوعات کے دائرے میں اعلیٰ تخلیقی کارکردگی دکھاتے ہیں تو بڑی حد تک وہ پنجابی ماہیے کے مزاج کے قریب ہی ہوتے ہیں۔ تاہم ادب کی سطح پر آنے کے بعد ماہیے کو محض چند موضوعات تک محدود رکھنا بھی مناسب نہیں ہے۔ خود پنجابی ماہیے کو تفصیل سے دیکھا جائے تو یہ پنجابی معاشرے کے تمام مسائل اور معاملات کی ترجمانی کرتا ہے۔ اپنے مخصوص موضوعات کو اپنی پہچان بنانے کے باوجود زندگی کے بیشتر پہلوؤں کا بھی احاطہ کرتا ہے۔ انگریزی اخبار ''ڈان'' میں شفقت تنویر مرزا کے درج کردہ دو ماہیے جو میں اس مضمون میں پیش کر چکا ہوں، بذات خود اس حقیقت کا اظہار ہیں کہ ماہیے میں زندگی سے متعلق سارے

موضوعات سموئے جاسکتے ہیں......سو ماہیے کے داخلی رس اور مٹھاس کو برقرار رکھتے ہوئے یا اسے برقرار رکھنے کی ممکنہ حد تک کوشش کرتے ہوئے، نئے موضوعات کا اردو ماہیے میں لایا جانا عیب نہیں ہوگا۔ایسے ہوسکتا ہے کہ ایسے موضوعاتی تجربات میں سے بعض آگے چل کر کامیاب ہوں اور ماہیے کے مزاج کا حصہ بن جائیں اور بعض تجربات ناکام رہیں۔ میرے خیال میں اس ابتدائی دور میں اردو ماہیے کے مزاج کی اہمیت تو واضح کرنی چاہئے لیکن نئے موضوعات پر پابندی نہیں لگانی چاہئے۔ ماہیے کے مزاج کے سلسلے میں سنجیدہ ادبائے کرام کا موقف تب بہتر طور پر واضح ہو سکے گا جب وہ خود ماہیے کی عملی تنقید کی طرف متوجہ ہوں گے۔اب کہ ماہیا نگاری اردو شاعری کا ایک معتبر حصہ بنتی جارہی ہے۔ ماہیا نگاروں کی ایک بڑی تعداد درست وزن کو سمجھنے کے بعد تخلیق کاری میں مگن ہے......مناسب ہوگا کہ ان کے ماہیوں کے حوالے سے ماہیے کے مزاج کی بحث کو آگے بڑھایا جائے۔اس سے ماہیے کے مزاج کی احسن طور پر نشاندہی بھی ہوسکے گی اور اس کے موضوعات میں متوازن وسعت پیدا ہوتی جائے گی۔

گذشتہ چند برسوں میں تمام تر بحث کے ساتھ اردو ماہیے نے نہ صرف اپنے خدوخال کو واضح کیا ہے بلکہ شعرائے کرام میں ایسی مقبولیت حاصل کی ہے جو حیرت انگیز ہے۔ ماہیے کی اسی مقبولیت نے اسے ایک تحریک بنا دیا ہے۔ اس مقبولیت کا بالکل سرسری سا جائزہ بھی لیا جائے تو خوش کن حقائق سامنے آتے ہیں۔ ۱۹۹۶ء میں میرے ماہیوں کا مجموعہ ’’محبت کے پھول‘‘ شائع ہوا۔ اسی برس پروفیسر قمر ساحری کے ماہیوں کا دیوان ’’بادسبز‘‘ شائع ہوا۔ ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی کی مرتب کردہ کتاب ’’رم جھم رم جھم‘‘ بھی ۱۹۹۶ء میں شائع ہوئی۔ یہ گیارہ ماہیا نگاروں کا ایک نمائندہ انتخاب ہے۔۱۹۹۲ء سے ۱۹۹۶ء تک اس بحث سے متعلق ۱۹ مضامین شائع ہوئے۔ مضمون نگاروں میں مجھ سمیت افتخار احمد، عرش صدیقی، خاور اعجاز، زاہد عباس، ناصر عباس نیر، سعید شباب، ایم اے تنویر، غزالہ طلعت، ریاض احمد، ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی، ڈاکٹر بشیر سیفی اور ڈاکٹر انور مینائی کے نام شامل ہیں۔ جبکہ ۱۹۹۷ء میں ماہیے کی بحث کے ضمن میں ۱۲ مضامین اور ماہیے کے مختلف مجموعوں پر ۱۵ مضامین/تبصرے......گویا ۲۷ مضامین صرف ایک برس میں شائع

ہوئے۔ اس برس کے مضمون نگاروں میں ڈاکٹر انور سدید، ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی، مشتاق احمد، نصرت یاسمین، یوسف علی لائق، عاشق حسین عاشق، طیب احمد، ارشد محمود ناشاد، سید ظفر ہاشمی، سعید شباب، مقصود الٰہی شیخ، ثریا شہاب، اجمل پاشا، ڈاکٹر جمال ہوشیار پوری (پرانا پنجابی مضمون قند مکرر کے طور پر شائع ہوا)، محمد وسیم انجم اور حیدر قریشی کے نام شامل ہیں۔ تخلیقی سطح پر اس برس ضمیر اظہر کے ماہیوں کا مختصر سا مجموعہ ’’پھول کہانی‘‘ شائع ہوا۔ نذیر فتح پوری کے ماہیوں کا مجموعہ ’’ریگ رواں‘‘ منظر عام پر آیا، امین خیال کے ماہیوں کا مجموعہ ’’یادوں کے سفینے‘‘ شائع ہوا۔ اس برس سعید شباب کا مرتب کردہ ایک انتخاب ’’اردو ماہیے‘‘ شائع ہوا جس میں ۳۵ ماہیا نگاروں کو شامل کیا گیا۔ ۱۹۹۷ء میں گوجرانوالہ کے پنجابی اخبار ’’بھنگڑا‘‘ نے اردو ماہیا ایڈیشن شائع کیا اور اسی برس میری ایک موضوعی تحقیق و تنقید کی کتاب ’’اردو میں ماہیا نگاری‘‘ بھی منظر عام پر آئی۔ ۱۹۹۷ء میں جہاں ایک طرف بحث چھڑ رہی تھی اور ماہیے کے خدوخال واضح ہوگئے تھے، دوسری طرف تخلیق کاروں کی ایک بڑی تعداد ماہیا نگاری کی طرف مائل ہوگئی تھی، تیسری طرف تحقیق کے میدان میں بھی پیشرفت ہوئی۔ ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی نے انکشاف کیا کہ آج سے لگ بھگ ساٹھ سال پہلے ہمت رائے شرما نے سب سے پہلے درست وزن میں اردو ماہیے کہے تھے جو فلم ’’خاموشی‘‘ کے لئے ریکارڈ کئے گئے تھے۔ اس انکشاف سے اردو ماہیے کے بانی ہمت رائے شرما قرار پائے ہیں (میں نے اپنی تحقیق سے ہمت رائے شرما کے اردو ماہیے کہنے کا سال ۱۹۳۶ء ثابت کیا ہے۔)

اور اب کہ ۱۹۹۸ء کی پہلی ششماہی مکمل ہوچکی ہے اس مختصر مدت میں بھی ماہیے کی مقبولیت میں اضافہ ہوا ہے۔ یوسف اختر کے ماہیوں کا مجموعہ ’’دل حجرہ‘‘ شائع ہوگیا ہے۔ انور مینائی کے مجموعہ ’’روپ نگر‘‘ اور اشعر اورنیوی کے ماہیوں کے مجموعوں کے جلد ہی شائع ہونے کی خبریں بھی ملی ہیں۔ اس سال کی پہلی ششماہی میں فریق ثانی کے بے جا اعتراضات کا بروقت تعاقب کر کے جواب دینے میں ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی، عارف فرہاد اور پروین کمار اشک خاصے فعال دکھائی دیئے ہیں۔ اس سلسلہ میں مجھے بھی تھوڑا بہت کام کرنے کا موقع ملا ہے۔ فریق ثانی کے اعتراضات ’’صریر‘‘ کراچی، ’’عوامی منشور‘‘ کراچی، ’’تخلیق لاہور‘‘ اور ادبی صفحہ روزنامہ

’’نوائے وقت‘‘ راولپنڈی میں شائع ہوئے اور وہیں ان کے جواب دیئے گئے۔

اس برس کی پہلی سہ ماہی اور ماہیے کی تاریخ کا اب تک کا سب سے بڑا واقعہ یہ ہوا ہے کہ ادبی جریدہ دو ماہی ’’گلبن‘‘ احمد آباد (انڈیا) نے نئے سال کا پہلا شمارہ (جنوری تا اپریل ۱۹۹۸ء) ماہیا نمبر شائع کیا ہے۔اس ادبی رسالہ کے مدیران سید ظفر ہاشمی اور ثریا ہاشمی ہیں۔گذشتہ ۲۰ برسوں سے یہ ادبی رسالہ کسی سرکاری امداد کے بغیر اپنے محدود دائرے میں اردو زبان اور ادب کی خدمت کر رہا ہے۔اپنی اشاعت کے اکیسویں برس کا پہلا شمارہ ماہیا نمبر لا کر اس ادبی رسالہ نے ایک تاریخی کارنامہ انجام دیا ہے۔اس نمبر کی ترتیب کے سلسلے میں پاکستان سے امین خیال، انڈیا سے ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی اور جرمنی سے میں نے ممکنہ حد تک کام کیا ہے۔’’گلبن‘‘ کے ماہیا نمبر میں ۹۵ ماہیا نگاروں کے تازہ ماہیے شامل ہیں۔ ہر ماہیا نگار کے ماہیوں کے ساتھ اس کے مختصر سوانحی اور ادبی کوائف بھی شائع کئے گئے ہیں۔ان ۹۵ ماہیا نگاروں میں انڈیا سے ۴۷، پاکستان سے ۳۷، جرمنی سے ٦، انگلینڈ سے ۲ اور امریکہ اور جاپان سے ایک ایک ماہیا نگار شامل ہیں۔

پہلے سے ماہیا نگاری میں فعال تخلیق کاروں میں احمد حسین مجاہد، امین خیال، عارف فرہاد، انور مینائی، پروین کمار اشک، مناظر عاشق ہرگانوی، سعید شباب، سجاد مرزا، صابر آفاقی، ذوالفقار احسن، شاہدہ ناز، قاضی اعجاز محور، طفیل خلش، مشتاق احمد، نذیر فتح پوری، خاور اعجاز، یوسف اختر اور یونس احمر کے نام لئے جاسکتے ہیں۔ان ناموں کے ساتھ اس بار کئی اہم شعراء نے پہلی بار اردو ماہیے کو محبت کی نظر سے دیکھا ہے اور عمدہ ماہیے کہہ کر ماہیے کو مزید وقار اور اعتبار عطا کیا ہے۔ ایسے شعراء میں اعزاز احمد آذر، سلطان سکون، شاہد جمیل، شرون کمار ورما، شوکت ہاشمی، سلیم انصاری، زہیر کنجاہی، امداد نظامی، حسن عسکری کاظمی، شباب للت اور احمد رئیس شامل ہیں۔ پھر ناوک حمزہ پوری، شارق جمال، اجمل جنڈیالوی، علقمہ شبلی، محی الدین غنی، مقیم فتح پوری اور نادم بلخی جیسے کہنہ مشق شعراء کی ماہیے کی طرف آمد خود ماہیے کے لئے تبرک ہے تو عذرا اصغر، ثریا شہاب، سلطانہ مہر، شبہ طراز، یاسمین سحر، اختر بانو ناز، پرزرق صنم اور کوثر بلوچ کی ماہیا نگاری ہوا کے خوشبودار جھونکوں کا احساس دلاتی ہے۔کلیم شہزاد، عاصی کاشمیری، سلیم احمد سلیم، انور شمیم فیروز آبادی، نیاز

احمد صوفی، نیاز بلوچ، ہارون الرشید، ایم این اے ریحان، نوید اعظم، محمد وسیم عالم، فرحت قادری، محمد ارباب بزمی، جوثر ایاغ، ڈاکٹر امریندر، عارف حسن خان، رمیش کنول، زبیر الحسن غافل، شاداب رضی، محمد ضیاء الاسلام رضوی اور محمد ظفیر الدین ظفر کے ہاں تازہ کاری کے امکانات نمایاں ہوئے ہیں جبکہ اسلم حنیف، اشراق عالم، اشعر اورینوی، امتیاز شاہین، انوار فیروز، امان اللہ امان، اجمل پاشا، تنویر خیال، جاوید خان، بشارت احمد بشارت، نیرّ حسن نیرّ، رافق زمان، رؤف خیر، ساحر شیوی، سلطان کھاروی، شارق عدیل، شمیم یوسفی، ضمیر یوسف، ظفر ہاشمی، فراغ روہوی، فیض الرحمٰن فیض، فیض سمبلپوری، قربان آتش، قمر الزمان قمر، محمد وسیم انجم، محسن باعش حسرت، نسیم عزیزی اور نور الحسن میکش کے ماہیوں میں ان کے انفرادی تخلیقی اوصاف کی جھلکیاں دیکھی جاسکتی ہیں۔

اردو ماہیے کے بانی ہمت رائے شرما جی کے فلم ’’خاموشی‘‘ والے دس ماہیوں کے ساتھ قمر جلال آبادی کے فلم ’’پھاگن‘‘ والے اور ساحر لدھیانوی کے فلم ’’نیا دور‘‘ والے ماہیے ’’اردو ماہیے کے ابتدائی نقوش‘‘ کے زیرِ عنوان الگ سے شائع کئے گئے ہیں۔ سب سے زیادہ خوشی کی بات یہ ہے کہ اردو ماہیے کے بانی ہمت رائے شرما جی کے تازہ ماہیے بھی اس ماہیا نمبر کی زینت بنے ہیں جو اس نمبر کے لئے تبرک اور اردو ماہیے کے لئے نایاب تحفہ ہیں۔

مطبوعہ ماہیوں سے ایک مختصر سا انتخاب بھی گلبن کے ماہیا نمبر میں شائع کیا گیا ہے۔ اس میں ضمیر اظہر مرحوم اور رشید اعجاز مرحوم کی ماہیے کے لئے خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے ان کے پندرہ پندرہ ماہیے دیئے گئے ہیں۔ نذیر قیصر، فرحت نواز، غزالہ طلعت، مخلص وجدانی اور قمر ساحری کے تازہ ماہیے دستیاب نہ ہونے کے باعث ان کے پانچ پانچ مطبوعہ ماہیے شامل کئے گئے ہیں...... افتخار شفیع، منزہ اختر شاد، صدف جعفری، ارشد نعیم، وپن ہانڈا، نوید رضا، مشتاق شاد، بسمہ طاہر، غلام شبیر رانا، شجاعت علی راہی، آل عمران، تنویر نوازش اور عبدالجلیل عباد کے تازہ ماہیے نہ ملنے کی وجہ سے ان کے دو دو مطبوعہ ماہیے شامل کئے گئے ہیں۔ندیم شعیب، کندن لاہوری، طاہر مجید، نذر عباس، وقیع منظر، بقا صدیقی نیاز احمد مجاز اور یاسمین مبارک کا صرف ایک ایک ماہیا نمونے کے طور پر دیا گیا ہے۔ان کے علاوہ بعض ایسے شعراء کو بھی شامل کیا گیا ہے جو

غالباً باقاعدہ ماہیے نہیں لکھتے یا بعض ایسے ثلاثی نگار بھی شامل ہیں جن سے اتفاقاً ایک دو ماہیے درست وزن میں سرزد ہو گئے ہیں۔ ایسے شعراء میں ایم اے تنویر، حسن عباس رضا (دو ماہیے) جان کاشمیری، محمد اقبال نجمی، بشیر عابد، نازیہ رحمٰن، سیما شکیب، رستم نامی، منظر نقوی، امجد حمید حسن اور دلشاد علی (ایک ایک ماہیا) شامل ہیں۔ یوں اس ماہیا نمبر میں تمام ماہیا نگاروں کے ساتھ ان ثلاثی نگاروں کو بھی شامل کیا گیا ہے جو کبھی بے خیالی میں درست وزن کے ایک دو ماہیے بھی لکھ گئے ہیں۔ اتنی احتیاط اور اتنے اہتمام کے باوجود چند اہم ماہیا نگاروں کی اس نمبر میں کمی محسوس ہوتی ہے۔ ان اہم ماہیا نگاروں میں منور احمد منور، ناصر نظامی، مسعود ہاشمی، اختر رضا کیکوٹی، مطلوب بی بی شامل ہیں۔

مضامین کے حصہ میں تیرہ مضامین شامل ہیں۔ ان میں سے پانچ مضامین انفرادی تجزیئے کے زمرے میں آتے ہیں۔ میری ماہیا نگاری کے بارے میں اکبر حمیدی اور مناظر عاشق کے دو مضامین، اشعر اورینوی کی ماہیا نگاری پر مناظر عاشق ہرگانوی کا مضمون...... پروین کمار اشک کا ''رم جھم رم جھم'' کے بارے میں مطالعاتی اور تنقیدی مضمون اور ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی کی ماہیا نگاری پر میرا ایک مضمون...... یہ پانچ مضامین انفرادی طور پر کسی کتاب یا ماہیا نگار کے فن کے تجزیہ پر مبنی ہیں۔ میری رائے تھی کہ اس نمبر میں اس نوعیت کے مضامین شامل نہ کئے جائیں لیکن دوسرے احباب بالخصوص سید ظفر ہاشمی کا خیال تھا کہ ان مضامین کو بھی شامل کیا جانا چاہئے۔ سو یہ مضامین بھی اس نمبر میں شامل ہیں۔ ان کے علاوہ یہ آٹھ مضامین ''گلبن'' کے ماہیا نمبر میں شائع ہوئے ہیں۔ ''اردو ماہیے کا ارتقائی جائزہ'' از ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی ''پنجابی ماہیا'' از امین خیال ''ماہیے کی کہانی'' از حیدر قریشی ''ماہیا اور اس کے وزن کا تعین'' از ''شارق جمال'' ''اردو ماہیے میں موضوعات کا تنوع'' از ناصر عباس نیرّ۔ ''ماہیا ایک مطالعہ'' از گوہر شیخپوری۔ ''ماہیے کی تحریک کی قابل قدر پیشرفت'' از سید اقبال حیدر اور ''ماہیے کی بحث کا منظر نامہ'' از شاہدہ ناز...... ان میں سے شاہدہ ناز نے ۱۹۹۲ء سے ۱۹۹۷ء تک ماہیے کی بحث کے سلسلے میں شائع ہونے والے اور ماہیے کے مجموعوں پر شائع ہونے والے مضامین کی فہرست پورے حوالوں کے

ساتھ تیار کر دی ہے۔ یہ حوالہ جاتی نوعیت کا ایک مفید مضمون ہے۔ اس میں ایک سہو کی نشاندہی ضروری ہے۔ فہرست میں شامل سب سے آخری مضمون جو اجمل پاشا صاحب کا ہے، ماہنامہ ''عبادت'' کے نومبر کے شمارہ میں نہیں بلکہ پنجابی اخبار ''بھنگڑا'' گوجرانوالہ کے نومبر ۱۹۹۷ء کے شمارہ میں شائع ہوا تھا۔ اسی طرح محمد وسیم انجم کا تحریر کردہ مضمون ''حیدر قریشی کی اردو میں ماہیا نگاری'' جو میری تحقیق وتنقید کی کتاب کا تجزیہ ہے، ماہنامہ ''نیرنگ خیال'' راولپنڈی کے شمارہ نومبر ۱۹۹۷ء میں شائع ہوا تھا۔ یہ مضمون اس فہرست میں مذکور نہیں ہے۔ سید اقبال حیدر نے اپنے مضمون میں ۱۹۹۷ء تک شائع ہونے والے ماہیے کے مجموعوں کا، ماہیوں کے انتخاب پر مبنی کتب کا اور ماہیا سے متعلق شائع ہونے والی کتب اور ماہیا ایڈیشنوں کا اختصار کے ساتھ مگر عمدہ تعارف کرایا ہے۔ ناصر عباس نیرّ نے اپنے خاص انداز نظر سے ماہیے کے موضوعات پر ایک عالمانہ مضمون پیش کیا ہے۔ بعض جہات سے یہ مضمون ماہیا نگاروں کی رہنمائی کرتا ہے۔ امین خیال نے پنجابی ماہیے کا اس کے ثقافتی پس منظر سمیت عمدگی سے اور تفصیل سے اپنے مضمون میں تعارف کرایا ہے اور معترضین کے بعض اعتراضات کے جواب پنجابی شاعری کے مستند حوالوں سے دیئے ہیں۔ گوہر شیخپوری نے اپنے مضمون میں بعض دلچسپ نکات پیش کئے ہیں۔ ماہیے کی تفہیم میں ان کے بعض نکات بنیادی اہمیت کے حامل ہیں۔

۱۔ ''اگر حضرت شیرانی کی تحقیق حرف آخر کے طور پر تسلیم کی جا سکے تو اردو کی ولادت باسعادت کا شرف بھی پنجاب کو حاصل ہوتا ہے اس لئے کہنا چاہئے کہ ماہیا تو اردو کی اپنی میراث ہے۔''

۲۔ ''اردو میں ماہیے کو پنپانا اور جمانا ہے تو اسے اصل پنجابی آہنگ کے مطابق رکھنا چاہئے...... عروضی زبان میں خواہ آپ کوئی بحر استعمال کریں، یا جی چاہے تو مخلوط بحر بھی استعمال کریں لیکن خیال رکھنا چاہئے کہ...... مصرعوں کی روانی مجروح نہ ہو۔ روانی کی بات اس لئے کہہ رہا ہوں کہ صرف اوزان یا ماتراؤں کی گنتی کی پیروی سے بات نہیں بنتی اگر زبان کا فطری بہاؤ مجروح ہوتا ہو تو ماہیے اپنا اثر چھوڑنے سے محروم رہ جاتے ہیں۔''

جناب گوہر شیخ پوری کے برعکس شارق جمال اپنے مضمون میں تمام تر اخلاص کے باوجود ماہیے کے فطری بہاؤ کو سمجھنے کی بجائے عروضی زبان میں الجھ گئے ہیں۔ میں علم عروض میں ان کی مہارت کا معترف بھی ہوں اور قدر دان بھی......اور اس وجہ سے بھی ان سے محبت رکھتا ہوں کہ انہوں نے ماہیے کے غلط وزن کو ترک کر کے، درست وزن کو اپنا کر عالی ظرفی کا مظاہرہ کیا ہے تاہم اپنے مضمون میں انہوں نے عروضی قاعدے کی بنیاد پر ماہیے کا جو وزن تجویز کیا ہے وہ ماہیے کے فطری بہاؤ میں نہیں آ رہا۔

مفعول مفاعیلن	یہ خوب ہے افسانہ
مفعول فعولن	وہ کہتے نہیں ہیں
مفعول مفاعیلن	دیوانے کو دیوانہ

جناب شارق جمال کے پیش کردہ اس ماہیے کے دوسرے مصرعہ کو اگر ''کہتے نہیں ہیں وہ'' کر دیا جائے تو یہ پنجابی ماہیے کی فطری روانی میں آ جائے گا۔ مزے کی بات یہ ہے کہ جناب گوہر شیخ پوری نے اپنے مضمون میں (صفحہ نمبر ۷۶ پر) ایسی ہی ایک مثال دے کر ماہیے کے فطری بہاؤ کو واضح کیا ہے۔ بہر حال شارق جمال صاحب کی تجویز ماہیے کے سلسلے میں ان کے اخلاص کی مظہر ہے اور یہ بڑی بات ہے کہ گلبن کے ماہیا نمبر میں بحیثیت ماہیا نگار انہوں نے جو ماہیے دیئے ہیں وہ پنجابی لَے کے مطابق ہیں۔

شارق جمال صاحب اور دیگر تمام دوست بھی جو ماہیے کو عروضی گھیرے میں لانے کے لئے مخلصانہ تگ و دو کر رہے ہیں ان کی کاوشوں سے مجھے مولانا جلال الدین رومی کی ایک مشہور مثال یاد آ گئی۔ انہوں نے لکھا تھا کہ شکاری ایک وقت تک تو ہرن کے نقوش پا سے اس کا تعاقب کرتا ہے لیکن پھر مشک نافہ اس کی رہبر بن جاتی ہے، نقوش پا کی حیثیت ثانوی ہو جاتی ہے۔ ماہیے کی بحث اس مثال سے کافی مماثلت رکھتی ہے۔ ماہیے کو عروضی گھیرے میں لینے کی کاوش عروضی قواعد کو مدنظر رکھ کر نہیں بلکہ ماہیے کی لَے کی بنیاد پر ہونی چاہئے پھر چاہے بقول گوہر شیخپوری مخلوط اوزان بھی اس روانی پر پورے اتریں تو انہیں بھی قبول کر لینا چاہئے تاہم یہ عروضی ''نقوش پا'' تو

ایک حد تک کام آ سکتے ہیں۔ اصلاً تو ماہیے کی لَے کی خوشبو ہی تخلیق کار کی رہنمائی کرے گی تب ہی وہ ماہیے تک صحیح معنوں میں پہنچ پائے گا۔ چنانچہ یہ سامنے کی بات ہے کہ جن ماہیا نگاروں کو ماہیے کی دھن کا علم تھا اور انہوں نے اسے ذہن نشین رکھا، ان کے ہاں ماہیے بے ساختگی سے ہوتے گئے، وزن کا کوئی مسئلہ ہی نہیں پیدا ہوا۔ اس کے برعکس جن ماہیا نگاروں نے عروضی اوزان (نقوش پا) کو مدنظر رکھا وہ کہیں نہ کہیں لڑکھڑا ضرور جاتے ہیں۔ ایسے ماہیا نگار بہت کم ہیں جو عروضی اوزان میں ہی ماہیے کی لَے تک پہنچ کر دونوں حساب سے پورے بھی اترتے ہیں اور کھرے بھی۔

گلبن کے ماہیا نمبر کا ایک اہم مضمون ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی کا تحریر کردہ ہے۔ ''اردو ماہیے کا ارتقائی جائزہ'' اس مضمون میں ماہیے سے اپنی محبت کی دھن میں مناظر عاشق نے چند نئے اوزان متعارف کرائے ہیں۔ انہوں نے ان اوزان میں یہ اہتمام کیا ہے کہ ہر وزن کے دوسرے مصرعہ میں ایک ''سبب'' کم رہے تاہم جو اوزان انہوں نے تجویز کئے ہیں وہ ماہیے کی پنجابی لَے سے میل نہیں کھاتے اسی لئے انہیں بطور ماہیا قبول نہیں کیا جا سکتا۔

نئے اوزان کی تجاویز سے ہٹ کر...... ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی نے اردو ماہیے کا ارتقائی جائزہ عمدگی کے ساتھ پیش کیا ہے۔ ساختیات/ مابعد ساختیات کے دو مختلف نظریات میں ساسیئر کلام یا تقریر کو اہمیت دیتا ہے جبکہ دریدا کتاب یا تحریر کو اہمیت دیتا ہے۔ ماہیا...... اس لحاظ سے اہم شعری صنف ہے جو کلام یا تقریر (گائی جانے والی شاعری) بھی ہے اور (لکھی جانے والی) ادبی تحریر بھی۔ دوسرے لوک گیتوں کے تھوڑے بہت تجربے تو اردو میں ضرور ہوئے لیکن تاحال مقبولیت صرف اور صرف ماہیے کو نصیب ہوئی ہے۔ ماہیے اور ڈھولنے کے سلسلے میں ڈاکٹر فہیم اعظمی نے ساختیاتی حوالے سے صحت مند امید جتائی ہے۔ ڈھولنے کو تو ابھی بالکل ہی ابتدائی تجربہ کہنا چاہئے البتہ ماہیے کے بارے میں اعتماد کے ساتھ بات کی جا سکتی ہے۔ ڈاکٹر مناظر عاشق نے ڈاکٹر فہیم اعظمی سے اتفاق کرتے ہوئے پورے اعتماد کے ساتھ لکھا ہے کہ ''اردو ماہیے نے اسے ثابت بھی کر دیا ہے اور نئی پیشرفت کے امکانات روشن کئے ہیں۔'' ڈاکٹر مناظر نے حسرت اور اختر شیرانی کے گیتوں سے لے کر آج کے ثلاثی نگاروں تک کے حوالے دے کر ثلاثی

اور ماہیے کے فرق کو واضح کیا ہے۔ ہمت رائے شرما جی سے لے کر آج کے ماہیا نگاروں تک......
اردو ماہیے کے مختلف نمونے پیش کئے ہیں اور اب تک کی پیشرفت کا شاندار خلاصہ کیا ہے۔

ان مضامین کے علاوہ اس بار گلبن نے مضامین کے آخر میں بچ رہنے والی جگہ کو ماہیے کے بارے میں دیگر دانشوروں کے مطبوعہ مضامین کے بعض اہم اقتباسات سے آراستہ کیا ہے۔ اس سلسلے میں مظہر امام، انور سدید، ریاض احمد، ناصر عباس نیئر اور سعید شباب کے قیمتی خیالات کو منتخب کیا گیا ہے۔ اس ماہیا نمبر میں تازہ اور غیر مطبوعہ ماہیوں کی تعداد گیارہ سو سے کچھ زیادہ ہے۔ عام طور پر ہر شاعر کے بارہ بارہ ماہیے شامل کئے گئے ہیں جبکہ مطبوعہ ماہیوں سے جو انتخاب شامل کیا گیا ہے ان کی تعداد ایک سو سے کچھ زیادہ ہے۔ یوں اس نمبر میں ۱۲۰۰ سے زائد ماہیے شامل ہیں۔ ۲۵، ۳۰ کے لگ بھگ ایسے ماہیے موجود ہیں جن میں ماہیا نگار وزن کے معاملے میں لڑکھڑا گئے ہیں۔ وہی عروضی چکر میں الجھ جانے والی بات.....لیکن ظاہر ہے جن لوگوں نے ماہیے سنے نہیں ہیں ان کے لئے عروضی نظام سے استفادہ کئے بغیر چارہ نہیں ہے۔ مسلسل ریاضت سے ان کے ہاں وزن پر گرفت مضبوط ہو جانے کی توقع کی جا سکتی ہے۔

اردو ماہیے کی تحریک گلبن کے ماہیا نمبر کی صورت میں ایک نئے موڑ تک آ گئی ہے۔ فریق ثانی کے تمام اعتراضات کے مدلل جواب دیئے جا چکے ہیں اور ہمارے دلائل کے جواب میں ان کے پاس اب صرف بہتان طرازی، ذاتی حملے اور گالی کی زبان رہ گئی ہے۔ یہ بہتان طرازی، ذاتی حملے اور گالی کی زبان کے الفاظ میں نے تحریر کی روانی میں نہیں لکھے۔ واقعتاً اب فریق ثانی اس سطح پر اتر آیا ہے لیکن یہ رویہ بجائے خود مخالفین کی بوکھلاہٹ اور علمی بے بسی کا ثبوت ہے۔ بعض ''اہل ایمان'' نے تو اردو ماہیے کی تحریک کو کفر اور اسلام کا مسئلہ تک بنا دیا ہے۔ میرے لئے مخالفین کا یہ تازہ ترین رویہ اس لحاظ سے خوش کن ہے کہ یہ برملا طور پر علمی میدان میں ان کا اعتراف شکست ہے لیکن ادب کے لئے یہ رویہ، یہ طرز عمل کس حد تک مفید ہے؟ اہل ادب کو اس پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہئے۔

(مطبوعہ: ماہنامہ ''سخنور'' کراچی، شمارہ: نومبر ۱۹۹۸ء)

ایڈیٹر ماہنامہ ''ایوان اردو'' (دہلی) کے نام

آپ نے ''ایوان اردو'' کے شمارہ جولائی ۱۹۹۸ء میں جناب ناوک حمزہ پوری کا مضمون ''ماہیا اور اس کے اوزان'' شائع کیا ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ ناوک حمزہ پوری صاحب نے نیک نیتی اور خلوص کے ساتھ ماہیے کی عروضی جستجو کی ہے۔ انہوں نے بحیثیت لوک گیت پنجابی ماہیے کی لے (آہنگ) کی اہمیت تسلیم کرتے ہوئے بجا طور پر لکھا ہے کہ ''عروض'' کو آہنگ کا تابع ہونا چاہئے نہ کہ آہنگ ہی کو عروض کا غلام بنا دیا جائے۔''

میں چند چھوٹی چھوٹی لیکن ضروری وضاحتیں کرنا چاہتا ہوں۔

(۱) جناب شرون کمار ورما کے اس بیان پر ناوک صاحب نے انحصار کیا ہے کہ ''پنجابی میں ماہیے لکھنے کا رواج نہیں ہے۔ میں نے پنجابی کے کسی رسالے میں ماہیے نہیں دیکھے۔'' چنانچہ پھر انہوں نے لکھ دیا کہ ''ماہیا ابھی پنجابی ادب کا بھی حصہ نہیں۔'' یہ دونوں بیانات لاعلمی کا نتیجہ ہیں۔ پنجابی میں ماہیوں کے کم از کم تین انتخاب تو میرے علم میں ہیں۔ پاکستان کے بیشتر پنجابی اخبارات و رسائل میں نئے پنجابی شعراء کے ماہیے چھپتے رہتے ہیں۔ اردو کے دو ادبی رسائل ''تخلیق'' لاہور اور ''تجدید نو'' اسلام آباد میں کبھی کبھار پنجابی ماہیے چھپ جاتے ہیں۔ پنجابی میں ایم اے کرنے کے لئے دیگر لوک گیتوں کے ساتھ ماہیے کا مطالعہ ضروری ہے۔ ماہیا پنجابی ادب کا بھی حصہ ہے اور شاید اس لحاظ سے واحد صنف ہے جو پورے پنجابی معاشرے کی ترجمان ہے۔

(۲) ناوک صاحب نے لکھا ہے ''عام روایت کے مطابق حسرت اولین ماہیا نگار ہیں۔'' اس سلسلے میں پہلی وضاحت یہ ہے کہ اردو ماہیے کے بانی ہمت رائے شرما جی ہیں جنہوں نے ۱۹۳۶ء میں فلم ''خاموشی'' کے لئے اردو ماہیے لکھے تھے۔ دوسری وضاحت یہ کہ تین ہم وزن

مصرعوں کے مبینہ ماہیے جو چراغ حسن حسرت سے منسوب کئے جاتے ہیں۔ ۱۹۳۷ء کی تخلیق ہیں۔ فلم ''باغباں'' میں استاد برکت علی خان نے اس گیت کو کلاسیکل انداز میں گایا تھا نہ کہ پنجابی ماہیے کے انداز میں۔ حسرت کے نام کے ساتھ یہ بہ عنوان ''ایک گیت'' ہفت روزہ ''شیرازہ'' میں شائع ہوئے تھے لیکن ادھر ممتاز موسیقار نوشاد صاحب نے ماہنامہ ''شمع'' نئی دہلی شمارہ اکتوبر ۱۹۸۹ء میں لکھا تھا کہ ''باغباں'' میں نو گیت تھے جو سارے مرزا اشرف نے لکھے تھے، انہیں ان گیتوں کا معاوضہ نوے روپے ملا تھا۔ یوں حسرت سے منسوب مذکورہ ثلاثی کا معاملہ ہی مشکوک ہوا جاتا ہے۔

(۳) ماہیے کی جو اجمالی تصویر ناوک صاحب نے پیش کی ہے وہ بھی مزید وضاحت چاہتی ہے۔ دسمبر ۱۹۹۷ء تک کم از کم ۴۵ مضامین اور تبصرے چھپ چکے تھے اور صرف ۱۹۹۸ء میں آج کی تاریخ تک مزید ۳۲ مضامین چھپ چکے ہیں۔ ۱۰ وضاحتی خطوط اور ۸ تبصرے ان کے علاوہ ہیں۔ قمر ساحری، امین خیال، ضمیر اظہر، نذیر فتح پوری اور حیدر قریشی کے ماہیوں کے مجموعوں کے علاوہ ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی کا مرتب کردہ ماہیوں کا ایک اہم انتخاب اور سعید شباب کا مرتب کردہ ایک انتخاب بھی پچھلے برسوں میں شائع ہوئے تھے۔ میری تحقیق و تنقید کی یک موضوعی کتاب ''اردو میں ماہیا نگاری'' گذشتہ برس شائع ہوئی۔ ۱۹۹۸ء کے دامن میں یوسف اختر اور انور مینائی کے ماہیوں کے مجموعوں کے ساتھ میرے مضامین کا مجموعہ ''اردو ماہیے کی تحریک'' ☆ بھی موجود ہے اور بعض دیگر مجموعوں کی اشاعت بھی متوقع ہے۔

میں جناب ناوک حمزہ پوری کو اپنا بزرگ سمجھتا ہوں، کہیں کہیں انہوں نے بعض جملوں میں چٹکیاں لی ہیں تو میں نے انہیں ناوک صاحب کی بزرگانہ شوخیوں میں شمار کر کے ان کا مزہ لیا ہے۔ میرا ایک ماہیا ہے

چڑھتے ہوئے جامن پر
داغ لگا بیٹھے
ترے پیار کے دامن پر

اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ناوک صاحب نے لکھا ہے ''جب ماہیے کے پیر دستگیر ہی جامُن اور دامُن کا قافیہ لا سکتے ہیں تو عاشقان ماہیا کی کیا بساط۔'' میں نے اس طنز ملیح کا لطف اٹھایا ہے۔ وضاحتاً اتنی عرض ہے کہ میں نے اپنے ماہیوں میں پنجابی الفاظ کا کہیں کہیں تڑکا لگایا ہے۔ ویسے ہمارے یہاں تو اردو میں بھی جامَن ہی مستعمل ہے۔ جامع فیروز اللغات (پرونائونسنگ ڈکشنری) جسے ''انجم بکڈ پو، جامع مسجد'' نے دہلی سے شائع کیا ہے، اس کے صفحہ نمبر ۴۴۳ پر (ایڈیشن مطبوعہ ۱۹۸۷ء) جامَن، میم پر واضح زبر کے ساتھ چھپا ہوا موجود ہے۔ آ گے
ے جو مزاج یار میں آئے۔

اب میں اصل مسئلے کی طرف آتا ہوں۔ جناب شارق جمال نے ماہیے کے لئے عروضی حوالے سے دو متبادل اوزان پیش کئے تھے۔

(۱) مفعول مفاعیلن
فاع مفاعیلن
مفعول مفاعیلن

(۲) مفعول مفاعیلن
مفعول فعولن
مفعول مفاعیلن

جناب ناوک حمزہ پوری نے ماہیے کے آہنگ سے مطابقت کی بناء پر پہلے وزن کو قبول کیا ہے اور دوسرے وزن کو ماہیے کے آہنگ سے مطابقت نہ ہونے کی بنا پر یہ کہہ کر قبول نہیں کیا ''ایسا کرنا میرے خیال میں آہنگ کو عروض کا غلام بنانا ہے جو میری نگاہ میں مستحسن نہیں۔'' میں بھی ماہیے کی لَے کے اصول کی بنا پر شارق جمال صاحب کے بیان کردہ پہلے وزن سے متفق ہوں لیکن دوسرا وزن چونکہ لَے میں نہیں آ رہا اس لئے اسے ماہیے کا وزن کہنا ممکن نہیں ہے۔ ویسے میں شارق جمال صاحب کے ماہیے کے سلسلے میں خلوص کا معترف ہوں اور مجھے یقین ہے کہ شارق صاحب اور ناوک صاحب دونوں بزرگ اردو میں ماہیے کے عروضی خدوخال کو واضح کرنے کے لئے محبت کے ساتھ جستجو کر رہے ہیں۔ جناب ناوک حمزہ پوری نے اردو کے عروضی نظام کے حوالے سے جو دو متبادل اوزان پیش کئے ہیں وہ بھی ماہیے کی لوک لے کے عین مطابق ہیں۔
(۱) فعلن فعلن فعلن/مفتعلن فعلن/فعلن فعلن فعلن

(۲) مفعولن مفعولن/مفعولن فعلن/مفعولن مفعولن

مجموعی طور پر اب تک آٹھ متبادل اوزان سامنے آ چکے ہیں۔کسی عروضی بکھیڑے میں پڑے بغیر میرے لئے یہ سب کے سب اس لئے قابل قبول ہیں کہ یہ ماہیے کی پنجابی لَے میں فطری بہاؤ کے ساتھ گنگنائے جا سکتے ہیں۔ابھی تک کے دریافت شدہ آٹھ اوزان یہ بنتے ہیں۔

(۱) مفعول مفاعیلن
فعل مفاعیلن
مفعول مفاعیلن

(۲) فعلن فعلن فعلن
فعلن فعلن فع
فعلن فعلن فعلن

(۳) فعلات مفاعیلن
فعل مفاعیلن
فعلات مفاعیلن

(۴) فعلاتن فعلاتن
فعلاتن فعلن
فعلاتن فعلاتن

(۵) مفعول مفاعیلن
فعل فعولن فع
مفعول مفاعیلن

(۶) مفعول مفاعیلن
فاع مفاعیلن
مفعول مفاعیلن

(۷) فعلن فعلن فعلن
مفتعلن فعلن
فعلن فعلن فعلن

(۸) مفعولن مفعولن
مفعولن فعلن
مفعولن مفعولن

پنجابی سے ناآشنا اردو والے دوستوں کی آسانی کیلئے فلم پھاگن میں محمد رفیع اور آشا بھوسلے کے گائے ہوئے مکالماتی ماہیوں کا حوالہ دے رہا ہوں۔

تم روٹھ کے مت جانا/ مجھ سے کیا شکوہ/ دیوانہ ہے دیوانہ۔

اس دوگانے کی دھن کو معیار بنا لیں اور پھر مذکورہ بالا آٹھوں اوزان کو اس دھن پر گنگنا کر چیک کر لیں۔ یہ سارے اوزان اس دھن پر پورے اترتے ہیں۔ پنجاب سے تعلق رکھنے والے شعرا یا پنجابی سے آشنا اردو شعراء کو اردو میں ماہیے کہتے وقت کسی عروضی حساب کتاب کی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ وہ تو ماہیے کی لَے کے بہاؤ میں روانی سے ماہیے کہتے جاتے ہیں۔ یہ جو تھوڑا بہت عروضی تفہیم کا سلسلہ چلا ہے تو ان دوستوں کی سہولت کے لئے جو پنجابی ماہیے سے آشنا نہیں ہیں۔ ممکن ہے ان آٹھ اوزان کے علاوہ بھی مزید متبادل اوزان تلاش کر لئے جائیں۔ یوں ماہیے میں عروضی لحاظ سے خاصی آزادی مل جائے گی لیکن یہ ساری آزادی ماہیے کی لَے کے اندر ہی میسر ہوگی۔جن دوستوں کو اردو کے عروضی قواعد سے ہٹنا اچھا نہیں لگتا وہ آخرالذکر تین اوزان کو آسانی سے اپنا سکتے ہیں۔

(مطبوعہ ماہنامہ ''ایوان اردو'' دہلی ستمبر ۱۹۹۸ء)

☆ایک اہم وضاحت: میری کتاب ''اردو ماہیے کی تحریک'' ستمبر ۱۹۹۸ء تک چھپ کر ریلیز ہو جانا تھی لیکن محکمہ ڈاک کی خرابی کے باعث کمپوزنگ کی پروف ریڈنگ کیا ہوا سارا میٹر ناشر تک نہیں پہنچ پایا۔ تلاش اور انتظار کے بعد آخر نئی ڈمی نکلوائی گئی۔اسی دوران کتاب کے مندرجات میں خط بنام ایڈیٹر ''ایوان اردو'' ''اردو ماہیا ۱۹۹۸ء میں'' اور پنجابی لوک گیت۔ ماہیے کی تحریری ہیئت'' کا بھی اضافہ کر دیا گیا۔ یوں کتاب قدرے تاخیر سے چھپ رہی ہے تاہم اس میں یہ تین تحریریں بھی شامل ہو گئی ہیں۔

اردو ماہیا۱۹۹۸ء میں

۱۹۹۸ء کا سال اردو ماہیے کے فروغ کے سلسلے میں گذشتہ تمام برسوں سے زیادہ اہم سال ثابت ہوا ہے۔ اردو دنیا میں ماہیے کو وسیع پیمانے پر پذیرائی ملی۔تخلیقی، تحقیقی، تنقیدی اور تجزیاتی ہر اعتبار سے ماہیے کو وسعت نصیب ہوئی۔اس مختصر سے جائزہ میں سارے ماہیا نگاروں، مضمون نگاروں اور تبصرہ نگاروں کے نام شمار کرنے اور سارے اخبارات و رسائل کی فہرست تیار کرنے سے بھی مضمون بے حد طویل ہو جانے کا خدشہ ہے۔ اس لئے اردو ماہیے کی پیشرفت کو اجمالی طور پر ہی پیش کروں گا۔۱۹۹۷ء تک ماہیا نگاروں کی تعداد ایک سو تک پہنچی تھی، اس برس اس تعداد میں تقریباً دو گنا اضافہ ہوا ہے۔ ماہیا نگاری کی طرف متوجہ ہونے والے شعراء میں اعزاز احمد آذر، انوار فیروز، عذرا اصغر، بخش لائل پوری، سیما شکیب، نزہت سمن، ناصر نظامی، سرفراز تبسم، رؤف خیر، شباب للت، پرکاش تیواری، سلطان سکون، شبہ طراز، امداد نظامی، حسن عسکری کاظمی، سلیم انصاری، شوکت ہاشمی، کلیم شہزاد، نیاز احمد صوفی اور ایسے ہی متعدد دیگر ناموں سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ کس ادبی معیار کے شعراء ماہیے کی طرف آ رہے ہیں۔ پہلے سے متحرک اور فعال ماہیا نگاروں میں امین خیال، احمد حسین مجاہد، عارف فرہاد، ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی، سلطانہ مہر، ثریا شہاب، شاہدہ ناز، یاسمین سحر، مسعود ہاشمی، انور مینائی، نذیر فتح پوری، شاہد جمیل، شرون کمار ورما، ذوالفقار احسن، خاور اعجاز، سجاد مرزا، اسلم حنیف، یوسف اختر، ڈاکٹر صابر آفاقی، سعید شباب، قاضی اعجاز محور اور متعدد دیگر ماہیا نگار اس برس بھی تخلیقی لحاظ سے متحرک اور فعال رہے۔

۱۹۹۲ء سے گذشتہ برس تک ماہیے کے حوالے سے مجموعی طور پر ۴۵ مضامین اور تبصرے شائع ہوئے تھے جبکہ صرف ۱۹۹۸ء میں ۶۰ سے زائد مضامین اور تبصرے شائع ہوئے ہیں۔ اہم

مضامین میں ''اردو ماہیے کا ارتقائی جائزہ'' (ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی) ''پنجابی ماہیا'' (امین خیال)، ''اردو ماہیے میں موضوعات کا تنوع'' (ناصر عباس نیرّ) ''اردو ماہیا۔عروضی تناظر میں'' (احمد حسین مجاہد) ''ماہیا ایک مطالعہ'' (گوہر شیخپوری) ''ماہیا اور اس کے اوزان'' (ناوک حمزہ پوری) ''اردو ماہیا بحث در بحث'' (ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی) ان مضامین کی بنیادی نوعیت کی اہمیت بنتی ہے۔ان کے علاوہ اسلم حنیف، سلیم انصاری، رؤف خیر، محمد وسیم انجم، اختر رضا کیکوٹی، شارق جمال، عارف فرہاد، اجمل جنڈیالوی، ذوالفقار احسن، انوار فیروز، اکبر حمیدی، کلیم شہزاد، سلیم احمد سلیم، ناصر احمد اور ڈاکٹر انور مینائی کے مضامین اور تبصرے بھی کسی نہ کسی زاویے سے اپنی اہمیت کا احساس دلاتے ہیں۔ اس برس امین خیال، نذیر فتح پوری، مناظر عاشق ہرگانوی، زہیر کنجاہی، مسعود ہاشمی، قمر ساحری اور یوسف اختر کی ماہیا نگاری کے انفرادی تجزیئے کئے گئے۔

حلقہ ادب بھاگلپور کے زیر اہتمام گذشتہ برس اردو ماہیا کا پہلا مشاعرہ بہار ایگری کلچر کالج سبور میں ہوا تھا۔ اس برس ماہیا مشاعرے کی روایت مزید پروان چڑھی۔ انڈیا میں ناگپور اور کلکتہ میں ماہیا مشاعرے ہوئے۔کلکتہ کے انڈین پریس کلب میں ہونے والے ماہیا مشاعرہ کی صدارت عبدالرزاق ملیح آبادی اور قیصر شمیم نے کی۔ پاکستان میں ایک ماہیا مشاعرہ سرگودھا میں ہوا جس کی صدارت ڈاکٹر وزیر آغا نے کی۔سیکرٹری کے فرائض ذوالفقار احسن نے ادا کئے۔ دوسرا مشاعرہ گوجرانوالہ میں ہوا۔ اس ماہیا مشاعرہ کی صدارت اردو اور پنجابی کے ممتاز شاعر اور اردو ماہیے کی تحریک کے روح رواں امین خیال جی نے کی۔ مہمان خصوصی لاہور کے خوبصورت شاعر نیاز احمد صوفی تھے اور اسٹیج سیکرٹری کے فرائض گوجرانوالہ کے معروف شاعر جان کاشمیری نے ادا کئے۔توقع کی جا سکتی ہے کہ ایسے مشاعروں سے ماہیا فہمی میں آسانی ہوگی۔ اردو ماہیے کو ادبی اور عوامی دونوں سطح پر مقبولیت حاصل ہوگی۔

اردو کے سب سے پہلے ماہیا نگار کی حیثیت سے ہمت رائے شرما کی اولیت کا دعویٰ اس برس مزید دلائل کے ساتھ مستحکم ہوا۔ ابھی تک اردو ماہیے کے پیش رووٴں میں قمر جلال آبادی اور ساحر لدھیانوی کے نام آتے تھے اس برس پرانی پاکستانی فلم ''حسرت'' کے ماہیوں کے شاعر کی

حیثیت سے مقبول،ممتاز اور معتبر شاعر قتیل شفائی کا نام سامنے آیا۔یوں ماہیے کے پیش رووٴں میں ایک اور باوقار ماہیا نگار کے نام کا اضافہ ہوا۔اردو ماہیے کی تحریک کو مزید تقویت ملی۔رستم نامی جو اوائل میں چند ماہیے کہہ کر غائب ہوگئے تھے اس برس پوری توانائی کے ساتھ ماہیے کے افق پر نمودار ہوئے۔☆

ماہیے کی مخالفت کے لحاظ سے بھی یہ سال خاصا اہم رہا۔مخالفین نے بہتان طرازی سے لے کر کردارکشی تک کے سارے حربے آزمالئے۔ہماری طرف سے جب بعض بہتانوں کے جواب میں لعنۃ اللہ علی الکاذبین کہہ کر اپنی صفائی دی گئی اور مخالفین کو دعوت دی گئی کہ وہ بھی اسی طرح قرآنی الفاظ پڑھ کر اپنا بیان دہرائیں تو مخالفین اس کی جرات نہ کرسکے۔کبھی نام بدل کر اور کبھی اعتراضات تبدیل کر کے مخالفت کا سلسلہ جاری رہا۔ماہیے کی سہ مصرعی اور ڈیڑھ مصرعی ہیئت کا تنازعہ کھڑا کیا گیا لیکن سہ مصرعی ہیئت پر اعتراض کرنے والے مغلوب الغضب مخالفین کے تیروں کا رخ صرف ہماری طرف رہا۔مساوی الوزن مصرعوں کے ثلاثی بطور ماہیا پیش کرنے والوں کو کسی نے میلی نظر سے بھی نہیں دیکھا۔اس مخالفت کے نتیجہ میں مجھے دو مختلف سطحوں پر کام کرنے کی توفیق ملی۔پنجابی میں سہ مصرعی ماہیے کی روایت کی تلاش میں مجھے ساٹھ کی دہائی میں ڈاکٹر روشن لال آہوجہ سے لے کر فارغ بخاری،تنویر بخاری،ڈاکٹر جمال ہوشیار پوری،علامہ یعقوب انور اور امین خیال تک پنجابی دانشوروں کی آراء سے پنجابی لوک گیت ماہیے کی ہیئت کو سمجھنے میں مدد ملی۔علمی سطح پر اپنا مضمون ’’پنجابی لوک گیت ماہیے کی تحریری ہیئت‘‘ مکمل کر چکا ہوں اسے جلد ہی کسی اچھے ادبی رسالے میں اشاعت کے لئے بھیج رہا ہوں۔دوسری سطح پر تمام مغلوب الغضب مخالفین کی ساری مخالفت کو تاریخی ریکارڈ کے طور پر اپنی نئی کتاب ’’ماہیا۔علمی بحث سے غوغائے رقیباں تک‘‘ میں یکجا کر رہا ہوں۔یہ کتاب اسی برس میں دو تہائی مکمل کر چکا ہوں۔اس کا سارا کریڈٹ ماہیے کے مخالفین کو جاتا ہے۔ایک کرم فرما میری شدید مذمت کرتے ہوئے ڈیڑھ مصرعی ماہیے کہنے لگے اور وزن مکمل طور پر وہی اختیار کیا جس کے لئے ہم گذشتہ آٹھ برسوں سے ثلاثی نگاروں سے اختلاف کر رہے ہیں۔اسی کرم فرمانے میری مذمت کے ساتھ سیما شکیب کے

ثلاثی کا بھی بالواسطہ طور پر دفاع کرنے کی کوشش کی تھی لیکن اسی برس موصوف کے ساتھ یہ تماشہ ہوگیا کہ سیما شکیب نے نہ صرف درست وزن میں ماہیے کہہ ڈالے بلکہ انہیں سہ مصرعی ہیئت میں شائع بھی کرا دیا۔ماہیے کے مخالفین کے سارے بیانات چونکہ مکمل حوالوں کے ساتھ اپنی کتاب میں دے رہا ہوں اس لئے یہاں ان کے نام دینے کی بجائے صرف ان کے طرزِ عمل کی نشاندہی کر دی ہے۔صحت منداور مہذب اختلاف رائے کی ایک مثال احمد صغیر صدیقی نے قائم کی۔ان کے بعض اعتراضات پر جب انہیں جواب دیا گیا تو انہوں نے مغلوب الغضب ہو جانے کی بجائے مہذب رویہ ظاہر کیا۔انڈیا میں بھی ایک اختلافی رو چلی ہے لیکن وہاں مسئلہ یہ ہے کہ ماہیے کو اردو کے عروضی پیمانے کے مطابق کیسے ڈھالا جائے۔اس سلسلے میں ناوک حمزہ پوری،شارق جمال، اسلم حنیف اور دیگر احباب اپنی اپنی سوچ کے مطابق کام کر رہے ہیں۔

ریڈیو پاکستان،راولپنڈی،آکاش وانی بھاگلپور،ریڈیو ڈوچے ویلے اور اوفنر کنال ٹی وی چینل جرمنی پر اس برس اردو ماہیے کا تھوڑا بہت چرچا رہا۔راولپنڈی ریڈیو سے عارف فرہاد اور مسعود ہاشمی متحرک رہے۔راشد حمید کے ایک ریڈیائی انٹرویو میں بھی ماہیے کا ذکر آیا۔زی ٹی وی کے مقبول ترین ڈرامہ ’’امانت‘‘ کی سال بھر کی ساری قسطوں میں ماہیے کی خوبصورت دھن سنائی دیتی رہی۔گذشتہ برس پنجابی اخبار ’’بھنگڑا‘‘ گوجرانوالہ نے ماہیا ایڈیشن شائع کیا تھا۔اس برس دو ماہی گلبن احمد آباد نے ضخیم ماہیا نمبر شائع کیا۔اس نمبر کے علاوہ اس برس یوسف اختر کا ماہیوں کا مجموعہ شائع ہوا۔’’دل حجرہ‘‘ کے نام سے چھپنے والے اس مجموعہ کا پیش لفظ رشید نثار کا تحریر کردہ ہے جبکہ امین خیال کے تاثرات فلیپ پر درج ہیں۔ڈاکٹر انور مینائی کا ماہیوں کا مجموعہ ’’روپ نگر‘‘ بھی اسی برس شائع ہوا۔اس کے فلیپ پر ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی کی رائے درج ہے۔

جب کسی صنف میں شعرائے کرام کی بہت بڑی تعداد دلچسپی لیتی ہے تو اس کے معیار میں نشیب وفراز کے منظر بھی دکھائی دیتے ہیں۔غزل اور نظم کی طرح ماہیے میں بھی ایسا منظر دکھائی دینے لگا ہے تاہم یہ بھی حقیقت ہے کہ ماہیے کے سلسلے میں بعض دلچسپ اور نئے تجربے بھی کئے جانے لگے ہیں۔اس برس اردو ماہیے کے بانی ہمت رائے شرما جی نے سات زبانوں میں ماہیے

کہے۔ اردو، ہندی، پنجابی، بنگالی، گجراتی، مراٹھی اور فارسی کے ماہیوں میں سے اردو، بنگالی اور فارسی کے ماہیے یہاں پیش کئے دیتا ہوں:۔

کچھ کر کے دکھاتی ہے	ایکھن ای جا چھی نہ
رحمت مولا کی	بندھوا یشے پچھے
جب جوش میں آتی ہے	ای دانڑاں تے پا چھی نہ

ایں محفل یاراں است
گلبن گل مے کند
چہ فصل بہاراں است

اسلم حنیف نے تضمینی ماہیے کہے ہیں اور اس میں بعض عمدہ ماہیے نکالے ہیں:۔

کر میری بھی غم خواری	آ کاش میں کیسے اڑوں
ساجن ہوں تیرا	غم سے رہا کر دے
''اے بت کی پجن ہاری''	''مجھ دل کے کبوتر کوں''

ابھی تک اردو ماہیے میں غزل کا ذکر تو آ رہا تھا لیکن اس برس رؤف خیر کی ایک غزل میں پہلی بار ماہیے کا ذکر آیا ہے۔

رؤف خیر روایت عزیز ہے جن کو
ترائیلے سے ہوئے خوش نہ ماہیے سے مرے

بیرون برصغیر مغربی ممالک میں بھی ماہیے کو مسلسل مقبولیت حاصل ہو رہی ہے۔ امریکہ کی سلطانہ مہر، انگلینڈ کے بخش لائل پوری، ساحر شیوی اور عاصی کاشمیری، ہالینڈ کے ناصر نظامی، اٹلی کے ارشد اقبال آرش کے علاوہ جرمنی کے جاوید خاں، ثریا شہاب، طفیل خلش، اجمل پاشا، ارشاد ہاشمی اور بعض دیگر شعراء نے ماہیا نگاری کی طرف خصوصی توجہ کی ہے۔ ''گلبن'' کے ماہیا نمبر کے سلسلے میں ایک خصوصی تقریب ہائیڈل برگ میں ہوئی اس کی صدارت ہائیڈل برگ یونیورسٹی میں اردو کی استاد ڈاکٹر کرسٹینا اوسٹر ہیلڈ نے کی، مہمان خصوصی پروفیسر ڈاکٹر صدیق الرحمٰن قدوائی تھے۔ گلبن

کے ماہیا نمبر کے سلسلے میں ہی ایک تقریب بھاگلپور میں بھی ہوئی۔

پرانے رسائل و جرائد میں سے تخلیق لاہور، اسباق پونہ، ادب لطیف لاہور، عوامی منشور کراچی، سخنور کراچی، جنگ لندن، نوائے وقت راولپنڈی، ہوٹل ٹائمز اسلام آباد، وادی پاکستان گوجرانوالہ، ویکلی راوی بریڈفورڈ اور ماہنامہ صریر کراچی کا ذکر کرنا ضروری ہے۔

اس برس ان رسائل اور اخبارات میں اردو ماہیا پہلی بار سامنے آیا۔ ماہنامہ کتاب نما دہلی، ماہنامہ شاعر بمبئی، ماہنامہ ایوان اردو دہلی، دو ماہی پرواز ادب پٹیالہ، روزنامہ پاکستان لندن، احساس نو لاہور، پاکستان لنک امریکہ۔

دو ماہی گلبن احمد آباد کے ماہیا نمبر کو ڈاکٹر وزیر آغا نے ایک ''تاریخی قدم'' قرار دیا تو شمس الرحمٰن فاروقی نے لکھا کہ ''ماہیا نمبر تو واقعی تاریخی حیثیت کا حامل ہو جانے کا امکان رکھتا ہے۔'' سہ ماہی ''کوہسار جرنل'' کے ہر شمارہ میں یوں تو بیشتر نئی اصناف کو خصوصی اہمیت دی جاتی ہے لیکن ماہیا کے فروغ کے سلسلے میں ''کوہسار'' کی خدمات کی خصوصی اہمیت بنتی ہے۔ ادبی مجلّہ ''اوراق'' سے ماہیے کی تحریک کی ابتداء ہوئی تھی۔ ''اوراق'' ماہیے کی ترویج و اشاعت کے سلسلے میں آج بھی پیش پیش ہے۔ ماہیے کی بحث کو شخصیات کے خلاف زہر آلود کرنے کی بجائے ''اوراق'' نے بحث کو علمی رنگ میں بڑھانے پر زور دیا۔ شخصیات زیر بحث تو آتی ہیں لیکن ان کے افکار سے بحث کی جاتی ہے ان کے کردار پر، ان کی ذاتی زندگی پر بہتان طرازی کا گند نہیں پھینکا جاتا۔

کلکتہ کے پروفیسر مشتاق اعظمی ماہیے کے پی۔ ایچ۔ ڈی کے پراجیکٹ پر پہلے سے کام کر رہے ہیں۔ اب ویکلی ''میرٹھ میلہ'' کی اطلاع کے مطابق راجستھان یونیورسٹی کی ڈاکٹر جمیلہ عرشی نے ڈی لٹ کے پراجیکٹ پر کام شروع کر دیا ہے۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ماہیے کو تخلیق کاروں میں اور تنقید نگاروں میں مقبولیت ملنے کے ساتھ اعلیٰ علمی سطح پر بھی سنجیدگی سے لیا جانے لگا ہے۔ ماہیے کو اکیڈمک لیول پر اتنی اہمیت ملنے سے ماہیے کے تمام بہی خواہوں کو خوشی ہوگی۔

آخر میں ایک دلچسپ انکشاف۔ ہمت رائے شرما جی کو ماہیے کے بانی کی حیثیت سے

دریافت کرنے والے ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی نے لکھا ہے کہ ماہیے کے نام پر ثلاثی لکھنے کی موجودہ روش کا تعلق اسی کی دہائی سے نہیں بلکہ ستر کی دہائی سے ہے۔تب فراز حامدی نے اس انداز کے ''ماہیے'' کہے تھے۔

طوفاں سے نہ ڈر پیارے
مرنا ہی اگر ٹھہرا
گھٹ گھٹ کے نہ مر پیارے

اور اب ڈاکٹر فراز حامدی ماہیے کے درست وزن کو اختیار کر کے پنجابی لے کے مطابق ماہیے کہنے لگے ہیں۔ڈاکٹر جمیلہ عرشی کے ماہیے پر ڈی لٹ کے پراجیکٹ کے نگران ڈاکٹر فراز حامدی ہیں۔ان خوش کن خبروں کے ساتھ ۱۹۹۸ء میں ماہیے کی پیشرفت کا یہ جائزہ مکمل کرتا ہوں۔

...... و من شر حاسد اذا حسدo

مطبوعہ: (۱)روزنامہ ''منصف'' حیدرآباد(انڈیا)۹۹۔۱۔۱۰
(۲)روزنامہ ''جنگ لندن'' ۹۹۔۲۔۱۸
(۳)سہ ماہی ''کوہسار'' بھاگل پور،شمارہ مارچ ۱۹۹۹ء
(۴)روزنامہ ''نوائے وقت'' اسلام آباد ۹۹۔۴۔۱۳

☆ معلوم ہوا ہے کہ احمد حسین مجاہد کے تحریک دلانے پر رستم نامی دوبارہ ماہیا نگاری میں تخلیقی لحاظ سے متحرک ہوئے ہیں۔

اضافی نوٹ

مشتاق اعظمی نے پی ایچ ڈی کر لی تھی۔جمیلہ عرشی کا ڈی لٹ کا پراجیکٹ مکمل نہیں ہو

سکا۔یہ وضاحت بھی ضروری ہے کی ڈی لٹ کے لیے فراز حامدی کی نگرانی والی اطلاع غلط طور پر دی گئی تھی،ایسا کچھ نہیں تھا۔اسی طرح فراز حامدی کے ستر کی دہائی میں مساوی الوزن ماہیے کہنے کا کوئی پکا ثبوت فراہم نہیں کیا گیا۔مجھے کہا گیا تھا کہ ریکارڈ میں مل جائے گا،بس ذرا ڈھونڈنا ہوگا۔لیکن پھر ایسا کوئی ریکارڈ سامنے نہیں لایا گیا۔اس حساب سے اگر زبانی جمع خرچ پر ہی انحصار کیا جائے تو ڈاکٹر صابر آفاقی نے مجھے ۱۹۹۲ء میں ایبٹ آباد میں ہونے والی ایک ملاقات میں بتایا تھا کہ انہوں پچاس کی دَہائی میں ایسے ماہیے کہے تھے۔موجودہ ادیبوں میں جو باتیں محض زبانی دعوے پر مبنی ہیں،اگر وہ درست بھی ہوں تو ان پر اس وقت تک انحصار نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ اس کے ثبوت نہ مہیا کر دیئے جائیں۔

حیدر قریشی

پنجابی لوک گیت۔ماہیے کی تحریری ہیئت؟

حال ہی میں ماہیے کی تحریری ہیئت کے سلسلے میں بعض حلقوں کی طرف سے ڈیڑھ مصرعی ہیئت کا مسئلہ سامنے آیا ہے۔ایک حلقے کی طرف سے ڈیڑھ مصرعی ہیئت کی تجویز اس جذبے کے ساتھ پیش کی گئی ہے کہ اس طرح ماہیا دوسری سہ مصرعی اصناف سے الگ طور پر پہچانا جا سکے گا۔ دوسرے حلقے کی طرف سے شدید برہمی کے ساتھ حکماً بتایا گیا ہے کہ ماہیا ہوتا ہی ڈیڑھ مصرعے کا ہے جبکہ ایک تیسرے حلقے کی طرف سے، جس نے اچانک ماہیے میں گہری دلچسپی لینی شروع کی ہے، دوسرے حلقے سے بھی زیادہ برہمی کے ساتھ حکم صادر کیا گیا ہے کہ ماہیا ڈیڑھ مصرعی ہیئت ہی میں لکھا جاتا ہے اور اگر ماہیے کو ڈیڑھ مصرعی ہیئت میں لکھا جائے تو ماہیے کے وزن کے سلسلے میں سارے الجھاؤ از خود ختم ہو جاتے ہیں۔

ان تینوں حلقوں کی طرف سے اس موقف کو اختیار کرنے کے اصل محرکات کیا ہیں اور پس منظر میں کیا کچھ کارفرما ہے؟ اس کی تفصیل ماہیے کی تاریخ میں محفوظ رکھنے کے لئے میں الگ کتاب لکھ رہا ہوں۔ یہاں مذکورہ حلقوں کی ''ذاتیات'' سے ہٹ کر صرف ادبی مسئلے کے طور پر پنجابی لوک گیت ماہیے کی تحریری ہیئت پر اپنے موقف کی وضاحت کروں گا۔ میرا یہ موقف پنجابی دانشوروں کی آراء کی روشنی میں پنجابی ماہیے کی اصل بنیادوں پر استوار ہے۔ڈیڑھ مصرعی ہیئت کی تجویز پیش کرنے والے پہلے حلقے کا خیال ہے کہ ڈیڑھ مصرعی ہیئت کے باعث ماہیا دوسری سہ مصرعی اصناف سے الگ پہچانا جا سکے گا۔اس سلسلے میں قبل ازیں میں وضاحت سے جواب دے چکا ہوں۔اسی جواب کا ایک حصہ یہاں دہرا دینا ہی کافی ہے۔

''ماہیے اور ثلاثی یا ہائیکو کا محض ہم شکل ہونا اتنا بڑا مسئلہ نہیں ہے۔رباعی اور قطعہ بظاہر

ہمشکل ہیں لیکن دونوں کا فرق واضح ہے۔دوہے اور دوپدے میں بسرام کی تفریق دونوں کو ہم صورت ہونے کے باوجود الگ الگ شناخت دیتی ہے۔ دِکھنے میں آزاد نظم اور نثری نظم (نثر لطیف) ایک جیسی ہیں لیکن فرق صاف ظاہر ہے'' (''ماہیے کی کہانی'' از حیدر قریشی مطبوعہ دو ماہی ''گلبن'' احمد آباد ماہیا نمبر جنوری ۱۹۹۸ء صفحہ ۴۶، ۴۷)

سو ماہیے کی اصل پہچان پنجابی لوک لَے ہے جو ماہیے کے علاوہ کسی دوسری سہ مصرعی صنف میں موجود نہیں ہوتی۔

دوسرے اور تیسرے حلقوں نے شدید برہمی کے ساتھ حکم دیا ہے کہ ماہیا صرف ڈیڑھ مصرعی ہیئت میں ہوتا ہے۔اگر پنجابی لوک گیت کی تحریری ہیئت واقعتاً ڈیڑھ مصرعی ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں تو ہمیں یقیناً ڈیڑھ مصرعی ہیئت پر اصرار کرنا چاہئے لیکن اگر ایسا نہیں ہے تو پھر منفی رویے کو ترک کر دینا چاہئے۔ بے جا ضد کے ساتھ تحکمانہ انداز ترک کر دینا چاہئے اور اصل سچائی کو مان لینا چاہئے۔تو آیئے دیکھتے ہیں کہ پنجابی کا لوک گیت ماہیا کس ہیئت کا حامل ہے؟............

اصل موضوع پر بات شروع کرنے سے پہلے یہ وضاحت کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ ماہیے کے وزن، ماہیے کی تحریری ہیئت اور ماہیے کے معیار کے مسئلوں کو آپس میں گڈ مڈ نہیں کرنا چاہئے۔ تینوں مسئلے الگ الگ طور پر غور طلب ہیں۔ہاں جب ان کی تفہیم ہو جائے تو پھر انہیں مربوط کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں لیکن اگر شروع میں ہی ان تینوں مسئلوں کو ایک دوسرے سے جوڑ دیا جائے تو اس سے بحث کو خلط ملط تو کیا جا سکتا ہے لیکن نیک نیتی سے کسی نتیجے پر نہیں پہنچا جا سکتا۔

پنجابی لوک گیت ماہیا صدیوں سے پنجاب کے عوام کے جذبوں، امنگوں، حسرتوں، کامیابیوں، ناکامیوں، خوشیوں اور دکھوں کی کیفیات کا ترجمان رہا ہے۔عوام کی زندگی کا تقریباً ہر پہلو ماہیے میں سمایا ہوا ہے۔ یہ لوک گیت صدیوں سے سینہ بہ سینہ عوام کے ذریعے سفر کرتا رہا ہے۔ انہیں تحریری طور پر پیش کرنے کا چلن بہت بعد کی بات ہے۔ وہ دیہاتی پنجابی معاشرہ جو ماہیے تخلیق کر رہا تھا اس کے پیش نظر اس کی لَے ہی اس کی اصل پہچان تھی۔ پروفیسر شارب اپنے مضمون ''کچھ ماہیے بارے'' میں لوک گیتوں کی صدیوں پرانی روایات کے حوالے دینے کے بعد لکھتے

ہیں: ”نہ تو ان لوک گیتوں کو جمع کیا گیا اور نہ ہی یہاں کے عالموں نے ان کے بارے میں کوئی تحریری نوعیت کا کام کیا“ (پنجابی سے ترجمہ) سوصدیوں سے رائج لوک گیت ماہیا اگر کسی تحریری ہیئت کے بغیر ہی اپنی لَے کی بنیاد پر زندہ موجود تھا تو اس کی تحریری ہیئت کے بارے میں ڈیڑھ مصرعی ہیئت کا حکم کیسے لگایا جا سکتا ہے۔ پنجابی دیہاتیوں کی ماہیے کی لَے کے حوالے سے پروفیسر شارب لکھتے ہیں:۔

”ان سیدھے سادے اور اپنے کام سے غرض رکھنے والے دیہاتیوں کے مدنظر تو یہ ہے کہ ماہیا سُر اور لَے میں ہو تو سب ٹھیک ہے۔ سُر (لَے) کو گاتے وقت وہ خود ہی ٹھیک رکھتے ہیں کیونکہ وہ نسل درنسل اسے سنتے آئے ہیں اور ان سے زیادہ سُر کی روایت کو کون جان سکتا ہے“

(پنجابی سے ترجمہ)

اور اس سے تھوڑا آگے چل کر پروفیسر شارب لکھتے ہیں کہ یہ عوامی ماہیے ”کسی کتاب کی بجائے سینہ بہ سینہ ہم تک پہنچے ہیں“ (مضمون ”کجھ ماہیے بارے“)

لہٰذا پنجابی لوک گیت ماہیے کی ہیئت کے بارے میں ہمیں پہلے سے موجود ساری تحریری روایات پر غور کر لینا چاہئے۔ تنویر بخاری نے اپنی کتاب ”ماہیا فن تے بنتر“ کے صفحہ نمبر ۲۷ پر ماہیے کی دو ہیئتیں بطور نمونہ پیش کی ہیں۔ وہ دونوں ہیئتیں یہ ہیں:۔

(۱) کوٹھے تے راہ کوئی نہیں
ملاں قاضی مسئلہ کیتا یاری لاونا گناہ کوئی نہیں

(۲) دو پتر اناراں نے ساڈے بنے آ بیٹھے کلبوتر یاراں نے

(کتاب ”ماہیا۔ فن تے بنتر“ مطبوعہ ۱۹۸۸ء)

امین خیال نے اپنے مضمون ”پنجابی ماہیا میں بھی ماہیے کو صرف ایک ہی مصرعہ یا ایک ہی سطر میں لکھنے کی روایت کا ذکر کیا ہے۔ (بحوالہ دو ماہی ”گلبن“ احمد آباد ماہیا نمبر۔ صفحہ نمبر ۳۴)

......اور ماہیے کو بطور نمونہ یوں پیش کیا ہے:۔

تھالی وچ کھنڈ ماہیا کنڈ دے کے لنگھنا ایں تیری کنڈ دی وی ٹھنڈ ماہیا

اس سے یہ حقیقت سامنے آئی کہ پنجابی لوک گیت ماہیا جو صدیوں سے رائج ہے لیکن صدیوں سے ہی جس کی کوئی تحریری ہیئت نہیں تھی، جب ان ماہیوں کو جمع کرنے کا کام شروع کیا گیا تو اسے تین تحریری ہیئتوں میں لکھا گیا۔ پہلی ہیئت ایک مصرعہ میں پورا ماہیا لکھنے کی۔ دوسری ہیئت ڈیڑھ مصرعی اور تیسری ہیئت سہ مصرعی۔ بظاہر ان تینوں ہیئتوں میں سے کوئی ہیئت بھی پنجاب کے دیہاتی عوام کی ایجاد نہیں ہے کیونکہ وہ ماہیئے لکھتے ہی نہیں تھے۔ وہ تو صرف انہیں گاتے تھے۔ میرے خیال میں جب ماہیے جمع کرنے کا کام شروع ہوا تو جمع کرنے والوں نے شاید کاغذ کی بچت کے خیال سے اسے ایک ہی سطر میں لکھنا شروع کیا۔ پھر کہیں احساس ہوا کہ الگ الگ ماہیے کی شناخت نہیں ہو پاتی تو جمع کرنے والوں نے ڈیڑھ مصرعی صورت میں اسے لکھنا شروع کر دیا لیکن جب ماہیے کے تین الگ الگ مصرعوں کی پہچان ہوئی تو اسے سہ مصرعی صورت میں لکھا جانے لگا۔ ماہیے کے تین مصرعوں کی یہ الگ پہچان ماہیے کی لَے سے مخصوص ہے۔ ماہیے کی کسی بھی مقبول دھن پر غور کر کے دیکھ لیں، اس کی لَے میں تین بار اتار چڑھاؤ کی کیفیت ملتی ہے۔ سو یوں ماہیے نے تدریجاً اپنی تحریری ہیئت کا تعین کرا لیا کیونکہ اس وقت سہ مصرعی ہیئت ہی ماہیے کی مقبول ترین ہیئت ہے۔ اردو میں بھی اور پنجابی میں بھی۔ مزید آگے بڑھنے سے پہلے پنجابی دانشوروں کے موقف پر بھی ایک نظر ڈال لی جائے۔ ماہیے کے تین مصرعوں کے سلسلے میں ان کے موقف کو آسانی سے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

۱۔ ڈاکٹر روشن لال اہوجا

”ایہہ دیاں (ماہیے دیاں) تن تکاں ہوندیاں نیں“

(”لہندے دے لوک گیت“ مطبوعہ ماہنامہ ”کوتا“ امرتسر جون ۱۹۶۵ء)

ڈاکٹر روشن لال اہوجا نے اپنے اسی مضمون میں یہ ماہیا بطور نمونہ پیش کیا ہے۔

کوٹھے تے وان پیا
نکیاں نکیاں کنیاں
ڈھولا چادر تان پیا

۲۔علامہ غلام یعقوب

تنویر بخاری نے اپنی کتاب ''ماہیافن تے بنتر'' کے صفحہ نمبر ۲۸ پر یہ روایت درج کی ہے کہ ''۱۹۶۵ سے بھی پہلے کی بات ہے، میں نے ایک بار اپنے دوست اور بزرگ حضرت علامہ غلام یعقوب انور (ایڈووکیٹ) کے ساتھ ماہیے کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ لوگ اسے ڈیڑھ مصرعے کا کہتے ہیں جبکہ یہ پورے تین مصرعوں کا ہے۔وہ میرے ساتھ بالکل متفق تھے''
(پنجابی سے ترجمہ)

۳۔فارغ بخاری

فارغ بخاری نے اپنی کتاب ''سرحد کے لوک گیت'' میں جو ماہیے درج کئے ہیں وہ سہ مصرعی ہیئت میں ہیں۔

۴۔پروفیسر شارب

پروفیسر شارب نے اگرچہ اپنے جمع کردہ ماہیے ڈیڑھ مصرعی ہیئت میں شائع کئے ہیں لیکن انہوں نے دوسرے مصرعے کو دوالگ الگ یونٹ بنا کر پیش کیا ہے اور یہ اقرار بھی کیا ہے کہ ماہیے کے تین یونٹ ہوتے ہیں۔

۵۔اسلم جدون

اسلم جدون کے جمع کردہ تمام ماہیے سہ مصرعی ہیئت میں ہیں۔ مجھے ان ماہیوں کے معیار پر اعتراض ہے لیکن ظاہر ہے یہ ایک الگ موضوع ہے جہاں تک ہیئت کا تعلق ہے اسلم جدون کی کتاب ''ماہیے'' سہ مصرعی ہیئت کا اثبات کرتی ہے۔

۶۔ڈاکٹر جمال ہوشیار پوری

ممتاز پنجابی دانشور ڈاکٹر جمال ہوشیار پوری نے ماہیے پر جتنی بحث کی ہے اس کی سہ مصرعی ہیئت کو مدنظر رکھ کر کی ہے۔انہوں نے ڈیڑھ مصرعی ہیئت کو سرے سے اہمیت ہی نہیں دی۔

۷۔شفقت تنویر مرزا

پروفیسر شارب کی کتاب ''ماہیا'' پر تبصرہ کرتے ہوئے شفقت تنویر مرزا نے روزنامہ

''ڈان'' لاہور کی ۱۹ اپریل ۱۹۹۵ء کی اشاعت میں سہ مصرعی ماہیوں کی دو مثالیں پیش کی ہیں اور انہیں قابل اعتراض نہیں گردانا۔

۸۔تنویر بخاری

افضل پرویز، عبدالغفور قریشی، مقصود ناصر چوہدری، کرم حیدری اور محمد بشیر احمد ظامی کی ڈیڑھ مصرعی ہیئت کے ماہیے کے بیانات درج کرنے کے بعد تنویر بخاری لکھتے ہیں:

''مرتب (تنویر بخاری) اوپر درج کئے گئے کسی بیان سے بھی متفق نہیں۔ یہ سارے بزرگ لائق احترام ہیں لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے کسی نے بھی گہرائی میں جانے کی زحمت نہیں کی۔ان سب کے بیانات میں مشابہت ہے اور ایسے لگتا ہے جیسے ان سب نے کسی کتابی بیان کی نقل کی ہے اور اپنے طور پر کچھ غور نہیں کیا۔'' (پنجابی سے ترجمہ)

۹۔امین خیال

اردو اور پنجابی کے معروف شاعر امین خیال اپنے مضمون ''پنجابی ماہیا'' میں لکھتے ہیں۔

''ماہیا اپنی ہیئت کے اعتبار سے تین حصوں، تین ٹکڑوں، تین کلیوں، تین مکھڑوں، تین پتیوں پر ہی مشتمل ہے کیونکہ لمبے یا بڑے مصرعے کا وسرام اسے دو حصوں میں بانٹ دیتا ہے اور گاتے وقت بھی یہ تینوں برگ واضح ہو جاتے ہیں۔''

(دوماہی ''گلبن'' احمد آباد۔ماہیا نمبر۔جنوری ۱۹۹۸ء)

پنجابی ادب سے متعلق اور بالخصوص پنجابی لوک گیت ماہیے سے منسلک ان ادبی شخصیات کے سہ مصرعی ہیئت کے مضبوط موقف کے ہوتے ہوئے ڈیڑھ مصرعی ہیئت کا حکم لگانا بے حد بچکانہ سی بات ہو جاتی ہے۔اس مسئلے پر مزید گفتگو آخر میں ہوگی۔ یہاں اب مخالفت کرنے والے تیسرے حلقے کے اس موقف کا جائزہ بھی لے لیا جائے کہ ''اگر پنجابی کی طرح اردو میں بھی ماہیا ڈیڑھ مصرعہ میں لکھا جائے تو اس کے وزن کی بحث کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔'' یہ انتہائی گمراہ کن موقف ہے اور اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ڈیڑھ مصرعی ہیئت کا شور صرف اس لئے مچایا گیا ہے کہ مساوی الوزن مصرعوں کے ثلاثی لکھنے والوں کو ''ماہیا نگار'' منوالیا جائے۔ سیما شکیب پہلے غلط

وزن کے ''ماہیے'' لکھتی رہی ہیں حال ہی میں ان کے درست وزن کے چند ماہیے شائع ہوئے ہیں۔ میں ان کی دو مثالوں سے ثابت کرتا ہوں کہ محض ڈیڑھ مصرعی ہیئت اپنانے سے کوئی چیز ماہیا نہیں ہو جائے گی اور لَے کے مطابق لکھا جانے والا ماہیا کسی ہیئت میں بھی لکھیں ماہیا ہی رہے گا۔

غلط وزن سہ مصرعی ہیئت میں	درست وزن سہ مصرعی ہیئت میں
آنکھوں میں بھری ہے ریت	دن رات کا جلنا ہے
طوفان کے ہاتھوں سے	تیرے بنا جینا
پامال ہوئے مرے کھیت	تلوار پہ چلنا ہے

غلط وزن ڈیڑھ مصرعی ہیئت میں	درست وزن ڈیڑھ مصرعی ہیئت میں
آنکھوں میں بھری ہے ریت	دن رات کا جلنا ہے
طوفان کے ہاتھوں سے پامال ہوئے مرے کھیت	تیرے بنا جینا تلوار پہ چلنا ہے
(سیما شکیب)	(سیما شکیب)

سیما شکیب کا درست وزن کو اختیار کر لینا خوش آئند ہے۔ یہاں درست اور غلط وزن کے چند ''ماہیوں'' کی مزید مثالیں پیش کرنا بھی مناسب ہوگا۔

غلط وزن سہ مصرعی ہیئت میں	درست وزن سہ مصرعی ہیئت میں
اگر چہ اب قفس میں بھی نہیں ہوں	دل اپنے کشادہ تھے
میں نیلے پانیوں پر کیا اڑوں گا	اس لئے رونا پڑا
کہ اپنی دسترس میں بھی نہیں ہوں	ہم ہنستے زیادہ تھے
(حسن عباس رضا)	(حسن عباس رضا)

غلط وزن ڈیڑھ مصرعی ہیئت میں

اگر چہ اب قفس میں بھی نہیں ہوں

میں نیلے پانیوں پر کیا اڑوں گا کہ اپنی دسترس میں بھی نہیں ہوں

(حسن عباس رضا)

درست وزن ڈیڑھ مصرعی ہیئت میں

دل اپنے کشادہ تھے

اس لئے رونا پڑا ہم ہنستے زیادہ تھے

(حسن عباس رضا)

غلط وزن سہ مصرعی ہیئت میں	درست وزن سہ مصرعی ہیئت میں
دیمک لگی الماری	گندم کا ہے اک دانہ
اب اس میں رکھا کیا ہے	وصل کا موسم ہے
بیمار ہے بے چاری	دل توڑ کے مت جانا

غلط وزن ڈیڑھ مصرعی ہیئت میں	درست وزن ڈیڑھ مصرعی ہیئت میں
دیمک لگی الماری	گندم کا ہے اک دانہ
اب اس میں رکھا کیا ہے بیمار ہے بے چاری	وصل کا موسم ہے دل توڑ کے مت جانا
(سیدہ حنا)	(کوثر بلوچ)

ان تینوں مثالوں سے ہی ظاہر ہو جاتا ہے کہ غلط وزن کو ڈیڑھ مصرعی ہیئت میں لکھ لینے سے درست وزن کا ماہیا نہیں کہا جا سکتا۔ ماہیے کی لوک لے کی بنیاد پر ماہیے کے وزن کی تلاش کا اصول آج پنجابی میں بھی اور اردو میں بھی ماہیے کی بنیادی شناخت بن چکا ہے۔ لہٰذا وزن کی بحث میں ایمانداری سے بنیادی سچائی کا اعتراف کر لینا ہی مناسب ہے۔ اسے بے سروپا بحث قرار دینے سے اس بحث کی علمی و ادبی قدر و قیمت کم نہیں ہو جائے گی کیونکہ اس بحث کو پرکھنے کا اصل معیار تو علمی، ادبی سطح ہی ہے۔

جس طرح ماہیے کا وزن اس کی لے میں محفوظ ہے ویسے ہی ماہیے کی لے سے اس کی تحریری ہیئت کے تعین میں مدد لی جا سکتی ہے۔ ڈاکٹر روشن لال آہوجا، علامہ غلام یعقوب انور، فارغ بخاری، پروفیسر شارب، اسلم جدون، ڈاکٹر جمال ہوشیار پوری، شفقت تنویر مرزا، تنویر بخاری اور امین خیال کے موقف اوپر بیان ہو چکے ہیں۔ پنجابی ادبی بورڈ اور لوک ورثہ کے قومی ادارہ کا موقف بھی ایک طرح سے سہ مصرعی ہیئت کے حق میں ہے۔ امین خیال کے اس موقف میں بڑی جان ہے کہ گاتے وقت بھی ماہیے کے تینوں حصے واضح ہو جاتے ہیں۔ اختلاف رکھنے والے دوستوں کو اس پر ٹھنڈے دل سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔ ماہیے کی تحریری ہیئت کے حوالے سے میں اپنے مضمون ''اردو ماہیے کی تحریک'' میں یہ لکھ چکا ہوں۔

''پنجابی ماہیے کا بطور لوک گیت مجموعی وزن یہی بنتا ہے۔ فعلن فعلن فعلن/فعلن فعلن فع/فعلن فعلن فعلن (دوسرے متبادل اوزان میں بھی اسی طرح ایک سبب کی کمی رہے گی) اب اسے چاہے ایک مصرعہ بنا کر لکھ لیں، ڈیڑھ مصرعہ بنا کر لکھ لیں یا تین مصرعوں کی مقبول صورت کو اپنا لیں، ماہیے کا مجموعی وزن بہر حال وہی رہے گا جو ماہیے کی لے کے مطابق ہے۔ مجھے ڈیڑھ مصرعی ہیئت پر کوئی اعتراض نہیں ہے تاہم اب بصری لحاظ سے سہ مصرعی ماہیا زیادہ اچھا لگتا ہے۔ ایک دفعہ توتا اور طوطا کے درست املا کی بحث چل نکلی تھی۔ محققین نے ''ت'' سے توتا ثابت کر دیا، تب ایک ادیب نے یہ مزے کی بات لکھی کہ قدیم اردو میں توتا بے شک ''ت'' سے ہی ہو لیکن ''ط'' سے لکھا ہوا طوطا زیادہ ہرا ہرا لگتا ہے۔ سو اب ماہیے کی تحریک جس مقام پر آ گئی ہے، یہاں ڈیڑھ

مصرعی ہیئت کو غلط کہے بغیر میں یہ ضرور کہوں گا کہ سہ مصرعی صورت میں ماہیا زیادہ ہرا بھرا لگتا ہے۔'' (مطبوعہ ''سخنور'' کراچی نومبر ۱۹۹۸ء)

میں اپنے اسی بیان پر قائم ہوں۔ پنجابی لوک گیت ماہیا صدیوں سے سینہ بہ سینہ رائج چلا آ رہا تھا۔ اسے لکھنے کی کوئی روایت تھی ہی نہیں۔ تحریری طور پر جب لوک سرمائے کو جمع کرنے کا خیال آیا تب اسے تحریری ہیئت دی گئی۔ یک مصرعی، ڈیڑھ مصرعی اور سہ مصرعی تینوں ہیئتیں مختلف اوقات میں اپنائی گئیں اس لئے کسی ایک کو قبول کر کے باقیوں کو رد کرنے کا اختیار کسی کو بھی حاصل نہیں ہے۔ سہ مصرعی تحریری ہیئت کے بارے میں یہ ضرور کہوں گا کہ اب ماہیے کی لے سے اس کے اتار چڑھاؤ کی تین حالتوں کی نشاندہی کے بعد شواہد اس ہیئت کے حق میں زیادہ ہو گئے ہیں۔ گویا (۱) لے کی تین حالتوں کی بنیاد پر، (۲) سہ مصرعی ہیئت میں زیادہ ہرا بھرا دِکھنے کی بنیاد پر (۳) پنجابی میں سہ مصرعی ہیئت کے بیشتر نمونوں کی بنیاد پر اور (۴) اردو میں مقبولیت کی بنیاد پر ماہیے کی سہ مصرعی تحریری ہیئت ہی مروج ہیئت بنتی ہے۔ اس کے باوجود اگر کوئی ماہیا نگار اصل وزن کو ملحوظ رکھتے ہوئے ماہیے کو ڈیڑھ مصرعی ہیئت میں لکھے، چاہے ایک ہی لمبے مصرعہ کی ہیئت میں لکھے، مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ ماہیا نے جس طرح اپنی لے کے ذریعے اپنے وزن کا تعین خود کیا ہے ویسے ہی اس کی تحریری ہیئت بھی اس کی لے کے ذریعے سے خود بخود رائج ہوتی جائے گی جو ہیئت اسے مناسب نہیں لگے گی از خود قصہء پارینہ بن جائے گی۔

ڈیڑھ مصرعی ہیئت پر بے جا اصرار کرنے والوں کو بھی اس کا یقین ہونا چاہئے۔

(مطبوعہ: ماہنامہ ''سخنور'' کراچی، شمارہ اپریل ۱۹۹۹ء)

☆☆☆☆☆☆